بنیان المشید

سیدی شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب قدس سرہ عثمانی

مکتبہ تھانوی مسافر خانہ ایم اے جناح روڈ
کراچی فون: ۲۰-۷۷۷۰۰۹۳

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ

الحمد للہ کہ کتاب مستطاب

اَلْبُنْيَانُ الْمُشَيَّد

ترجمہ

اَلْبُرْهَانُ الْمُؤَيَّد

مؤلفہ

عارف کامل ولی مماثل مالک گنجینہ عوارف لدنی سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس اللہ سرہ العزیز

مترجمہ

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی قدس سرہ

ناشر

مکتبہ تھانوی — دفتر الابقاء

مسافر خانہ — بندر روڈ — کراچی ۱
ایم۔ اے جناح روڈ

مصنف ——— سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ ——— مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ناشر ——— محمد عبد المنّان غُفرلہٗ
قیمت ———
کتابت ——— محبوب کریم صدیقی
ملنے کا پتہ ——— مکتبہ تھانوی مسافر خانہ۔ بندر روڈ
ایم۔اے جناح روڈ
کراچی ۱

فہرست مضامین بنیان المشید

تقریظ

الامام الھمام العلامۃ المقدام شیخ الاسلام ومرشد الانام قطب الارشاد ملجاء الخواص والعوام حکیم الامۃ المحمدیۃ صلے اللہ علیہ وسلم مجدد الملۃ الاسلامیۃ رئیس العارفین غوث السالکین اشرف العلماء العاملین افضل الحکماء الواعظین سیدنا الشیخ محمد اشرفعلی التھانوی ادام اللہ ظلال برکاتہ وانوار جمال حسناتہ علی راس کل ولی ۔"

بعد الحمد والصلوٰۃ ۔ احقر نے کتاب البنیان المشید ترجمہ البرہان المؤید کے مقامات ذیل عزیزی مترجم سلمہ اللہ تعالیٰ وکرمہ ونعمہ کی استدعار پر بغور دیکھے لفظ لفظ پر فرحت و مسرت بڑھتی جاتی تھی اور دل سے دعا نکلتی جاتی تھی۔ ترجمہ کی سلاست و نفاست کے ساتھ ہی متن میں توضیح اور ارتباط کا التزام اور حاشیہ میں مفید وضروری تحقیقات اور فوائد کا اہتمام ناظرین کی جان میں جان ڈالنے والا ہے اگر فقدان وقت مانع نہ ہوتا تو پورا رسالہ دیکھتا مگر جتنا حصہ دیکھ سکا یہ بھی مغز کتاب اور صعب حصہ ہے امید ہے کہ بقیہ ترجمہ اس سے بھی اچھا ہوگا۔ بڑی خوشی اس کو دیکھ کر

ل جس وقت حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم ترجمہ کا ملاحظہ فرما رہے تھے تو ایک دن اپنی مجلس خاص میں فرمایا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کسی کتاب کے ترجمہ سے مجھے ایسی خوشی ہوئی جیسی اس کتاب کے ترجمہ سے ہوئی ۔ ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ سالکین روزانہ بطور ورد کے اس کا مطالعہ کیا کریں ۔ او کما قال مدظلہ العالی ۱۲ ظ

یہ ہوئی کہ اس سے اپنے مشائخ کے علوم کا متقدمین کے علوم سے توافق ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ مترجم کی اس خدمت کو قبول فرماویں اور رسالہ کو اہل طریق کے لئے نافع وہادی فرمادیں۔ دیباچہ میں حرف ز کی دوسری تنبیہ کی مکرر یاددہانی کرتا ہوں اور ایک عام تنبیہ اپنی طرف سے عرض کرتا ہوں جو اکثر کتب تصوف کے لئے ضروری ہے وہ یہ کہ بعض روایات حدیثیہ کے نقل کرنے میں بوجہ غلبۂ حُسنِ ظن بالرُّواۃ کے تسامح واقع ہوا ہے لیکن یہ تسامح صرف عبارات تک محدود ہے مقاصد دوسرے صحیح دلائل سے ثابت ہیں۔

(وہ مقامات جن کا مطالعہ ہوسکا ہے ذیل میں منضبط ہیں)

الف (سرخی) کرامات کا طالب نہ ہونا چاہیئے (من قولہ) اپنی ہمت وارادہ کو اس پر ختم نہ کر (الیٰ قولہ) میں اس کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوں۔

ب (سرخی) نرمی اور تواضع کی نصیحت جلدی اثر کرتی ہے (من قولہ) کیوں نہیں خدا کی قسم (الیٰ قولہ) وہ گمراہی میں پڑا رہتا ہے۔

جـ (سرخی) شیخ کا حال کامل ہو یا ناقص اس کے مریدوں میں ظاہر ہوکر رہتا ہے۔

(دوسرخی) حالات ومواجید سے دھوکہ نہ کھایئے (دوسرخی) مرید شیخ کی حالت کا آئینہ ہے (دوسرخی) طریقت کا خلاصہ (دوسرخی) شیخ کی

حالت (الیٰ قولہ) اپنے کو کسی سے افضل نہیں سمجھتا۔

د (سرخی) وجود حق ظاہر (من قولہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کلام میں (الیٰ قولہ) خالق کے وجود پر استدلال کرتے ہیں۔

ہ (سرخی) سماع کی تحقیق (من قولہ) ان حضرات نے سماع سُنا و (الیٰ قولہ) انتہائے مقصود عطا فرمایا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

و۔ (سرخی) توسل کی حقیقت (من قولہ) بزرگو جب تم اللہ کے خاص بندوں (الیٰ قولہ) عزت کی جگہ بیٹھتا ہے۔

کتبہ اشرف علی تھانوی عفی عنہ

۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

نذر بارگاہ عالی

میں اپنی اس ناچیز خدمت کو خلوص دل کے ساتھ حضرت اقدس حکیم الامت مجدد الملت اشرف العلماء الکرام قطب الارشاد و مرشد الانام سیدی و مولائی مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم[1] کی بارگاہ عالی میں ہدیۃً پیش کرتا اور کتاب کو حضرت والا کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں" گر قبول افتد زہے عز و شرف ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ٭ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

کمترین غلامان بندہ ظفر احمد تھانوی

عثمانی عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب :۔ سرزمین ہندوستان ہمیشہ سے مذہب کا گہوارہ اور مذہب پرستوں کا مرکز رہی ہے مسلمانوں کی آمد سے پہلے بھی یہاں کے باشندے کسی نہ کسی روحانی مذہب کے معتقد اور متبع رہے ہیں۔ جب مسلمان اس ملک میں فاتحانہ شان و شوکت سے داخل ہوئے تو ان کے مذہب کو یہاں کے باشندوں نے تحقیق و تنقید کے بعد بطیب خاطر قبول کیا اس واسطے کہ صحیح روحانیت جس کی ان لوگوں کو تلاش تھی وہ اسی مذہب میں اُن کو

[1] افسوس حضرت اقدس کا رجب ۱۳۶۲ھ میں انتقال ہو گیا قدس اللہ سرہٗ و علی درجتہ ۱۲ ظ

نظر آئی یہی سبب ہے کہ بادشاہوں فرمانرواؤں سے زیادہ تبلیغ اسلام میں کامیابی فقرا اور صوفیا کو ہوئی اور ہزاروں غیر مسلم عارفین اور مشائخ کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس سرزمین پر جتنے مشائخ اور صوفیائے کرام تشریف لائے وہ زیادہ تر خاندان ہائے چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے مجازین تھے اور انہی بزرگوں کے فیوض و برکات سے یہاں کے لوگوں کو استفادہ کا موقع ملا اس واسطے اِن خاندانوں کے مشائخ اور فقرا کے سوانح اور حالات سے بھی بہت لوگ واقف ہیں۔ لیکن بعض ایسے مشہور مشائخ کے خاندان بھی دوسرے ممالک میں فیض رساں ہیں جن سے یہاں کے لوگ واقف بھی نہیں۔ انہی میں سے ایک خاندان رفاعیہ ہے جس کے مشائخ اور معتقدین ہندوستان میں بہت کم ہیں اور دوسرے ممالک اسلامیہ عراق، عرب، مصر اور شام وغیرہ میں بہت کثرت سے ہیں کیونکہ وہاں کے باشندوں کو اسی خاندان سے زیادہ فیض پہنچا ہے۔ حق تعالے جزائے خیر دے حضرت فاضل محترم جناب مولانا مولوی حافظ حکیم محمد ابراہیم صاحب رانڈیری[1] مدظلہ کو کہ آپ نے خاندان رفاعیہ کے سرگروہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کی ایک کتاب البرہان المؤید تلاش کر کے اس کا اردو ترجمہ کرا کے شائع کرنے کا عزم کیا اور اسی کے ساتھ حضرت سید صاحبؒ کے حالات بھی شامل کر دیئے۔ تاکہ اہلِ ہند کو بھی زبدۃ الاولیا رخلاصۃ الاتقیا عارف باللہ واصل الی اللہ واقف اسرار شریعت ماہر رموز طریقت حضرت سید احمد کبیر رفاعی نور اللہ مرقدہٗ کے حالات وسوانح زندگی اور تعلیمات صوفیانہ اور نصائح بزرگانہ سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سید صاحب بھی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یکتا وصف

[1] دو سال ہوئے مولانا کا بھی انتقال ہو گیا غفر اللہ لہٗ وادخلہ الجنۃ ۱۲ ظ

کے بورگ ہوئے ہیں۔ حضرت کے حالات تو اس قابل ہیں کہ مستقل تصنیف کی متقاضی ہیں مگر حضرت مولانائے محترم نے مختصر ضروری باتیں ناظرین کے مطالعہ کے واسطے اس میں لکھدی ہیں۔ امید ہے ناظرین کرام اس سے فائدہ حاصل کریں گے۔ اور مکرمی جناب مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب کے واسطے دعا کریں گے کہ حق تعالیٰ آپ کو اس قسم کی دینی خدمت کے واسطے تادیر سلامت رکھے۔ اس سے پہلے بھی آپ چند ایسی مفید اور ضروری کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ فقط

خادم دین: سید حمید الدین غفرلہٗ
مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ گلاؤ ٹھی ضلع بلند شہر
۸ شوال المکرم ۱۳۵۱ھ ہجری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مختصر حالات حضرت سید احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس اللہ سرہٗ

واقف اسرار طریقت حامل علوم شریعت مالک گنجینۂ معارف غریق دریائے عوارف ولی کامل عارف واصل شیخنا المعظم حضرت محی الدین ابوالعباس سید احمد کبیر رفاعی الحسینی الشافعی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی ایک کتاب "برہان المؤید" فن تصوف کی ایک نہایت مفید اور بہتر کتاب ہے جس میں عارفانہ نکات وحقائق کے ساتھ واعظانہ نصائح بھی ہیں اس واسطے ہم نے بخیال افادہ عام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی سے اس کتاب کا ترجمہ سلیس اردو میں کرایا ہے اس کی اشاعت کے ساتھ یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کتاب حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کے کچھ مختصر حالات بھی شامل کر دیئے جائیں اس لئے کہ ہندوستان میں اکثر لوگ

آپ کے حالات اور خاندان رفاعیہ کے بانی کے سوانح حیات سے بہت کم واقف ہیں۔
آپ کا نام مبارک سید احمد کبیر تھا ابوالعباس کنیت اور محی الدین لقب تھا چونکہ آپ کے اجداد میں ایک صاحب کا نام رفاعہ تھا ان کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے رفاعی مشہور ہیں اور نسبا شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اس وجہ سے حسینی کہلاتے ہیں۔ اور چونکہ مسائل فقہیہ میں آپ امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے پابند تھے اس وجہ سے شافعی کہلاتے ہیں۔ آپ ۱۵ رجب المرجب ۵۱۲ھ کو مقام حسن میں پیدا ہوئے جو ام عبیدہ کے قریب نواح واسط[1] میں واقع ہے آپ کے زمانہ ولادت میں خلفاء عباسیین میں سے خلیفۃ المسلمین مسترشد باللہ سریر آرا خلافت تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب عارف باللہ علامہ ابومحمد ضیاء الدین احمد وتری موصلی نے اپنی کتاب روضۃ الناظرین میں یوں بیان

---

[1] عراق عرب کے شہروں میں سے واسط ایک مشہور شہر ہے جس کو حجاج ثقفی نے ۸۳ھ میں آباد کیا تھا جبکہ وہ عبدالملک ابن مروان اموی کی جانب سے عراق کا عامل (گورنر) تھا خلفاء عباسیہ کے زمانہ میں اس شہر کو بہت ترقی ہوگئی اور اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء کا مسکن بنا حتیٰ کہ عباسی خلفا کا ایک وزیر وہاں رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کی رونق اور وسعت میں اور بھی زیادتی ہوئی اور اس کے قریب اور بھی کچھ شہر آباد ہوگئے تھے جن میں فم صلح بہت مشہور تھا کہتے ہیں کہ مامون الرشید کے وزیر حسن بن سہیل نے جب بوران بنت مامون سے شادی کی تھی تو اسی شہر فم صلح کو اپنے قیام کے لئے پسند کیا تھا اور وہاں اپنی محبوب بیگم کے واسطے شاندار محلات تعمیر کرائے تھے۔ اسی شہر واسط اور بصرہ کے درمیان میں پانی کے ایک شیریں چشمے کے قریب کچھ چھوٹے چھوٹے قصبے اور گاؤں آباد ہیں ان تمام بستیوں کو بطائح کہا کرتے تھے ان میں سب سے بڑا قصبہ ام عبیدہ ہے جہاں خاندان رفاعیہ کی ایک بڑی خانقاہ ہے اور حضرت سید احمد رفاعی کے مزار کی وجہ سے یہ مقام اس نواح میں بہت مشہور اور زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ اسی کے قریب حسن اور نہر دقلی اور نہر قرناشا وغیرہ مواضعات ہیں۔

کیا ہے۔ سیدنا حضرت سید احمد کبیر ابن سید علی بن سید حسن رفاعہ الہاشمی المکی مقیم اشبیلی بن سید مہدی بن سید ابو القاسم محمد بن سید حسن ابو موسیٰ بغدادی مقیم مکہ مکرمہ بن سید حسن رضی بن سید احمد اکبر صالح بن سید موسیٰ ثانی جن کی کنیت ابو سجاد ابو الحی بھی مشہور تھی بن سید ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن امیر المؤمنین سیدنا علی بن طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت سید احمد کبیر صاحبؒ رفاعی کی پیدائش سے قبل ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں شیخ وقت حضرت باز اشہب منصور بطائحی نور اللہ مرقدہٗ کو آپ کی پیدائش کی بشارت سنا دی تھی۔ پیدائش سے چالیس دن پہلے ایک رات شیخ منصور نے سرکار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اے منصور! چالیس دن کے بعد تیری بہن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام احمد رکھنا۔ اولیاء کرام میں وہ ایسا ہی سردار ہوگا جس طرح کہ میں انبیاء کا سردار ہوں۔ اور جب وہ ہوشیار ہو جائے تو تعلیم کے واسطے شیخ علی قاری واسطی کے پاس بھیج دینا اور اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنا۔ اس خواب کے پورے چالیس دن بعد آپ مقام حسن میں پیدا ہوئے اور سات سال تک وہیں اپنے شفیق والدین کے سایہ عاطفت میں گذارے۔ آپ کی عمر مبارک کا ساتواں سال تھا کہ آپ کے والد ماجد حضرت سید علی نور اللہ مرقدہ کسی ضرورت سے بغداد کی طرف سفر میں گئے۔ اسی سفر میں بغداد میں ان کا انتقال ہوگیا۔

شفیق باپ کے وصال کے بعد بظاہر آپ کی تعلیم و تربیت کا کوئی سہارا نہ تھا اس وجہ سے آپ کے ماموں حضرت باز الاشہب شیخ منصور بطائحی قدس سرہٗ نے آپ کو معہ آپ کی والدہ محترمہ کے اپنے پاس بلا لیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ کی

قرآن پاک تو آپ نے مقام حسن میں ہی شیخ عبد السمیع الحربونی کے پاس حفظ یاد کرلیا تھا۔ کچھ دن کے بعد حضرت شیخ منصور نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق واسط میں زبدۃ العلما شیخ علی ابوالفضل قاری واسطی کی خدمت میں تحصیل علم کے واسطے آپ کو بھیجدیا شیخ علی واسطی نے بھی آپ کی تعلیم وتربیت میں خاص توجہ سے سعی کی۔

حضرت سید احمد کبیر صاحب رفاعی قدس اللہ سرہٗ میں بچپن سے ہی صلاحیت وسعادت مندی اور زہد واتقا کے آثار پائے جاتے تھے۔ بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ ؎

بالائے سرش زہوش مندی　　　　می تافت ستارۂ بلندی

چنانچہ آپ کی محترمہ ہمشیرہ سیدہ صالحہ جو نہایت عابدہ زاہدہ اور پرہیزگار خاتون تھیں وہ فرماتی ہیں کہ سید صاحب جس وقت شیر خوار تھے تو رمضان کے مہینے میں کبھی دن میں دودھ نہ پیتے تھے۔ چنانچہ اول اول تو یہ خیال کیا کہ شاید اس مرضعہ (دودھ پلانے والی) کا دودھ کسی وجہ سے نہ پیا ہو دوسری عورت کو دیا آپ نے اس کا بھی نہ پیا اسی طرح چند عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی مگر آپ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا ہاں مغرب کے بعد آپ دودھ پیتے تھے۔ جب ذرا ہوشیار ہوئے تو کھیل کود کی طرف بھی آپ کو بالکل توجہ نہ تھی۔ اسی سبب سے بہت تھوڑی مدت میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا اور جب آپ تحصیل علم کے لئے واسط گئے تو وہاں بھی ایسی محنت اور توجہ سے پڑھا کہ بیس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ اور نقلیہ یعنی حدیث شریف، تفسیر، فقہ معانی، منطق، فلسفہ وغیرہ غرض تمام فنون مروجہ کی تکمیل کرلی اور آپ کے استاد محترم نے آپ کو حدیث شریف اور دیگر علوم کی سند اور اجازت عطا کی

آپ شیخ علی واسطی کے علاوہ حضرت شیخ ابوبکر واسطی اور شیخ عبدالملک الحربونی
کے درس میں بھی شریک ہوتے تھے جو اس زمانہ کے علماء میں نہایت باکمال مشہور
تھے اور اپنے علم و فضل کی وجہ سے مرجع خلائق تھے۔ غرض جب حضرت سید صاحب
نوراللہ مرقدہ نے علوم دینیہ کی تکمیل کرلی اور آپ کے اساتذہ نے سند اور اجازت
عطا کی تو آپ نے بھی وہاں ہی سلسلہ تدریس شروع کردیا اور ساتھ ہی اپنے ماموں
صاحب شیخ بازالاشہب منصور بطائحی قدس سرہٗ سے علوم باطنیہ کی تحصیل بھی
شروع کردی۔ لطف خداوندی اور مناسبت طبعی کی وجہ سے آپ نے اس فن شریف
یعنی علوم باطنیہ میں بھی بہت جلد کمال حاصل کرلیا۔ ادھر تو علوم ظاہری میں
آپ کی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کا شہرہ ہوا اور بڑے بڑے
علماء و فضلاء آپ کے درس میں استفادہ کے لئے حاضر ہونے لگے۔ اور اُدھر جب
آپ نے نصاب طریقت اور سلوک و معرفت کے مدارج عالیہ کو طے کرلیا اور آپکے
زہد و اتقا اور پارسائی کا خاص و عام میں شہرہ ہوگیا اور آپ کے ماموں صاحب
نے خرقۂ سجادگی پہنا کر خانقاہ ام عبیدہ میں آپ کو بلالیا تاکہ آپ وہاں رہ کر
لوگوں کو ہدایت و رہنمائی کریں اور اپنے علوم ظاہری و باطنی سے لوگوں کو فائدہ
پہنچائیں۔ پھر تو آپ سے استفادہ کے لئے خلق اللہ ٹوٹ پڑی اور خانقاہ
ام عبیدہ میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں علماء و فقراء تحصیل علم اور
تزکیہ باطن کے واسطے رہنے لگے۔ خانقاہ مبارک میں جتنے آدمی رہتے تھے
سب کے کھانے پینے کا انتظام آپ ہی کی طرف سے ہوتا تھا تاکہ سالکین اور
طلباء فراغ قلب اور اطمینان سے حصول مقصد میں لگے رہیں اور فکر معاش
میں مبتلا ہوکر ذکر خداوندی سے غافل نہ ہوں۔ بعض مستند اور ثقہ
اہل علم بیان کرتے ہیں کہ بعض بعض ایام میں ہم نے دیکھا کہ دس ہزار آدمیوں کا

مجمع خانقاہ میں تھا اور سب کی مہمانی آپ کے لنگر خانہ سے ہوتی تھی۔ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت اقدس میں ۱۵ شعبان کو حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اسدن خانقاہ ام عبیدہ میں تقریباً ایک لاکھ انسان جمع تھے اور سب کے قیام وطعام کا انتظام سید صاحب کی جانب سے تھا آپکے اخلاق وعادات اور تمام وکمال اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے۔ عجز وانکسار تو اضع ومسکینیت آپ میں حد سے زیادہ تھی چنانچہ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلوک ومعرفت کے سب طریقوں کو دیکھا اور غور کیا لیکن تواضع اور انکسار سے بہتر کوئی طریقہ نظر نہ آیا اس واسطے میں نے اسی کو اپنے واسطے پسند کیا۔ اتباع سنت کے آپ خود بھی بہت پابند تھے اور خدام کو بھی تاکید فرماتے تھے۔ دنیا کمانے والے مکار صوفی منش لوگوں نے جو باتیں خلاف شرع ایجاد کر رکھی تھیں آپ ہمیشہ ان کو مٹانے کی کوشش فرماتے اور ایسے لوگوں سے نفرت کرتے تھے۔ لباس اور طعام میں سادگی کو پسند فرماتے تھے دنیاوی تکلفات اور سامان تعیش سے نفرت تھی۔ طبیعت میں شرم وحیا بہت غالب تھی حتیٰ کہ عادت مبارک یہ ہوگئی تھی کہ پہنے ہوئے کپڑے جب میلے ہوجاتے تو آپ دریا میں اتر کر بدن پر ہی کپڑوں کو مل کر صاف کر لیتے اور پھر دھوپ میں کھڑے ہو کر کپڑوں کو سکھاتے اور جب تک کپڑے سوکھ نہ جاتے تو آپ دھوپ میں ہی کھڑے رہتے۔

ابتداءً آپ پر عالمانہ کیفیت کا غلبہ تھا اور تعلیم وتعلم ہی آپ کا مشغلہ تھا مگر اس کے ساتھ آپ اپنے ماموں صاحب شیخ منصور بطائحی سے تصوف اور معرفت کی تحصیل بھی کرتے تھے تھوڑے ہی عرصہ میں عرفان وسلوک کے مدارج عالیہ کو طے کر کے عارف کامل بن گئے اور حضرت شیخ منصور بطائحی نے ۵۳۹ھ میں اپنے انتقال سے ایک سال پہلے خلافت عطا کر کے خرقہ پہنا دیا اور خانقاہ

ام عبیدہ میں آپ کو اپنا جانشین بنا دیا اور مشائخ وسالکین واسط اروق اور بصرہ وغیرہ کو آپ نے ہدایت کی کہ آئندہ وہ حضرت سید احمد رفاعی قدس سرہٗ سے رجوع کریں اور انہیں کو اپنا شیخ سمجھ کر استفادہ کریں۔ اس سے ایک سال بعد ۵۴۰ھ میں جب شیخ منصور کا وصال ہوا ہے تو آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ اس کے بعد آپ نے فضل وکمال اور اتقا وریاضت کا اس قدر شہرہ ہوا کہ دور دور سے لوگ رشد وہدایت کی تلاش میں آپ کی خدمت میں آتے اور آپ کے حلقۂ عقیدت میں شامل ہوکر کامیاب وبامراد جاتے۔

علامہ شیخ بن مہذب اپنی کتاب عجائب واسط میں لکھتے ہیں کہ آپ کی آخر عمر میں آپکے خلفاء کی تعداد اسی ہزار ایک سو تھی۔ عراق کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپکے دو چار خلیفہ نہ ہوں۔ اور عقیدت مند مریدوں کو تو کوئی شمار نہ تھا۔ آپ کے بعض خلفا اور مشائخ نے اور ان کے بعد بھی بہت سے بزرگوں نے آپ کے حالات ومناقب میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بعض کا ہم تذکرہ کرتے ہیں۔ ربیع العاشقین تریاق المحبین نفحۃ المسکیہ ام البراہین۔ شفا الاسقام۔ روضۃ المناظرین وغیرہ ان میں سے بعض کتابیں کمیاب ہیں اور بعض مصر وشام میں کثرت سے ملتی ہیں مگر ہندوستان میں کم۔ اگرچہ آپ علوم شریعت وطریقت میں کامل وماہر تھے اور شان علمیت کا غلبہ بھی تھا لیکن تصنیف وتالیف کی طرف خاص توجہ نہ تھی۔ البتہ اکثر خاص مجالس میں اور کبھی مساجد میں وعظ فرماتے تھے یا روزمرہ کی گفتگو میں خلفاء کو نصائح فرماتے تھے تو آپ کی اجازت یا ایما سے آپ کے خدام اس کو قلمبند کر لیتے اس طرح چند کتابیں آپ کی تصنیف سے مشہور اور موسوم ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مجالس الاحمدیہ۔ کتاب الحکم۔ آثار المنافعہ الحکم الساطعہ البرہان المؤید۔ آخر الذکر کتاب کا ترجمہ آپ کے ہاتھ میں ہے جس کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ عالمانہ نصائح اور صوفیانہ حقائق اور معارف کا ایک بے قیمت خزانہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقریب خداوندی میں آپ کو وہ مرتبہ عطا کیا گیا تھا جو کسی دوسرے

ولی اللہ کو میسر نہ آیا ہوگا۔ آپ علم شریعت و طریقت کے جامع تھے آپ سے بہت سی عجیب باتیں بطور کرامت صادر ہوئیں جن سے آپ کے علوئے مرتبت اور تقرب الٰہی کا حال معلوم ہوتا ہے سب سے زیادہ نادر اور مشہور کرامت آپ کی یہ ہے کہ جب آپ ۵۵۵ھ میں زیارت بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے۔ گنبد خضرا کے قریب پہونچ کر آپ نے باواز بلند کہا السلام علیک یا جدی فوراً روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے ندا آئی کہ علیک السلام یا ولدی اس ندار مبارک کو سن کر آپ پر وجد طاری ہوگیا آپ کے علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے سب نے آواز کو سُنا تھوڑی دیر کے بعد بحالت گریہ آپ نے یہ دو شعر پڑھے۔

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا تقبل الارض عنی وھی نائبتی

جدائی (دوری) کی حالت میں تو اپنی روح کو روضۂ مطہر صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا تھا تاکہ میری طرف سے آپ کی آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرلے۔

وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

اور جبکہ یہ دولت دیدار مجھے اصالۃً حاصل ہے تو آپ اپنا مبارک ہاتھ دیجئے کہ میں اسے بوسہ دے کر عزت حاصل کردوں۔

اسی وقت قبر مطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے دست مبارک نکلا اور آپ نے اس کو بوسہ دیا۔ اس وقت روضۂ مقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریباً نوے ہزار عاشقان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و مشتاقان روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجمع تھا جنھوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہیں میں حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ عدی بن مسافر الاموی رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی واسطیؒ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی تھے اِس واقعہ کو اس کثرت سے علماء نے بیان کیا ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت سی عجیب کرامتیں ہیں جن کا یہاں ذکر ناطوالت کا باعث ہوگا۔ اِس واسطے صرف اِسی واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں اور حقیقتِ حال تو یہ ہے کہ اس کے بعد کسی چیز کے ذکر کی حاجت بھی نہیں ہے۔

آپ کی پہلی شادی حضرت شیخ ابو بکر بن لحی انصاری بخاری کی صاحبزادی سیدہ خدیجہ انصاریہ سے ہوئی جو نہایت نیک طبیعت عبادت گذار خاتون تھیں ان کے بطن سے دو صاحبزادیاں فاطمہ اور زینب پیدا ہوئیں پھر جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا تو آپنے ان کی بہن حضرت رابعہ سے نکاح کیا اور ان کے بطن سے ایک فرزند قطب الدین پیدا ہوئے جو سترہ سال کی عمر میں لاولد اپنے شفیق باپ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئے۔ آپ کی صاحبزادیوں کی شادیاں آپ کے ہجد چچازاد بھائی اور ہمشیرہ زادہ سے ہوئیں جن کے نام مہذب الدولہ علی بن سیف الدین اور ممہد الدولہ عبدالرحیم ہیں ان دونوں صاحبزادیوں سے آپ کا سلسلۂ نسب چلا اور آپ کی اولادیں بڑے بڑے عالم و فاضل اور باکمال بزرگ ہوئے اگرچہ بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے فرزند قطب الدین صالح نے ایک لڑکا چھوڑا تھا جس سے اولاد کا سلسلہ چلا مگر یہ قول صحیح نہیں ہے درست قول یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادہ لاولد فوت ہوئے اور آپ کا سلسلۂ نسب صاحبزادیوں سے ہی چلا۔

آپ نے ۶۶ سال کی عمر تک اس دارِ فانی میں رہ کر خلق اللہ کی خدمت کی اور ۵۷۸ھ میں آپ نے اس عالمِ فانی کو چھوڑ کر عالم بقا کا سفر اختیار کیا۔ نور اللہ مرقدہٗ۔ آپ کے وفات کی خبر فرشتۂ غیب نے

اطراف ونواح ام عبیدہ میں مشہور کردی لوگ دور دور سے آپ کی آخری زیارت اور نماز جنازہ کی شرکت کے لئے ام عبیدہ میں جمع ہونے لگے بعض مورخین کا بیان ہے کہ آپ کی نماز جنازہ کے وقت تقریباً ۹ لاکھ مرد عورت کا مجمع تھا بعد نماز آپ کی میت کو ام عبیدہ کی اسی خانقاہ میں سپرد خاک کیا جس میں آپ کے نانا صاحب کا مزار تھا۔ عارف باللہ سید سراج الدین رفاعی نے ایک شعر میں آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخ اور عمر کی مقدار بھی لکھی ہے ؎

ولادتہ بشری وللہ عمرہ ۔۔۔ وجائت بشری اللہ بالقرب والزلفی

آپ کی ولادت خدا کی طرف سے بشارت تھی اور آپ کی عمر اللہ کے واسطے تھی اور آپ کے تقرب الٰہی کی بھی خدا کی طرف سے خوشخبری تھی۔

لفظ بشریٰ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے اور لفظ اللہ کے عدد آپ کی عمر پر دلالت کرتے ہیں اور بشریٰ اللہ سے سال وفات معلوم ہوتا ہے۔

دیباچۂ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمداً یوافی نعمہ + ویکافی مزیدہ + والصلوٰۃ والسلام علے الدرۃ النبویۃ الفریدہ + روح جسم الموجود + ومنور کل موجود + سیدنا ومولانا وقرۃ عیوننا ونبیّنا الرّسول المکرم + حبیب الرّحمٰن محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ وعلیٰ آلہ واصحابہ وعترتہ واجابہ + وتابعیھم باحسان الی یوم الدین۔ اٰمین اٰمین

امابعد اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ نعمتوں اور اپنی پستیوں پر جب نظر کرتا ہوں تو بیساختہ یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیمِ صبح تیری مہربانی

کسی نے سچ کہا ہے ؎

داد او را قابلیت شرط نیست بلکہ شرطِ قابلیت داد اوست

مجھے اپنی قسمت پر ناز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس متبرک کتاب کے ترجمہ کی خدمت لے لی جو میرے حوصلے سے بہت زیادہ تھی۔ اس کتاب کی خوبی اور عمدگی مضامین کے متعلق مجھے یا کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں صرف صاحب کتاب کا نام نامی اور اسم گرامی اس کے لئے کافی ضمانت ہے۔ پھر ناظرین کا ضمیر مطالعہ کے بعد خود فیصلہ کرلے گا کتاب کیسی اور اس کے مضامین کس درجہ کے ہیں! اس وقت مجھے چند باتیں بطور مقدمہ کے اس کتاب کے

متعلق عرض کرنا ہیں تاکہ مطالعہ میں زیادہ بصیرت ہو جائے۔

الف۔ یہ کتاب بطور تصنیف کے نہیں لکھی گئی بلکہ درحقیقت یہ ان مواعظ و نصائح کا مجموعہ ہے جو حضرت غوث مقدم قطب معظم حجۃ الاسلام۔ ملجا الخواص والعوام صاحب الخوارق الجلیلہ والمآثر الجمیلہ سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد رفاعی قدس سرہٗ نے اپنی خانقاہ شریف واقع ام عبیدہ میں کرسئ وعظ پر تشریف فرما ہو کر متعدد مجالس میں ارشاد فرمائے۔

ب۔ حضرت سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد رفاعی قدس اللہ سرہٗ کی یہ کرامت مشہور بلکہ درجۂ تواتر کو پہنچ چکی ہے کہ ۵۵۵ھ میں جب آپ مدینہ منورہ پہونچے اور روضۂ اقدس وانوار میں حضور پرنور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے حاضر ہوئے تو ان الفاظ سے سلام عرض کیا۔ السلام علیک یا جدی۔ آپ پر سلام ہو اے میرے نانا۔ جواب میں روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آواز آئی وعلیک السلام یا ولدی۔ میرے بیٹے تم پر بھی سلام ہو۔ اس آوازِ مبارک سے حضرت سید احمد کبیر قدس سرہٗ پر حالت وجد طاری ہو گئی اور جوشِ محبت و فرطِ اشتیاق میں عرض کیا ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

جب میں دور تھا تو اپنی روح کو بھیجدیا کرتا تھا وہ میری طرف سے نائب ہو کر آپکی قدمبوسی کرجاتی تھی اور اب تو میں اپنی شکل وصورت کے ساتھ دردولت پر حاضر ہو گیا ہوں تو اپنا دستِ مبارک بڑھا دیجئے تاکہ میرے لب اس سے کامیاب ہو جائیں۔ یہ کہنا تھا کہ قبر کریم سے نبی اکرم رسول اعظم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک چمکتا ہوا ظاہر ہوا اور حضرت شیخ نے آگے

بڑھ کر دستِ مبارک کا بوسہ لے لیا جس کے بعد وہ پھر قبر شریف میں مخفی ہو گیا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے ہزاروں آدمی تھے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ج۔ یہ واقعہ ۵۵۵ھ میں ہوا اس واقعہ کے بعد ۵۵۶ھ سے جب کہ حضرت شیخ حج و زیارت سے فارغ ہو کر خانقاہِ ام عبیدہ میں واپس تشریف لائے تو حضرت شیخ کے مواعظ قلمبند کرنے کا اہتمام کیا گیا چنانچہ یہ مجموعہ مواعظ اس کرامت مشہورہ کے بعد ہی کے ارشادات ہیں جیسا کہ شیخ شرف الدین بن عبد السمیع ہاشمی واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے اصل کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے۔

د۔ شیخ شرف الدین بن عبد السمیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور میرے احباب کی ایک بڑی جماعت نے حضرت شیخ کے دہن مبارک سے سُنکر ان مواعظ کو جمع کیا ہے اور اس کا اہتمام کیا ہے کہ حضرت شیخ کے الفاظ کو بعینہ بجنسہٖ ضبط کیا جائے۔

ہ۔ حضرت سیدنا الشیخ سید احمد کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسباً سیّد ہیں، حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب شہیدِ کربلا امام حسین ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے۔ آپ کو رفاعی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کے اجداد میں سید ابو المکارم حسن کا لقب رفاعہ تھا۔ بعض علماء نے جو آپ کو قبیلہ عرب بنو رفاعہ کی طرف منسوب کیا ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ بڑے بڑے علماء مشائخ و محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدنا الشیخ احمد کبیر رحمۃ اللہ علیہ و رضی اللہ تعالےٰ عنہ نسباً ہاشمی اور سیّد حسینی تھے۔

و۔ یہ کتاب علمِ تصوف میں ہے اور اس کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔ تصوف کی حقیقت، شریعت و طریقت کی وحدت و یگانگت، صوفیا و علماء کے باہم اختلاف کی مذمت کو بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے۔

صوفیاء کو علم اور علماء کے احترام اور علماء کو صوفیاء اور طریقت کی تعظیم کی تاکید کی گئی ہے۔

مسئلہ سماع کی حقیقت کو ایسا بے نقاب کیا ہے کہ شاید کسی کتاب میں ایسا نہ کیا گیا ہوگا۔ مراقبہ موت اور یاد آخرت کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ تصحیح عقائد اور اتباع سنت تواضع و عبدیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ مختصر اور پر مغز نصائح عجیب پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ آخر میں کچھ علوم کشفیہ بھی ہیں جن میں نفس و روح وغیرہ کی تحقیق ہے۔ یہ مسائل دقیق ہیں۔ عوام کی فہم سے بالا ہیں۔ لیکن اگر زیادہ کاوش اور کھود کرید نہ کی جائے تو نفس مطلب کا سمجھنا زیادہ دشوار نہیں۔

ن۔ احقر مترجم نے بین القوسین جو کچھ اضافہ کیا ہے وہ زیادہ تر عبارات میں ارتباط ظاہر کرنے یا کسی مشکل مضمون کی شرح کرنے کے لئے کیا ہے۔

(**تنبیہ**) ترجمہ کے متعلق یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اصل کتاب میں بعض الفاظ ایسے تھے جن کے متعلق مجھے سہو کاتب کا ظن یا یقین ہوا۔ ایسے مقامات میں سیاق و سباق پر نظر کر کے لفظ کی اصل جو کچھ میری سمجھ میں آئی اس کے موافق ترجمہ کر دیا گیا۔ کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ میرے سامنے نہ تھا جس سے مراجعت اور تصحیح کی جا سکتی مگر مجھے امید ہے کہ اس سے اصل مضمون پر کوئی اثر نہیں ہوا میں نے حضرت شیخ کے مقصود کو محفوظ رکھنے کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۷۔ سخت ناشکری ہوگی اگر میں اس حقیقت کا اظہار نہ کروں کہ مجھے اس کتاب کے ترجمہ اور شرح میں ان علوم و معارف سے بہت زیادہ مدد ملی ہے جو حضرت مجدد ملت حکیم الامۃ اشرف العلماء الکرام قطب الارشاد مرشد الانام

سیدی و مولائی مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم سے اس ناچیز کو حاصل ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس کے نفس قدسیہ کے سہارے ہی سے میں اس میدان میں چل سکا۔ ورنہ اس قابل ہرگز نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ اس ابر رحمت و آفتاب ولایت و معرفت کو تا دیر سایہ فگن و جلوہ آرا رکھے آمین دیرحم اللہ عبداً قال اٰمیناً۔

ط۔ اصل کتاب کا نام البرہان المؤید ہے۔ ترجمہ کا نام حسب ارشاد سیدی حکیم الامۃ دام مجدہم البنیان المشید رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور نام کے موافق اس کو شاداب و سرسبز اور بہار بے خزاں بنائیں۔ آمین۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ تھانوی عثمانی[1]

حال مقیم اشرف آباد دار العلوم ٹنڈو آلہ یار سندھ

نوٹ: یہ دیباچہ ۱۳۵۱ھ میں مدرسہ محمدیہ راندیریہ میں لکھا گیا تھا۔ اب محرم ۱۳۷۵ھ میں بمقام دار العلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو آلہ یار سندھ۔ اس پر اور پورے ترجمہ پر نظر ثانی کی گئی۔ پہلی بار اس کو میرے محترم دوست حاجی محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ ماہواری الہادی میں قسط وار چھاپا تھا اب ان کے خلف الصدق محمد عبدالمنان سلمہ اللہ وکرمہ نے دوبارہ کتابی صورت میں طبع کیا اور اب الحمد للہ فوٹو آفسٹ پر تیسری مرتبہ پھر محمد عبدالمنان غفرلہ نے طبع کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دیں اور دنیا و آخرت کے تمام مقاصد عالیہ میں کامیاب فرمائیں۔ آمین۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

۱۹ محرم ۱۳۷۵ھ

---

[1] افسوس حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء کو اس دار فانی سے دار البقاء کو تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمداً یرضاہ لذاتہ ٭ والصلوٰۃ والسلام علٰی سید مخلوقاتہ ورضی اللہ عن الصحابۃ والآل ٭ واتباعھم من اھل الشرع والحال ٭ والسلام علینا وعلٰی عباد اللہ الصالحین ٭

بزرگو! اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے والوں کا

سلوک کا پہلا قدم زہد ہے، اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدار اخلاص نیت پر ہے

پہلا قدم زہد ہے (یعنی دنیا سے بے رغبت ہونا اور آخرت کا مشتاق ہونا اور اس کی بنیاد تقویٰ ہے اور تقویٰ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے کا نام ہے جو کہ علم وحکمت کی جوٹی ہے۔ اور ان سب کا مدار ارواح واجسام کے امام سید معظم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی طرح پیروی کرنے پر ہے۔ اور تابعداری کا پہلا زینہ یہ ہے کہ خلوص کی ساتھ آپ کی اقتدا کی جائے۔ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور وہ کچھ دنیا کا مال ومتاع بھی چاہتا ہے تو آپ نے اس سے کیا فرمایا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے لئے کچھ ثواب نہیں۔ لوگ اس جواب سے گھبرا گئے اور اس شخص سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا سوال دھراؤ کیونکہ شاید تم اپنے مقصود کو صاف نہیں بیان

کر سکے۔ اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا مال و متاع بھی (حاصل کرنا) چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے کچھ ثواب نہیں لوگ پھر گھبرا گئے اور سائل سے کہا کہ پھر سوال کر اس نے تیسری مرتبہ پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ دنیا کا کچھ مال و متاع بھی (حاصل کرنا) چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ اس کے لئے کچھ ثواب نہیں۔ اس حدیث کو ثقات نے روایت کیا اور محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے اس حدیث سے اور جو اس کے مثل ہیں ہم کو معلوم ہو گیا کہ اعمال کا نتیجہ نیت ہی سے اچھا ہوتا ہے۔ اور نیت سے ہی برا ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھی نیتوں سے معاملہ کرو اور اپنی حرکات و سکنات میں اس سے ڈرتے رہو۔

اور اپنے متشابہات میں غور کرنے سے عقائد کو بچانا چاہیئے | عقائد کو متشابہات[1] کے ظاہری معنے

پر چلنے سے بچاؤ خواہ وہ کتاب اللہ میں ہوں یا حدیث میں کیونکہ متشابہات کی ظاہری مراد پر چلنا کفر کی جڑ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ قرآن کی ان آیات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو متشابہ ہیں لوگوں میں فتنہ برپا کرنے کے لئے اور ان کا مطلب تلاش کرنے کے لئے (حالانکہ ان کا مطلب اللہ عز و جل کے سوا کوئی نہیں جانتا) متشابہ کے متعلق تم پر اور ہر مکلف پر یہ لازم ہے کہ اس بات پر ایمان رکھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

[1] متشابہات وہ آیات اور احادیث ہیں جن کا ظاہری مطلب مراد نہیں ہوتا اور اصلی مطلب کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہے۔ جس کو اس نے اپنے بندہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور اس کا مطلب معلوم کرنے کے درپے نہ ہو کیونکہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم کو اس کا تفصیلی مطلب معلوم کرنے کا مکلف نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ جس کی عظمت بہت بڑی ہے فرماتا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا اور اس کے مطلب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم کامل رکھتے ہیں وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں یہ سب کا سب ہمارے پروردگار کی طرف سے (نازل ہوا) ہے۔ بزرگان سلف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کو ان باتوں سے پاک سمجھتے ہیں جو متشابہات کے ظاہری الفاظ سے سمجھا جاتا ہے اور جو معنے اس سے مراد ہیں (اس میں غور نہیں کرتے بلکہ) اس کو حق تعالےٰ وتقدس کے حوالے کر دیتے ہیں۔ ایک عارف سے کسی نے خالق کے متعلق سوال کیا (اور اللہ تعالےٰ کے سب نام پاکیزہ ہیں) آپ نے سائل سے فرمایا کہ اگر تو خالق کی ذات کو پوچھنا چاہتا ہے تو اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور اگر اس کی صفات دریافت کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک ہے سب اسی کے محتاج ہیں نہ اس نے کسی کو جنا نہ کسی سے جنا گیا اور اس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ اور اگر اس کا نام پوچھنا چاہتا ہے تو وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں غائب اور حاضر سب کا جاننے والا ہے اور وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اور اگر اس کے کام کو پوچھنا چاہتا ہے تو وہ ہر دن ایک خاص شان میں ہے (کسی کو جلاتا ہے کسی کو مارتا ہے کسی کو عزت دیتا ہے۔ کسی کو ذلیل کرتا ہے۔)

توحید کی حقیقت

اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام باتوں کو جو توحید کے متعلق بیان کی گئی ہیں اپنے اس ارشاد میں

جمع کر دیا ہے کہ جو شخص اپنے خالق کو پہچاننے کے درپے ہوا گر اس کی معرفت کسی ایسے موجود پر ختم ہو گئی جس تک اس کا ذہن پہونچ سکتا ہے تو یہ شخص مشبہ[1] ہے اور اگر خالص عدم تک پہونچکر مطمئن ہو گیا تو یہ معطل ہے اور اگر ایک ایسے موجود پر دل کو قرار ہو جس کے پہچاننے سے عاجز ہونے کا دل نے اقرار کر لیا تو یہ موحد ہے۔

بزرگو! اللہ تعالیٰ کو محدثات[2] کے عیوب اور مخلوقات جیسی صفات سے منزہ (پاک) سمجھو۔ اور اللہ تعالےٰ کے حق میں استوا کی تفسیر قرار پکڑنے کے ساتھ نہ کرو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی مخلوق سے قرار پکڑے اس قسم کی باتوں (سے اپنے عقائد کو پاک اور محفوظ رکھو کہ معاذ اللہ) وہ عرش پر اس طرح قرار پکڑے ہوئے ہے جیسا بعض اجسام دوسرے اجسام پر قرار پکڑتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کا (عرش میں) حلول کرنا لازم آتا ہے اللہ تعالےٰ اس سے بلند و برتر ہے۔

---

[1] مشبہ وہ فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق جیسی صفات ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہاتھ پیر ہیں۔ ہمارے ہی طرح سنتا دیکھتا اور جانتا ہے۔ اور معطل وہ فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ مخلوق جیسی صفات ثابت کرتا ہے نہ ان صفات کو ثابت کرتا ہے جو خالق کے لائق ہے بلکہ جن صفات کمال کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے ان کی تفسیر بھی نفی سے کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عاجز نہیں علیم کا مطلب یہ ہے کہ جاہل نہیں۔ یہ مطلب نہیں مانتا کہ اللہ تعالےٰ میں علم اور قدرت کی صفت موجود ہے موحد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو موجود مانتا اور اس کے لئے صفات مطلب کمال کو ثابت کرتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت وکنہ کو نہ بیان کر سکتا ہوں نہ سمجھ سکتا ہوں صرف دلائل عقلیہ و نقلیہ سے صانع عالم کے وجود اور وحدت اور تمام صفات کمال کا قائل ہوں اور دنیا بھر کو قائل کر سکتا ہوں مگر ذات و صفات کے تعلق کی حقیقت نہیں بتلا سکتا۔ کیونکہ انسان خود اپنی حقیقت اور اپنی ہی صفات و ذات کے تعلق کو نہیں بتلا سکتا۔

[2] محدث وہ ہے جو پہلے نہ تھا پھر موجود ہوا۔ قدیم وہ ہے جو ہمیشہ سے ہوا اور ہمیشہ رہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدیم نہیں سب محدث ہیں ۱۲

خبردار! اللہ تعالیٰ کے لئے فوقیتعہ اور سفلیتعہ اور مکان ثابت نہ کرنا اور ہاتھ اور آنکھ (انسانی اعضا کی طرح) اور آمدورفت کے طریقہ پر نزول (اترنا) کے قائل نہ ہونا کیونکہ کتاب وسنت میں اگر کہیں ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے بظاہر یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں تو اسی کتاب وسنت میں اسی جیسی دوسری نصوص بھی ہیں جو اصل مقصود کی تائید کرتی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی طرح نزول وفوق ومکان اور ید وعین سے پاک ہونا بتلاتی ہیں) پس اب اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ سلف صالحین کی طرح یوں کہا جائے کہ ہم ان متشابہات کے ظاہر پر ایمان لاتے ہیں اور مراد کے علم کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم اللہ تعالےٰ کو کیفیت سے اور مخلوقات کے عیوب سے پاک بھی سمجھتے ہیں۔ پیشوایان سلف اسی راستے پر چلتے رہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں جو اپنی صفت بیان فرمائی ہے ہمارا کام اس کو پڑھ لینا اور خاموش رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو ان کی تفسیرلہ کا حق نہیں تم کو چاہیئے کہ متشابہات کو محکم پر محمول کرو کیونکہ کتاب اللہ میں اصل وہی آیات ہیں جو محکم ہیں۔ متشابہ محکم کے معارض نہیں ہوسکتا (محکم وہ آیات ہیں جن کا مطلب واضح ہے اور کبھی منسوخ نہیں ہوسکتیں۔ اعتقاد ان ہی کے موافق رکھنا چاہیئے۔ اور متشابہات اگر ظاہر میں ان کے خلاف ہوں تو سمجھنا چاہیئے کہ حقیقی مراد ان کی بھی محکم ہی کے موافق ہے گو ہم نے سمجھے ہوں کیونکہ متشابہات

لہ اگر کوئی اس کی وجہ پوچھے کہ ہم کو کیوں حق نہیں اس سے کہا جاوے گا کہ پہلے تو اپنی ذات کی حقیقت اور اپنی صفات کی ماہیت اور ذات وصفات کے درمیانی تعلق کی حقیقت ہی بتلادے اس کے بعد خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت بتلانے کی جرات کرنا واقعہ یہ ہے کہ انسان کو اب تک خود اپنی حقیقت کی بھی خبر نہیں پھر ایسے عاجز وناقص کا کیا منہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کی ذات وصفات کی حقیقت میں کلام کرے ۱۲

عہ اوپر ہونا ۱۲ عسہ نیچے ہونا ۱۲

کے متعلق خود قرآن کا فیصلہ ہے کہ ان کی اصلی مراد کو اللہ ہی جانتا ہے۔)

ایک شخص نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے الرحمٰن علے العرش استویٰ کا مطلب پوچھا (جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ رحمٰن نے عرش پر قرار پکڑا) امام مالکؒ نے فرمایا کہ استوار (کا ترجمہ) تو معلوم ہے مگر اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی اور اس پر ایمان لانا واجب اور اس کی تحقیق و تفتیش کرنا بدعت ہے اور میرے خیال میں تو بدعتی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اس کو نکال دیا جائے کسی نے ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں بدون تشبیہ[1] کے اور تصدیق کرتا ہوں بدون تمثیل کے اور اس کی حقیقت کے سمجھنے سے اپنے نفس کو عاجز پاتا ہوں اور اس میں غور کرنے سے پوری طرح نفس کو روکتا ہوں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ جو شخص یوں کہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدا آسمان میں ہے یا زمین میں وہ کافر ہوگیا کیونکہ اس کی اس بات سے وہم ہوتا ہے کہ اس کے خیال میں اللہ تعالےٰ کے لئے کوئی مکان ہے اور جو شخص اس کا وہم بھی دل میں لائے کہ حق تعالےٰ کے لئے مکان ہے (وہ کسی خاص جگہ میں ہے) وہ مشبہ ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے استوا کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے جس طرح خبر دی ہے اس کے موافق استوار ثابت ہے مگر نہ ایسا جیسا انسان کے دل میں خطرہ گذرتا ہے۔ اور امام ابن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی شے میں ہے یا کسی شے سے ہے یا کسی شے پر ہے وہ مشرک ہوگیا کیونکہ اگر وہ کسی شے پر ہے تو دوسری شے اس کو اٹھائے ہوئے ہے اور کسی شے میں ہے تو محصور و

[1] یعنی اس پر ایمان لاتا ہوں کہ رحمٰن عرش کے اوپر ہے مگر مثال نہیں دے سکتا کہ عرش کے اوپر کس طرح ہے ۱۲

مقید ہے اور کسی شے سے ہے تو محدث (اور مخلوق) ہے (اور خدا تعالیٰ کا ان تمام عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے)

بزرگو! اپنے دلوں سے اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈو (باریک باتیں نکالنے اور زبان چلانے سے خدا نہ ملے گا) وہ تو گردن کی رگ سے زیادہ تمہارے نزدیک ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ دین اخلاص کا نام ہے۔ جب تم لاآلہ الا اللہ کہو تو ایسے اخلاص سے کہو جو اغیار سے اور تشبیہ و کیفیت اور تحتیت و فوقیت اور قرب و بعد کے خطرات سے بالکل پاک ہو اور (اس کے بعد) خالص نیت کے ثمرات حاصل کرو، کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہے۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو (یعنی اس نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے ہجرت کی ہو) تو اس کی ہجرت (واقعی) اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہے جس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کے لئے جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت (اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں بلکہ) اسی چیز کی طرف ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔

ارکان اسلام کی پابندی کی تاکید

اپنے اعمال کو ان پانچ ارکان پر مضبوطی کے ساتھ جماؤ جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) اس بات کی دل و زبان سے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) بیت اللہ کا

حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

بدعت سے بچنے کی تاکید

بدعت سے بچتے رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے اس دین میں نئی باتیں ایجاد کرے وہ مردود ہے۔ اللہ تعالےٰ سے تقوے کے ساتھ اور مخلوق سے سچائی اور حسن خلق کے ساتھ اور اپنے نفس سے مخالفت کے ساتھ معاملہ کرو شریعت کی حدود سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے جب کوئی عہد کرلو اس کو پورا کرو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا ہے اس کو مضبوط پکڑلو اور جس سے منع فرمادیا ہے اس سے باز آجاؤ۔ جھوٹ سے بچو۔ نہ خدا پر جھوٹ لگاؤ نہ مخلوق پر (اپنی بڑائی کا) دعویٰ کرنا خدا تعالےٰ پر اور مخلوق پر جھوٹ لگانا ہے۔

بندگی کی حقیقت

بندگی پوری یہ ہے کہ مقام عبدیت کو پہچانے۔ دین یہ ہے کہ احکام پر عمل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے اُن سے بچے اور دونوں میں عاجزی وانکسار اختیار کرے (احکام کی تعمیل اور گناہوں سے بچنے کے بعد اپنے کو بزرگ اور متقی نہ سمجھے) احکام پر عمل کرنا اللہ تعالےٰ سے قریب کرتا ہے۔ اور ممنوعات سے بچنا اللہ تعالےٰ کے خوف سے ہوتا ہے بدون اعمال کے قرب کی خواہش کرنا محال اور سخت محال کی طلب ہے۔ بے باکی کے ساتھ خوف (کا دعویٰ کرنا) فضیحت (اور رسوائی کا سبب) ہے اللہ تعالےٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ذریعہ ڈھونڈو۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں نفس اور خواہش نفس کے ساتھ نہ چلو۔ جو شخص نفسانیت کو ساتھ لے کر اس راہ میں چلتا ہے وہ پہلے ہی قدم میں کھویا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا حکم

بزرگو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بہت بڑا سمجھو۔ آپ ہی واسطہ ہیں مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان میں، آپ ہی نے خالق و مخلوق کا فرق بتلایا آپ اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں مخلوق الٰہی میں سب سے زیادہ کامل ہیں۔ اللہ کے پیغمبروں میں سب سے افضل ہیں۔ اللہ کی طرف راستہ بتلانے والے، اللہ کی طرف سب کو بلانے والے، اللہ کی خبریں سنانے والے، اللہ کی باتیں معلوم کرنے والے ہیں۔ آپ ہی سب کے لئے بارگاہ رحمانی کا دروازہ اور دربار صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں۔

جو آپ سے مل گیا اللہ سے مل گیا۔ جو آپ سے جدا ہوا اللہ تعالیٰ سے جدا ہوا۔ آپ کا ارشاد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

بزرگو! خوب جان لو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جیسی آپ کی حیات میں تھی (اور قیامت تک باقی رہے گی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کا اور اس کے اوپر جو کچھ ہے سب کا وارث ہو جائے تمام مخلوق (قیامت تک) آپ ہی کی شریعت کی مکلف ہے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اور آپ کا معجزہ بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ یعنی قرآن شریف۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہدیجئے (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اگر تمام جن و انس اکٹھے ہو کر اس بات کی کوشش کریں کہ اس قرآن کا مثل بنا لائیں تو وہ اس کا مثل نہ لا سکیں گے۔

صحیح حدیثوں کا رد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کلام اللہ کو رد کرنا

بزرگو! جس نے حضور[له] صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیثوں کو رد کیا وہ ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کلام اللہ کو رد کیا۔ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور کتاب اللہ پر بھی اور ان تمام باتوں پر بھی جو ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اس کو اسی کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

صحابہ کے مراتب کا بیان اور اُن کی شان میں گستاخی کرنے کی ممانعت

صحابہ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

صحابہ سب کے سب ہدایت پر ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں تم جس کی بھی پیروی کرلو گے ہدایت پالو گے۔

صحابہ کے درمیان جو اختلافات (ونزاعات) ہوئے ہیں اُن (کے تذکرہ)

[له] یہاں سے اس فرقہ کا حال معلوم ہوگیا جو صحیح حدیثوں کو دینی حجت نہیں سمجھتے یہ لوگ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر رہے ہیں اور اپنے کو جہنم کا کندہ بنا رہے ہیں صحیح حدیثوں کے متعلق جس قسم کے شبہات یہ جماعت منکرین حدیث بیان کرتی ہے یہ وہی باتیں ہیں جو ایک مستشرق یہودی نے لکھی ہیں" ظ

سے زبان روک لینا واجب ہے اور بجائے اس کے) ان کے محاسن (وکمالات وخوبیاں) بیان کرنا چاہئیں ان سے محبت رکھنا چاہیئے۔ ان کی تعریف کرنا چاہیئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ صحابہ سے محبت رکھو ان کے ذکر وتذکرہ سے برکت حاصل کیا کرو اور ان جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور امام کی، اطاعت اور اس کی بات سننے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ ایک غلام ہی تم پر حکومت کرنے لگے۔ کیونکہ جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلاف دیکھے گا (اس وقت) تم میری سنت اور خلفاء راشدین اصحاب ہدایت کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑے رہو اور نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے

محبت اہلِ بیت کی تاکید

دوستو! اور اپنے دلوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کرام کی محبت سے بھی روشن کرو کیونکہ یہ حضرات وجود کے چمکتے ہوئے انوار اور سعادت کے روشن آفتاب ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ احکام) پر کسی معاوضہ کا طالب نہیں سوا اس کے کہ قرابت داری کی ہمدردی (کا حق) ادا کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ اللہ فی اھل بیتی میری اہل بیت کی بابت اللہ سے ڈرو اور ان کے حقوق کو ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ جس بندہ کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں اس کو اہل بیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی تعمیل کی پوری توفیق عطا فرماتے ہیں۔

وہ ان سے محبت کرتا ان کی عظمت کرتا مدد کرتا اور ان کی شان رفیع کا اہتمام

کرتا اُن کی عزت کی حفاظت کرتا ان کے حقوق کی رعایت کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق ان کے بارہ میں امت پر ہے اس کی پوری نگہداشت کرتا ہے (قیامت میں) آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی اور جس کو اللہ سے محبت ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہوگی اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی آپ کی اہلِ بیت سے بھی ہوگی اور جو اہل بیت سے محبت کرے گا وہ اُن کے ساتھ ہوگا اور وہ اپنے جدامجد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گے۔ ان کو اپنے سے آگے بڑھاؤ خود اُن سے آگے نہ بڑھو ان کی مدد کرو تعظیم کرو اُس کی برکتیں تمہارے اوپر برسیں گی۔

صحبت اولیاء اللہ کی تاکید

اولیاء اللہ کے دامن سے چمٹ جاؤ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا وکانو یتقون ○ سنو! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے (اولیاء اللہ) وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔ ولی وہ ہے جو اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اس پر ایمان رکھتا ہوا ور تقویٰ پر کاربند ہو۔ پس جس کو اللہ سے محبت ہو اس سے دشمنی نہ کرو بعض آسمانی کتابوں میں ہے۔ من[1] اذی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب اللہ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی ولی کو ایذا دے گا میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے (جب وہ ذلیل کئے جائیں یا ان کو ایذا دی جائے بہت) غیرت کرتے ہیں ان کی خاطر ایذا دینے والوں سے انتقام لیتے ہیں۔ اور جو ان سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے اکرام کے لئے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جو اُن کی پناہ میں آجاتا ہے اس کی مدد فرماتے ہیں خصوصیت

[1] یہ مضمون حدیث میں بھی آیا ہے جو صحاح میں موجود ہے ۱۲

کے ساتھ اس آیت کے مخاطب اولیار ہی ہیں۔ نحن اولیاء کم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ (فرشتے ان سے کہیں گے) ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رفیق ہیں۔ اولیار کی محبت کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ ان کا قرب حاصل کرو۔ ان کی وجہ سے تم کو برکت حاصل ہوگی۔ ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہی اللہ کی جماعت ہے اور سن لو! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

رعایت حدود کی تاکید

بزرگو! حدود مراتب کا لحاظ رکھو غلو سے بچو (یعنی کسی کو اس کے درجہ سے آگے نہ بڑھاؤ)

ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو نوع انسان میں سب سے بزرگتر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور انبیار میں سب سے افضل واشرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے افضل آپ کی آل واصحاب ہیں۔ ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعین ہیں جو خیر القرون میں تھے یہ تو (مراتب کا) اجمالی بیان تھا اور تفصیل وتعیین کے ساتھ فضیلت معلوم کرنے کے لئے نص شریعت[لے] کا اتباع کرو نص کا۔ خبردار اس میں اپنی رائے کو دخل نہ دینا جو لوگ برباد ہوئے ہیں وہ اپنی رائے ہی سے برباد ہوئے ہیں۔ اس دنیا میں کسی کی (ذاتی[لے]) رائے سے کبھی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ اپنی رائے سے مباحات میں فیصلہ کرو (فضائل میں رائے کو دخل نہ دو ۱۲) اور اگر کسی معاملہ میں باہم نزاع ہونے لگے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی طرف رجوع کرو اولیار کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو اور ایک کو دوسرے پر

لے نص صاف اور صریح حکم۔ لے اس سے ائمہ مجتہدین کا قیاس خارج ہے کیونکہ وہ ان کی ذاتی رائے نہیں بلکہ قواعد شرعیہ پر مبنی ہے جس کی اجازت خود حدیثوں میں اور قرآن کی آیتوں میں موجود ہے ۱۲ ط

فضیلت دینے سے بچو (گو) اللہ تعالیٰ نے بعض اولیا کے درجے دوسروں سے بلند کئے ہیں مگر اس کی معرفت بجز خدا کے یا اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو نہیں ہے۔ دعوے کو چھوڑ کر اس جماعت (اولیا) کی تائید کرو (بزرگوں کی حمایت کا یہ طریقہ اختیار نہ کرو کہ ایک کو دوسرے سے افضل بتلاؤ کیونکہ اس میں در پردہ یہ دعویٰ ہے کہ تم ان اولیا رسے بھی بڑھے ہوئے ہو۔ اگر تم اپنے کو ان سے کمتر سمجھتے تو ان کے درجات و مراتب کا فیصلہ نہ کرتے کیونکہ دو شخصوں کے درجات کا فیصلہ وہی کر سکتا ہے جو دونوں سے بڑا ہو)۔

اتباع سُنت کی تاکید

اس طریقہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادوں کو سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹانے سے مضبوط کرو۔

بزرگو! درویش اسی وقت تک طریقت پر ہے جب تک سنت پر جما ہوا ہے اور جس وقت وہ سنت سے ہٹے گا طریقت سے علٰحدہ ہو جائے گا۔

لفظ صوفی کی تحقیق

اس جماعت کو صوفی کہا جاتا ہے لوگوں نے اس نام کے مختلف اسباب بتلائے ہیں مگر (اصل میں) اس کا سبب عجیب ہے جس کو بہت سے درویش نہیں جانتے۔ وہ یہ کہ قبیلہ حضر کی ایک شاخ کا نام بنوصوفہ ہے غوث بن مر بن اوبن طابخہ ربیط کا لقب ہے۔ ان کی ماں کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا اس نے منت مانی کہ اگر اس کا کوئی بچہ زندہ رہا تو اس کے سر پر اون کا ٹکڑا (علامت اور نشان کے طور پر) باندھ کر اُسے خانہ کعبہ کا خادم بنا دے گی (یعنی اس کو خدمت خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دے گی۔ چنانچہ غوث بن مر پیدا ہوئے اور زندہ رہے تو ان کے سر پر اون کا ٹکڑا باندھ کر خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دیا گیا جس کی وجہ سے ان کا

لقب بنو صوفہ پڑ گیا) یہ لوگ حاجیوں (کی خدمت کرتے اور ان کو) خلعت دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دین اسلام کا ظہور ہوا تو یہ لوگ بھی اسلام لے آئے۔ وہ بڑے عبادت گذار تھے۔ ان میں سے بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی روایت کی ہیں۔ تو جو لوگ ان کی صحبت میں رہے یا ان کی صحبت یافتہ جماعت کے ساتھ رہے ان کا لقب صوفی ہو گیا۔ نیز جو لوگ ان کی طرح عبادت میں مشغول رہے اور ادنی کپڑا پہننے کے عادی ہو گئے ان کو بھی صوفی کہا جانے لگا۔ درویشوں نے صوفی لقب پڑنے کے دوسرے اسباب بھی بیان کئے ہیں۔ کسی نے کہا کہ تصوف دل کی صفائی کا نام ہے۔ کسی نے کہا خلوص دل سے معاملہ کرنا تصوف ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور معنی پر نظر کر کے یہ باتیں بھی ٹھیک ہیں کیونکہ خرقۂ تصوف پہننے والوں نے صفاء قلب اور صفائی معاملات کا بہت اہتمام کیا ہے۔ [لہ]

آدابِ ظاہری کی تاکید

صوفیہ (باطنی آداب کے ساتھ) ظاہری آداب کی بھی بہت رعایت کرتے ہیں ان کا قول ہے کہ ظاہری آداب سے باطنی آداب کا پتہ لگتا ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ ادب ظاہری کی عمدگی ادب باطنی کی علامت ہے نیز ان کا قول ہے کہ جو شخص ظاہری آداب سے واقف نہیں اس پر باطنی آداب کے بارہ میں اطمینان و اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اقوال و افعال و احوال و اخلاق کے آداب سب کے سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں منحصر ہیں (تمام اقوال و افعال و احوال و اخلاق کا ادب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال وغیرہ سے ملتے جلتے ہوں

لہ یہاں سے ان لوگوں کا حال معلوم ہو گیا جو ظاہر شریعت کے خلاف عمل کرتے اور تصوف کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو تصوف کی ہوا بھی نہیں لگی ۱۲ ظ

صوفی کے (ظاہری) آداب ہی سے اس کے مقام کا پتہ لگتا ہے۔ تم اس کے اقوال و احوال و اخلاق کو شریعت کی ترازو میں وزن کرو۔ اس وقت تم کو اس کے وزن کا بھاری یا ہلکا ہو جانا معلوم ہو جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا (یعنی آپ کے اخلاق و عادات قرآن کے مطابق تھے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے اس کتاب میں کسی بات کو نہیں چھوڑا (پس جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ معلوم کرنا چاہے وہ قرآن کا مطالعہ کرے اور اس کے موافق عمل کرنا شروع کرے) جو شخص آداب ظاہری کا التزام کرتا اور ان کی پابندی کرتا ہے وہ صوفیہ کی جماعت میں داخل ہے۔ ان ہی میں اس کا شمار ہوگا۔ اور جو آداب ظاہری کا پابند نہیں وہ صوفیوں سے الگ (اور اجنبی) ہے اس کی حالت اس جماعت پر مخفی نہیں رہ سکتی کیونکہ ہمجنس ہونے کی (علامت اور) دلیل یہی ہے کہ اپنے ہمجنسوں کا طریقہ اختیار کرے بلکہ اس جماعت میں شامل ہونے کی شرط یہی ہے۔ رویمؒ کا ارشاد ہے کہ تصوف سارا کا سارا ادب ہی تو ہے (تو جو شخص ادب سے خالی ہے وہ تصوف سے دور ہے۔)

ادب سے مراد شرعی ادب ہے

اور یہ ادب جس کی طرف صوفیہ نے اشارہ کیا ہے اس سے مراد شرعی ادب ہے (کہ رفتار و گفتار۔ اعمال و احوال و اخلاق سب کے سب شریعت کے موافق ہوں) تم شریعت کے پابند ہو جاؤ پھر حاسد جو کچھ بھی تمہارے اوپر جھوٹ تہمت لگائے لگانے دو اور جو اس کے جی میں آئے کہنے دو۔

ولست ابالی من رمانی بریبۃ — اذا کنت عند اللہ غیر مریب
اذا کان سری عند ربی منزھا — فما ضرنی واش اتی بغریب

جب میں اللہ کے نزدیک متہم نہ ہوں تو مجھے کسی کی تہمت کی پرواہ نہیں جب میرا باطن خدا تعالیٰ کے نزدیک پاک صاف ہے تو دشمن کی تراشی ہوئی باتیں مجھے کیا ضرر دے سکتی ہیں۔

اپنے اوپر نظر کرنے سے بچو

اے سالک! اپنے نفس پر نظر کرنے سے بچ غرور سے بچ۔ تکبر سے الگ رہ کہ یہ سب برباد کرنے والے ہیں۔ میدان قرب میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جو لوگوں کو چھوٹا اور اپنے کو بڑا سمجھے۔ میں کون ہوں اور تو کیا ہے (ہماری ہستی ہی کیا ہے جو اس پر نظر کی جائے)" عزیز من! ہم میں سے ہر شخص عاجز و مسکین ہے جس کی ابتدا گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور انتہا ایک مردار لاشہ ہے۔ اس سرمایہ کی شرافت (و بزرگی) جو ہر عقل سے ہے اور عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دے (یعنی) اس کو ایک حد پر روکے رکھے۔ اگر کسی شخص کی عقل نفس کی باندھنے والی اس کو حد پر ٹھہرانے والی نہ ہو تو وہ بے عقل ہے۔ اور جب آدمی اپنے جوہر ہی سے محروم ہو گیا تو اس کے لئے کوئی شرافت (اور بزرگی) نہیں اب وہ صرف ایک بھاری بوجھل کثیف جسم رہ گیا جو نہ کسی قیمتی درجہ کے لائق ہے نہ کسی عمدہ منصب کے قابل۔ اور جب انسان کی عقل کامل ہوا اور یہی (قیمتی) خالص جوہر اس کے (جسم کے) اندر حکومت کرتا ہو (کہ تمام اقوال و افعال و احوال عقل کے اشارہ پر صادر ہوتے ہوں) تو اب یہ اس قابل ہے کہ سلاطین کا بھی سرتاج بنایا جائے۔

عقل کا پہلا درجہ

عقل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ (انسان) جھوٹی انانیت[1] اور بیہودہ دعویٰ اور اس قسم کی ڈینگے مارنے سے الگ ہو جائے کہ میں نے یہ کھولا وہ باندھا اس کو دیا اور اس سے چھینا (جب انسان

تکبر اور دعوے وغیرہ سے نکل جاتا ہے) اس وقت اس کو اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اپنی ابتدا کو پہچانے کہ مٹی سے بنا ہے اور انجام کو یاد رکھے کہ مٹی ہی میں ملنا ہے اور اس ابتدا اور انجام کے درمیانی حصہ میں وہی باتیں اور وہی کام کرے جو ان کے مناسب ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نصیحت کرنے والا ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے (یعنی عقل جو بُرے کاموں سے روکتی ہے)۔

نصیحت سے کب نفع ہوتا ہے

جس شخص کا دل خود نصیحت کرنے والا نہ ہو اس کو دوسروں کے مواعظ نفع نہیں دے سکتے۔ جس کا دل ہی غافل (اور اپنے نفع ونقصان سے بے پروا) ہے وہ کسی کی نصیحت سے کیوں اثر لے گا۔ سہل رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ غفلت دل کی سیاہی ہے (اور سیاہ دل پر کسی کی بات کا اثر نہیں ہوتا) اور سید امین (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے وہ درست ہو جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ سن لو! وہ دل ہے۔ عزیز من! تم میری نصیحت سے اور میں تمہاری نصیحت سے اسی وقت متمتع ہو سکتا ہوں جب کہ ہم دونوں اخلاص سے نصیحت کریں۔

عزیز من! تم مجھ سے اچھے کہ میں نے تم کو اپنی شاگردی (یا مریدی) کی ذلت دے کر مشقت میں ڈالا۔ اور مجھے معلم (اور مربی) بنانے کے نشہ نے مست کر دیا عزیز من! اگر کسی وقت میرا حقیر نفس مجھ پر غلبہ حاصل کرنے لگے (اور شاگردوں مریدوں کو دیکھ کر پھولنے لگے) اور اس وقت میں اس سے یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے (محض اپنے فضل سے) تجھ کو علم عطا کیا اور مسلمان بھائیوں کی

تعلیم تیرے ذمہ لازم کردی کیونکہ علم کے چھپانے والے کو آگ کا لگام پہنایا جائیگا تواب جس قدر مشقت (تعلیم و تربیت میں) تو کررہا ہے (کسی پر احسان نہیں بلکہ) محض اپنے (بچاؤ کے) واسطے ہے (اگر یہ کام نہ کرے گا عذاب میں مبتلا ہوگا) اور عذاب سے بچنے کے لئے کام کرنا کچھ کمال نہیں (جانور بھی تو سزا سے بچنے کے لئے اپنے فرائض کو ادا کرتا ہے) پس تو اپنی حد پر رہ (اور مریدوں، شاگردوں کو اپنے گرد دیکھ کر مغرور نہ ہو) ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی بڑا ہو اور تجھ پر اس (کی جلالت و بزرگی) کو تیرے امتحان کے لئے مخفی رکھا گیا ہو اور (یہ باتیں سوچ کر) میرے نفس کی جھوٹی (تعلی اور) بڑائی دب جائے وہ اپنا مرتبہ پہچان لے اور اپنے ٹھکانے پر آجائے تو اس کے لئے بڑی کامیابی ہے۔

عزیز من! اسی طرح اگر کہیں تیرا نفس غلبہ کرے (اور شیخ کی تقلید و اتباع اور خدمت کی ذلت سے عار کرنے لگے) اور تو اس کو علم (و معرفت) حاصل کرنے پر مجبور کئے رہے اور اتباع و تقلید کی چھری سے اس کی خواہش کو ذبح کرتا رہے اور اپنی شرافت اور علمی لیاقت اور اپنے باپ اور خاندان اور تمول کی عزت سے آنکھیں بند کرکے حکمت (و معرفت) حاصل کرنے میں لگا رہے تو تو کامیابی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے گا۔ جو شخص ہر سانس پر اپنے نفس سے باز پرس نہ کرے اور اس کو متہم نہ سمجھے وہ ہمارے نزدیک مردوں کے دفتر میں نہیں لکھا جاتا۔

مصنف علیہ الرحمۃ کی تواضع

بزرگو! میں شیخ نہیں ہوں۔ نہ اس جماعت سے کچھ پڑھا ہوا ہوں نہ میں واعظ ہوں نہ معلم (اور مربی) ہوں، میرا حشر فرعون و ہامان کے

ساتھ) ہو اگر مجھے اس کا وسوسہ بھی آئے کہ میں اللہ کی مخلوق میں سے کسی کا بھی شیخ ہوں ہاں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں تو مسلمانوں میں ایک مسلمان میں بھی ہوں گا۔

اسلام کی خوبی

مسلمان مرد (اسلام پر مرتے دم تک جمے رہو اور کسی بات کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کی) پروا نہ کرو۔ اسلام (بہت بڑی نعمت اور دولت ہے وہی) اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے۔ غیر مسلم اگر تمام انسانوں اور جنوں کے برابر بھی اللہ کی عبادت کرے جب بھی اللہ سے دور ہے اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہے (کیونکہ غیر مسلم اللہ کا باغی ہے اور باغی کے تمام کمالات اور ساری خوبیاں بغاوت سے مٹ جاتی ہیں) اور مسلمان بندہ اگر تمام انسانوں اور جنوں کے گناہوں کو (اپنے اوپر لاد کر) لائے جب بھی اس کو اللہ تعالیٰ (کے دربار) سے ایک حصہ بندگی کا حاصل ہے (کیونکہ مسلمان گنہگار ایسا ہے جیسا بادشاہ کی وفادار رعایا میں سے کسی نے کوئی جرم کیا ہو اس کا جرم خواہ کتنا ہی سنگین) ہو مگر بغاوت کی برابر نہ ہو گا اس کو بادشاہ سے تعلق باقی ہے اس لئے مراحم خسروانہ کا مستحق ہو سکتا ہے

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا الآیہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں کو فضول (اور بیہودہ) کاموں میں خرچ کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو! کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے (بجز کفر و شرک کے جس کے متعلق ارشاد ہو چکا ہے۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہ کرے گا

کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک مانا جائے ۱۲)

اللہ تعالےٰ ساتھ (تعلق اور) لگاؤ پیدا کرنے کے اس رابطہ کو مضبوط کرو اُن شرائط کے ساتھ جو اسلام کے لئے (شریعت نے) بتلائی ہیں، مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے مسلمان بچے رہیں (آہ!) آج وہ سچے لوگ کہاں ہیں جو لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرتے تھے اور خود بھی عمل کرتے تھے۔ اب وہ کامل ایمان والے کہاں جو حکمت (و معرفت کے) طالب تھے اور ان کی نظر کسی ایک جگہ پر نہ ٹھہرتی تھی (بلکہ جہاں سے بھی حکمت کی بات ملتی لے لیتے تھے) کامل ایمان اور صدق کی ایک شرط یہ ہے کہ اپنے نفس کو نصیحت کی جائے اور دوسروں کو نفع پہونچایا جائے اور حکمت و (معرفت) کی بات جہاں سے بھی ملے لے لی جائے (میرا یہ مطلب نہیں کہ تم مجھ سے حکمت حاصل کرو) تمام درویش اور اس جماعت کے تمام مرد مجھ سے بہتر ہیں میں تو ایک ناچیز۔ احمد ہوں اور کچھ نہیں یقیناً کچھ بھی نہیں۔ مگر حق بات کا بیان کرنا بھی ضروری ہے (اس سے چارہ نہیں تو خوب سن لو کہ) صوفی وہ ہے جس کا باطن دنیا کی تمام کدورتوں سے پاک ہو چکا ہو اور (اس پر بھی) اپنے کو دوسروں سے کسی درجہ میں زیادہ نہ سمجھے۔

صفائ قلب کی شرط فنا ہے

اللہ تعالیٰ نے یوں ہی قاعدہ مقرر فرمایا اور فیصلہ کیا ہے (کہ جب تک کسی سے بھی اپنے کو زیادہ سمجھتے رہو گے تمہارا باطن عالم ناسوت کی کدورتوں سے پاک نہ ہوگا) خدا کی قسم! جن لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے اغیار پر نظر کرنے سے پاک کیا ہے ان کا طریقہ ان کی خصلت یہی ہے۔

دل کو غیر اللہ سے خالی کرو

عزیزمن! تو خود غیر ہے تیرا نفس بھی غیر ہے

تیرے سوا جتنی مخلوق ہے وہ بھی غیر ہے جس چیز تک تیری نظر پہونچے اور تیرے دل میں اس کی شکل وصورت اور کیفیت آجائے وہ بھی غیر ہے (ان سب سے نظر اٹھاؤ تو دل اغیار سے پاک اور تجلی الٰہی کے قابل ہوگا۔

اور جو شخص اپنے آپ کو کسی سے بھی افضل سمجھتا ہے ہنوز اس کی نظر اپنے نفس پر ہے اس کا باطن کدورتوں سے پاک نہیں پس وہ معرفت الٰہی سے دور ہے) ہمارا پروردگار وہ ہے کہ کوئی عقل اس کو خاص کیفیت (اور صورت) سے نہیں سمجھ سکتی اور نہ کوئی نگاہ اس کا ادراک (واحاطہ) کرسکتی ہے (اس کی معرفت اسی دل کو حاصل ہوسکتی ہے جو عالم ناسوت کی تمام کدورات سے پاک ہوچکا ہو جس میں کیفیات واشکال سب داخل ہیں)

کرامت سے ولی کو خوش نہ ہونا چاہیئے

عزیز من! مجھ کو تم پر یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کرامت سے اور اس کے ظاہر کرنے سے تمہارے دل کو خوشی نہ ہو (یاد رکھو!) اولیاء اللہ کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپایا کرتی ہے۔

عزیز من! کرامت کے دو پہلو ہیں اس کو دو کی ساتھ نسبت ہے۔ ایک مکرم سے جس نے کرامت عطا کی یعنی اللہ تعالیٰ شانہ۔ دوسری ہم سے کہ ہمارے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوا اب سمجھو کہ (کرامت) مکرم کی نسبت سے تو بڑی قیمتی اور پیاری چیز ہے مگر ہماری نسبت پر نظر کرتے ہوئے وہ کچھ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس وقت کریم کے دروازہ سے اکرام (وانعام) آتا ہے۔ بڑا معظم و معزز ہوتا ہے تمام (درباری) لوگوں کے دل تعظیم کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اور جب اس کی نسبت غلام کی طرف منتقل ہوگئی اب وہ چیز (سب کی نظروں میں) ہلکی ہوجاتی ہے۔

(اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک خلعت بادشاہ کے پاس ہے تو وہ شاہی لباس ہے اور جب بادشاہ کی جانب سے کسی درباری کو بطور انعام کے دیا جائے تو دینے کے وقت بھی چونکہ بادشاہ کی طرف سے اس کا آنا سب کے سامنے ہے شاہی عطیہ اور اکرام ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت و جلالت قلوب میں ہوتی ہے مگر جب وہ درباری کی ملک میں داخل ہو گیا اور اس نے اس کو اپنے بدن پر ڈال کر استعمال شروع کر دیا اب جیسے اس کی ملکیت میں دوسری چیزیں ہیں ایسے ہی یہ شاہی خلعت بھی ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ شاہی عطیہ اسی وقت تک معزز و معظم ہے جب تک بادشاہ سے اس کو نسبت اور لگاؤ ہوا اور جب غلام سے اس کو تعلق ہو چکا اب اس کی زیادہ عزت باقی نہیں رہتی اسی طرح کرامت کو سمجھو کہ جس وقت اس پہلو پر نظر کی جائے گی کہ تمہارے ہاتھوں سے اس کا ظہور ہوا اور تم نے یہ کرامت دکھلائی اس وقت وہ کچھ بھی قابل وقعت نہیں بلکہ اس کا وہی درجہ ہے جو تمہارے دوسرے افعال و اقوال کا درجہ ہے۔ کرامت اسی وقت تک معزز و معظم ہے جب تک اللہ تعالےٰ سے اس کا تعلق اور لگاؤ ہوا اور اس نسبت پر نظر کرتے ہوئے بندہ کو خوشی کا کیا موقع ہے کیونکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا جو کچھ کیا اللہ تعالیٰ نے کیا۔ ہاں ایک طرح خوشی کا موقع ہو سکتا ہے کہ اس کو خدا کی نعمت اور اپنے اوپر اللہ کا فضل سمجھ کر خوش ہو قل بفضل اللہ وبرحمته فبذٰلك فليفرحوا مگر یہ موقعہ صرف اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو اس خوشی کے وقت اپنے نفس پر اصلا نظر نہ کرے۔ اب اس کو ہر شخص دیکھ لے کہ اس کو یہ مقام حاصل ہے یا نہیں؟)

عارف کامل اسی نسبت کی وجہ سے جو (بارگاہ) قدیم (باری عز شانہٗ) کی طرف سے منتقل ہو کر بندہ کی طرف آتی ہے کرامت سے بھاگتا ہے کہ مبادا

کہیں اس دوسری نسبت سے دل خوش نہ ہو کیونکہ اس کا دل میں جگہ لینا سم قاتل ہے

حقیقت کا بیان

(دوستو!) ہم سب ننگے ہیں مگر جس کو اللہ تعالےٰ لباس پہنا دیں ہم سب بھوکے (محتاج) ہیں مگر جس کو اللہ تعالےٰ کھانا کھلا دیں۔ ہم سب گمراہ ہیں مگر جس کو اللہ تعالیٰ راہ پر لگا دیں (اور جب یہ ہے تو جس بندہ پر خدا کا فضل ہو وہ صرف خدا پر نظر رکھے اپنے اوپر نظر نہ کرے کہ میں لباس والا ہوں میں مالدار ہوں میں ہدایت پر ہوں میں عالم اور دانا اور عارف اور صاحب حکمت ہوں اور ایسا ہوں ویسا ہوں خدا کا فضل نہ ہوتا تو تم کچھ بھی نہ ہوتے) عاقل کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ تنگی اور فراخی جو کچھ بھی ہو ہر حالت میں (کریم کے) دروازۂ کرم کو کھٹکھٹاتا رہے (اسی کے دروازہ کو تکتا رہے اسی پر نظر رکھے اسی سے مانگتا رہے) کیونکہ مخلوق سراپا کمزور سراپا عجز۔ سراپا احتیاج سراپا نیست ہی نیست ہے (نہ اس میں کچھ کمال ہے نہ قدرت نہ طاقت جو کچھ اس میں بھلائی اور خوبی ہے سب خدا کی عطا کی ہوئی اور اس کی نعمت ہے) اللہ تعالےٰ نے اپنے پرہیزگار دوستوں کا اکرام فرمایا اور ان کے ہاتھوں سے خلافِ عادت کام ظاہر کئے (جن کو کرامت کہا جاتا ہے) اور ان کو اپنی عطا سے قوت دی ان کے نشان (عزت) کو بلند کیا۔ تو یہ بندے ان سب سے نظر ہٹا کر اللہ ہی کی (حمد و ثنا اور یاد) میں لگ گئے۔ وہ اللہ سے ڈرے (اور اپنے نفس پر اصلا نظر نہ کی) تو اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنے قرب کی جنت میں جگہ دی۔ اور جب وہ اس کی بارگاہ قرب میں پہونچے تو ان کا اکرام اس طرح کیا کہ اپنے وجہ کریم کے دیدار سے ان کو مشرف کیا (کہ دنیا میں تو ان کو مشاہدۂ جمال الٰہی، دل کی آنکھوں سے ہوا اور آخرت میں ظاہری آنکھوں سے بھی ہوگا۔

واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی جو اپنے

پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا (جس کا وقت آنے والا ہے) اور نفس کو (بیہودہ) خواہش سے روکتا رہا اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔ اور (نفس کی) سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ غیر خدا پر نظر کرے خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے دل لگائے عقلمند آدمی غیر خدا سے دل لگا کر کیا پائے گا۔ غیر خدا کی تاثیر کا قائل ہونا خواہ تھوڑا اثر ہو یا زیادہ کلی ہو یا جزئی شرک ہے۔ (اگر موثر حقیقی سمجھتا ہے تو بڑا شرک ہے جس سے آدمی پورا مشرک ہو جاتا ہے۔ اور موثر مجازی سمجھتا ہے تو چھوٹا شرک ہے جس کے ہوتے ہوئے ایمان کامل نصیب نہیں ہوتا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے اے لڑکے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں (ان کو غور سے سنو اور یاد رکھو) اللہ تعالیٰ کا خیال رکھو وہ تمہارا خیال رکھے گا اللہ کو دل سے یاد رکھو اس کو اپنے سامنے (اور اپنے ساتھ) ہی پاؤ گے (جب سوال کرو اللہ ہی سے سوال کرو) جب مدد مانگو اللہ ہی سے مدد مانگو اور خوب سمجھ لو کہ تمام مخلوق جمع ہو کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو وہ تم کو اصلا کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی سوا اس کے جو خدا نے تمہارے واسطے مقدر کر دیا ہے اور اگر سب کے سب مل کر تم کو کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو ہرگز کوئی نقصان نہیں دے سکتے سوا اس کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے مقدر کر دیا ہے قلم اٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔

(جو کچھ ہونے والا ہے اور ہوگا سب پہلے سے لکھ دیا گیا ہے کسی کے قبضہ میں نفع یا نقصان کچھ نہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہاتھ پیر روک کر ہمت چھوڑ کر بیٹھ جاؤ نہیں بلکہ ہاتھ پیر ہلاؤ کوشش کرو مگر اللہ سے مانگنے کے لئے مخلوق سے نہیں تم دکان کھولو اللہ سے مانگنے کے لئے زراعت کرو اللہ سے مانگنے کیلئے صنعت و حرفت سیکھو اللہ سے مانگنے کے لئے کیونکہ اللہ سے ہر چیز کے مانگنے کا

طریقہ الگ ہے جن چیزوں کے لئے ظاہر میں خدا نے کچھ اسباب بنائے ہیں ان کے مانگنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان اسباب کو اختیار کرکے اللہ پر نظر رکھو اللہ تعالے سے اولاد مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ نکاح کرکے اولاد مانگو (جن چیزوں کے لئے ظاہر میں اسباب نہیں بتائے گئے) ان کے مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ سے دعا کرو جیسے بارش مانگنا یا بارش روکنے کے لئے درخواست کرنا وغیرہ وغیرہ ۱۲)

مصنف علیہ الرحمۃ کا مذاق عبدیت

اے بزرگو! (صوفیہ کی) جماعتیں آجکل مختلف پارٹیاں بن گئی ہیں (کوئی اپنے کو صاحب حالات کہتی ہے کوئی صاحب مقامات بتلاتی ہے کوئی وحدۃ الوجود کا دم بھرتی ہے کوئی فنا و بقا وغیرہ کا) مگر یہ ناچیز احمد تو ذلت و انکسار والوں اور مسکنت اور بیقراری والوں کے ساتھ رہے گا (مجھے اس کے سوا کچھ پسند نہیں ہے)

هنيئاً لارباب النعيم نعيمهم والعاشق المسكين ما يتجرع

(دولت والوں کو ان کی دولت مبارک ہو اور عاشق مسکین کو ذلت و مسکنت کے تلخ گھونٹ مبارک ہوں ۱۲)

دعوے کی مذمت اور منصور کے دعوے کا بیان

خبردار! خدا پر جھوٹ بات لگانے سے بچتے رہو۔ ومن اظلم

لہ چنانچہ آیات و احادیث ذیل میں اس قسم کی چیزوں کے لئے اسباب اختیار کرنے کا حکم موجود ہے۔ فاذا قضيت الصلوٰة فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله! واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم ؕ يا ايها الذين امنوا خذوا حذركم فانفروا ثبات او انفروا جميعا ؕ فالئن باشروهن وابتغوا ما كتب الله لكم ؕ اى من الاولاد ۔ وفى الحديث الكيس الكيس فاذا غلبك امر فقل حسبى الله ونعم الوكيل وفى الحديث اعملوا فكل ميسر لما خلق له ۱۲ ظ

ممن افتری علی اللہ کذبا اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو خدا پر جھوٹا بہتان باندھے (حسین بن منصور) علاج کے متعلق لوگ نقل کرتے ہیں کہ اس نے انا الحق کہا تھا۔ اس نے اپنے وہم کی وجہ سے یہ غلطی کی اگر حق پر (ثابت قدم اور حقیقت سے پوری طرح واقف) ہوتا تو انا الحق نہ کہتا۔ لوگ اس کے کچھ اشعار بھی بیان کرتے ہیں جن سے وحدت (الوجود) کا وہم ہوتا ہے یہ باتیں اور اس قسم کی تمام باتیں (لغو اور) باطل ہیں میں اس کو ہرگز واصل (کامل) نہیں سمجھتا میرے خیال میں اس نے (دریائے معرفت سے کچھ) پیا ہی نہیں۔ میرے گمان میں وہ (دربار حق میں) حاضر ہی نہیں ہوا۔ میرے وجدان میں اس نے دربار الٰہی کی آوازوں کو سنا ہی نہیں ہاں کچھ یوں ہی سرسراہٹ سی سن لی ہوگی جس کی وجہ سے وہم اس کو کہیں سے کہیں لے گیا جس شخص کو (اپنے خیال میں) قرب الٰہی زیادہ حاصل ہو اور (اس کے اندر) خوف زیادہ نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ دھوکے میں ہے۔ خبردار! اس قسم کی باتیں

لہ اکثر محققین کا قول یہی ہے کہ ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ کامل نہ تھے مغلوب الحال تھے اور مغلوب الحال معذور ہوتا ہے اس لئے محققین ان پر ملامت بھی نہیں کرتے مگر مغلوب الحال کے اقوال وافعال کی نقل کرنا جائز نہیں اس لئے ان کی تقلید سے منع بھی کرتے ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کے ایک بزرگ شیخ عبد الحق ردولوی کا ارشاد ہے۔ منصور بچہ بود کہ از یک قطرہ بفریاد آمد اینجا مردانند کہ دریاہا فرو برند و آروغ نہ زنند منصور بچہ تھا کہ ایک قطرہ پی کر شور مچا دیا۔ یہاں مرد ہیں کہ دریا پی گئے اور ڈکار بھی نہ لی ۱۲ ظ

لہ اس جملہ میں بتلا دیا کہ ابن منصور بالکل کورے بھی نہ تھے کچھ تو ان کو حاصل ہوا تھا ۱۲ ظ

سہ اگر ابن منصور نے یہ دعوی اپنے اختیار سے کیا تھا تو دھوکہ ہونا ظاہر ہے اور اگر بے اختیار یہ جملہ ان کی زبان سے نکلتا تھا تو معذور تھے تفصیل کے لئے رسالہ القول المنصور۔ فی ابن منصور ملاحظہ ہو جو احقر نے حضرت حکیم الامۃ رح کے ارشاد سے ابن منصور کے حالات میں لکھا ہے اور طبع ہو چکا ہے ۱۲ ظ

زبان سے کبھی نہ نکالنا۔ یہ سب بیہودہ باتیں ہیں۔

سلف کا طریقہ ادب

سلف (صالحین) ہمیشہ حدود پر چلتے رہے ذرا بھی حد سے آگے نہیں بڑھے۔ تمہیں خدا کی قسم (بتلاؤ تو سہی کہ) جاہل کے سوا اور بھی کوئی حد سے آگے بڑھتا ہے۔ کیا اندھے کے سوا اور بھی کوئی کنوئیں کے اندر زبردستی گر کے گرتا ہے پھر یہ آگے قدم بڑھتا کیسا حالانکہ یہ لمبے چوڑے دعوے کرنے والا بھوک سے پریشان ہو جاتا ہے، پیاس سے عاجز ہو جاتا ہے نیند سے گرنے لگتا ہے درد سے تباہ حال ہو جاتا ہے فاقہ اور بڑھاپے اور تکلیف سے ڈھیلا ہو جاتا ہے (ایسے عاجز اور کمزور) کو یہ حق کب ہے کہ انا الحق جیسے الفاظ زبان سے نکالے) کیا یہ لمبا چوڑا دعوے لمن الملك اليوم کی آواز کے صدمہ کا مقابلہ کر سکتا ہے (ہرگز نہیں اس وقت کسی کو بھی کسی قسم کے دعوی کی جرات و ہمت نہ ہوگی) بندہ جب اپنے دوستوں کے سامنے حد سے آگے بڑھتا ہے اہل مجلس اس کو (کم عقل) ناقص شمار کرتے ہیں حد سے آگے بڑھنا نقصان (اور قلت ادب) کا جھنڈا ہے جو اس شخص کے سر پر کھڑا کیا جاتا ہے جو حد سے آگے بڑھے۔ یہ جھنڈا دوسروں کو بتلاتا ہے کہ یہ شخص دعوی میں پھنسا ہوا اور غفلت میں مبتلا ہے نیز اس کے متکبر اور (محروم اور) محجوب ہونے کی گواہی دیتا ہے۔

صوفیہ کرام اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کیونکر بیان کرتے ہیں

یہ حضرات صوفیہ کرام) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو (جو انہیں دی گئی ہیں) بیان تو کرتے ہیں مگر حدود شرعیہ کی رعایت

ف اس میں باختیار خود دعوے کرنے کی مذمت ہے اگر بے اختیار کسی سے اس قسم کا دعوی سرزد ہو وہ معذور ہے ۱۲ ظ

(اور نگہداشت) کرتے ہوئے (کیونکہ) ہر قول و فعل کے ساتھ ساتھ خدا تعالےٰ کے حقوق لگے ہوئے ہیں جو (اپنے ادا کرنے کا) ان سے مطالبہ کرتے ہیں ولایت فرعونیت یا نمرودیت نہیں ہے (کہ جسے ولایت حاصل ہو جائے وہ فرعون و نمرود کی طرح لمبے چوڑے دعوے کرنے لگے ۱۲) فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا خدا ہوں) کہا تھا مگر پیشوائے اولیا سردار انبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لست بملك (میں بادشاہ نہیں ہوں) ایک مرتبہ فرمایا انما اکل کما یاکل العبد میں تو اس طرح کھانا کھاتا ہوں جیسے غلام کھایا کرتا ہے آپ نے بڑائی اور امارت اور سرداری کے لباس کو اتار کر پھینک دیا بھلا عارفین اس کی جرارت کیسے کر سکتے ہیں (کہ اپنے لئے دوسروں سے ممتاز حالت اور خاص شان تجویز کریں) حالانکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وامتازوا الیوم ایھا المجرمون (اے مجرمو تم آج ممتاز ہو جاؤ یعنی جیسا تم دنیا میں نیک بندوں سے الگ ہو کر اپنے لئے ممتاز حالت بناتے تھے آج بھی تم ان سے جدا ہو کر اپنی حالت ممتاز ہی بناؤ وہ جنت میں جائیں گے تم ان کے ساتھ وہاں نہ جاؤ بلکہ اپنے لئے دوسری جگہ تجویز کرو کہ جو جہنم ہے اس سے معلوم ہوا کہ امتیازی شان بنانا مجرموں کا کام ہے پھر عارف اس کو کیونکر گوارا کر سکتا ہے) مؤمنین کی شان تو اللہ کی طرف احتیاج (ظاہر کرنا ہے) (اور اس میں سب برابر ہیں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ اے لوگو تم سب اللہ کے محتاج ہو۔ اس قوم (صوفیہ) کا علم یہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں اس علم کو سیکھو۔ کیونکہ اس زمانہ میں اللہ کی طرف کھینچنے والی باتیں کم ہو گئیں ہیں (لمبے چوڑے دعوے کرنیوالے بہت ہیں مگر خدا کی طرف لے جانے والے اور سیدھا راستہ بتانے والے کم ہیں)

ہر کام میں اللہ پر نظر رکھو

ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مرافعہ کرو عقلمند آدمی نہ کسی حاکم کے پاس شکایت لے جاتا ہے نہ بادشاہ کے پاس۔ عاقل کے سارے کام اللہ کے لئے ہوتے ہیں (اگر ان میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اللہ ہی سے شکایت کرتا ہے اسی سے مدد مانگتا ہے) بزرگو! میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میں خود کرتا ہوں اور جس کا عادی بن گیا ہوں۔ پس میرے اوپر تمہاری کوئی حجت نہیں چل سکتی نہ کسی کو یہ کہنے کا موقعہ ہے کہ یہ باتیں کہنا تو آسان ہیں ان پر عمل کرکے دکھلایا جائے تو ہم مانیں۔ سو میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل پہلے کیا ہے ۱۲)

واعظ کی وہی بات سنو جو شریعت کے موافق ہو

جب تم کسی واعظ یا قصہ گو یا مدرس کو (وعظ کہتے ہوئے یا درس دیتے ہوئے) دیکھو تو اس سے اللہ کی باتیں لے لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لے لو۔ اور ان ائمہ دین کی باتیں لے لو جو عدل وانصاف سے فیصلہ کرتے اور حق بات کہا کرتے تھے اس کے علاوہ جو کچھ ہو اس کو پھینک دو اور اگر وہ ایسی (نئی) بات نکالے[ل] جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلائی تو اس کو اس کے منہ پر مار دو۔ ڈرتے رہو بچتے رہو اس عظیم الشان نبی کی مخالفت سے صلوات اللہ وسلام علیہ اللہ تعالیٰ کے درود وسلام آپ پر نازل ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم جو لوگ اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہیں کہ ان کو کوئی (سخت)

[ل] مراد بدعت ہے اور فقہا وصوفیہ کا اجتہاد اس میں داخل نہیں کیونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں قرآن وحدیث سے استنباط کرکے کہتے ہیں مگر ہر شخص تو اجتہاد کے قابل نہیں ۱۲ ظ

مصیبت پیش آجائے یا دردناک عذاب پہنچ جاے۔

یہ زمین عراق مشائخ (طریق) کا گہوارہ اور عارفین کا مخزن تھا اب وہ لوگ مرگئے اللہ اللہ ان کی پیروی کرو۔ اخلاق حمیدہ حاصل کرکے ان کے وارث بنو پوری سچائی اپنے اندر پیدا کرکے ان کے سلسلہ کو چلاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا مصداق اپنے کو نہ بناؤ فخلف من بعد ھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات۔ ان (نیک بندوں) کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کردیا اور (نفسانی) شہوتوں کا اتباع کیا۔

اپنے مریدوں کو مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

میرے دوستو! مجھے کل کو اللہ سبحانہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا (کہ تم نیک اعمال میں پیچھے رہ جاؤ) اور دوسرے اچھے اعمال والے تم سے سبقت لیجائیں۔ درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریت احمر (سرخ گندھک[1]) سے زیادہ قیمتی ہے۔ وقت کو برباد کرنے سے بچو! وقت ایک تلوار[2] ہے اگر درویش اس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ (یعنی قرب الٰہی کے اعلیٰ درجہ سے کاٹ کر الگ کردیتا ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہٗ شیطانًا۔ جو شخص رحمٰن کی یاد سے اندھا ہوجائے (یعنی اس کا دل غافل ہوجائے) ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کردیتے ہیں (پس انسان کا جو سانس خدا کی یاد سے غفلت میں

---

[1] گندھک سرخ بہت کم ملتی ہے اگر مل جائے تو اس سے کیمیا بہت جلد بن جاتی ہے ۱۲ [2] یعنی اس تلوار کا وار خالی نہیں جاتا یا تو تم اس سے کام لو اور عبادت و طاعات میں اس کو صرف کرکے شیطان و نفس کو کاٹ ڈالو اگر تم نے کام نہ لیا اور وقت کو برباد کیا تو اس کا وار تمہارے اوپر ہوگا وہ تم کو کاٹ کر رکھدیگا یعنی اعلیٰ درجہ سے نیچے گرادے گا نعوذ باللہ منہ ۱۲

گذرتا ہے اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہوتا ہے)

ادب کی تاکید اور اس کا طریقہ

دوستو! ادب کو مضبوطی سے تھامے رہو اور خدا کا ادب یہی ہے کہ اس سے کسی وقت غافل نہ رہو) کیونکہ ادب ہی مقصود (حاصل کرنے) کا دروازہ ہے۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص کو یہ خبر نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس کے نفس پر کیا حقوق ہیں اور اس کے امر و نہی کی تعمیل نہ کرے وہ ادب سے کوسوں دور ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کہ اللہ تعالیٰ سے جاننے والے ہی ڈرتے ہیں (اور جاننے والے وہ ہیں جو اس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارے نفس پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کیا ہیں اور ہر وقت کے متعلق جو حق ہے اس کو ادا کرتے ہیں) حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ نافع ادب کونسا ہے فرمایا دین کی سمجھ حاصل کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا اور بندے کے اوپر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان کو پہچاننا سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جس نے ادب کے ذریعہ اپنے نفس کو دبالیا وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریگا ادب کی ایک فرد یہ بھی ہے کہ مشائخ (طریق) کا ادب کرو کیونکہ جو شخص ان کے دلوں کی (تکدر و کلفت) سے حفاظت نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتے مسلط کرتے ہیں جو اس کو تکلیف دیتے رہتے ہیں (اب ہر شخص کے ادب کا طریقہ معلوم کرو) اپنے سے بڑے کی صحبت کا ادب یہ ہے کہ اس کی خدمت کرو۔ اور برابر کا ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایثار اور ہمدردی کرو۔ اور اپنے سے چھوٹے کا ادب یہ ہے کہ اس پر شفقت کرو اس کی تربیت اور خیر خواہی کرو۔ عارف باللہ کی صحبت میں موافقت سے رہو (کہ اس کے خلاف کوئی بات نہ کرو)

اور مخلوق کے ساتھ خیر خواہی سے رہو اور نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ (دشمنی و) عداوت سے رہو۔

شکر نعمت کی تاکید اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرنا سلب نعمت کا سبب ہے (یعنی اس سے نعمت چھن جاتی ہے اس لئے اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا ضروری ہے) میں (بحمد اللہ) ان لوگوں میں سے ہوں جن پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جب کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے (اور جس سے واپس لے لی گئی تو سمجھو کہ اس کو نعمت ملی ہی نہ تھی بلکہ اس کو دھوکہ ہوا ؎

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست)

نعمت کا شکریہ ہے کہ اس کی قدر و منزلت پہچانے اور جو نعمت کی قدر و منزلت معلوم کرنا چاہے وہ اس کا شکر ادا کرے اور شکر (کا طریقہ) یہ ہے جو جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں[1] مدد نہ لے۔ شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے راستہ پر جما رہے۔ شکر یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے (پوری طرح) جیسا اس کا حق ہے ڈرتا رہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اس کو یاد رکھا جائے بھولا

---

[1] مثلاً مال و دولت سے زنا شراب خوری۔ تھیٹر اور سینما اور سود اور جوئے میں کام نہ لے۔ اولاد بھی ایک نعمت ہے ان کو ایسی تعلیم نہ دے جس سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہو۔ ولایت اور نسبت باطنی ایک بڑی نعمت ہے اس سے تکبر اور غرور نہ کرے۔ لوگوں کے مال و دولت پر نظر نہ کرے اور ان سے ہدایا کا امیدوار نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ علم ایک بڑی نعمت ہے اس سے جھگڑا و فساد میں مدد نہ لے اس کو اپنی قابلیت و لیاقت جتلانے کا ذریعہ نہ بنائے ۱۲ ظ

نہ جائے اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے شکر یہ ہے کہ جس کام سے منعم تعالےٰ شانہ ناراض ہوتا ہے اس سے بچے۔ شکر یہ ہے کہ منعم پر نظر کرے نعمت پر نظر نہ کرے (یعنی یہ سمجھے کہ خدا نے مجھ کو دیا ہے یہ نہ سمجھے کہ میرے پاس یہ کمال ہے میں ایسا ہوں اور ویسا ہوں (حضرت ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے مل کر میرے لحاف میں لیٹ گئے۔ پھر فرمایا اے ابوبکر کی بیٹی مجھے چھوڑ دے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کرلوں۔ میں نے عرض کیا کہ گو میری خواہش تو یہ تھی کہ آپ کے پاس رہوں مگر میری طرف سے اجازت ہے۔ چنانچہ آپ نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور نماز میں رونے لگے یہاں تک کہ آنسو سینۂ (مبارک) پر بہنے لگے پھر رکوع کیا اور رکوع میں بھی روتے رہے پھر سجدہ کیا اور اس میں بھی روتے رہے پھر سر اٹھایا اور روتے رہے غرض اسی طرح رات بھر نماز پڑھتے اور روتے رہے یہاں تک کہ بلالؓ نے آکر صبح کی نماز کی اطلاع دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس لئے روتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے (گنا ہوں کا وہاں کیا کام تھا مگر مقرب بندوں کو اپنی نیکیاں بھی گناہ نظر آتی ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے عبادت الٰہی کا حق ادا نہیں کیا اور اس سے ان کا دل لرزاں و ترساں رہتا ہے اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی کہ اگر آپ اپنے کو باوجود غایت کمال عبادت کے بھی گناہ گار سمجھتے ہیں تو ہم آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ ہم نے آپکے سب گناہ بخشدیئے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ نے حق تعالےٰ کی اسی تسلی کو یاد دلاکر سوال کیا کہ آپ پھر کیوں روتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا میں شکر گذار بندہ

نہ بنوں ؟ (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر یہ انعام فرمایا کہ میرے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کر کے میری تسلی کر دی تو اس نعمت کا شکر یہی ہے کہ پہلے سے زیادہ اس کی عبادت کروں اور پہلے اگر خوف کی وجہ سے روتا تھا تو اب محبت کی وجہ سے روؤں ۔ کیونکہ رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی محبت و اشتیاق سے ہوتا ہے)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے رب میں آپ کا شکر کیونکر ادا کروں کیونکہ شکر بھی تو آپ کی ایک نعمت ہے (دوسری نعمتوں کا حق تو شکر سے ادا ہو سکتا ہے مگر نعمت شکر کا حق کیونکر ادا ہو) اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ بس اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا (واللہ اعلم مراد یہ ہے کہ میری نعمت کا شکر یہی ہے کہ بندہ دل سے اس بات کا اقرار کرلے کہ مجھ سے شکر ادا نہیں ہو سکتا

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد

ورنہ سزا وار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

شکر یہ ہے کہ منعم کی طلب میں لگا رہے اور دنیا و مافیہا کو چھوڑ دے منعم کی طلب زہد کے ساتھ ہی درست ہوتی ہے اور زاہد وہ ہے جو دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی پروا نہ کرے کہ کس نے اس کو لیا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ دنیا تخادعنی کانی ۔ لست اعرف حالھا ۔ ذم الالہ حرامھا ۔ وانا اجتنبت حلالھا ۔ بسطت الی یمینھا ۔ فکففتھا وشمالھا ورأیتھا محتاجۃ ۔ فوھبت جملتھا لھا۔ (ترجمہ) دنیا مجھے فریب دیتی ہے جیسا میں اس کی حالت کو جانتا ہی نہیں ۔ خدا نے تو اس کے حرام حصہ کی برائی کی ہے ۔ اور میں اس کے حلال سے بھی الگ ہو گیا ہوں ۔ دنیا نے میری طرف اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا ۔ تو میں نے اس کے دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں کو ہٹا دیا ۔ میں نے دنیا کو محتاج دیکھا تو سب کا سب اسی کو دیدیا ۔

عارفین فرماتے ہیں کہ زہد آرزو کم کرنے کا نام ہے۔ موٹا کھانے اور عبا پہننے کا نام نہیں۔

جو شخص دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو اس کے دل میں حکمت (کے درخت) بوتا رہتا ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لایریدون علوا فالارض ولافسادا والعاقبۃ للمتقین۔ یہ دار آخرت ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں بڑائی اور فساد نہیں چاہتے تھے۔ اور اچھا انجام تقویٰ اختیار کرنے والوں ہی کا ہے۔ اچھا انجام تقویٰ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری بھلائیوں کو ایک گھر میں بند کر کے تقوے کو اس کی کنجی بنا دیا ہے (پس بھلائی کا دروازہ تقوے ہی سے کھل سکتا ہے اور تقویٰ کیا ہے؟) اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں من عمل صالحا من ذکر او انثٰی وھو مؤمن فلنحیینہ حیٰوۃ طیبۃ جو شخص اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے (پس تقویٰ یہ ہے کہ اچھے کام کرو اور بُرے کاموں سے بچو۔)

ماسوئے خدا پر نظر کرنے سے ڈرو

بزرگو! میں تم کو دنیا سے ڈراتا ہوں اغیار پر نظر کرنے سے ڈراتا ہوں معاملہ سخت ہے اور پرکھنے والا گہری نظر والا ہے تم ان بیہودگیوں اور غفلتوں کو چھوڑ دو دنیا جہاں اور مخلوقات سے الگ رہو سب کو حاصل کرو سب کو چھوڑ کر جس نے سب کو چھوڑ دیا سب کو پا لیا اور جس نے سب کو چاہا اسے کچھ بھی نہیں ملا۔ تم جن چیزوں کے طالب ہو ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر (الگ) پیچھے کھڑے ہو جاؤ۔ ایک کو مطلوب بناؤ تمہارے سب مطلوب اسی ایک میں داخل ہو جائیں گے۔

جس کو خدا مِل گیا اُس کو سب کچھ مِل گیا

جس کو خدا مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا۔ اور جس سے خدا چھوٹ گیا اس سے سب کچھ چھوٹ گیا تم کو خدا کی قسم یہ معرفت جا رہی ہے "افسوس افسوس" اس کو لے لو۔ جو اپنے نفس سے اور تمام اغیار سے نکل گیا اور طبیعت کے کروفر (ساز و سامان) پر لات ماردی وہ جہل کی قید سے چھوٹ گیا (معرفت کی) حقیقت وہ نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو کہ اونی جبہ ہو اور (سر پر) تاج ہو اونچے کپڑے ہوں (بلکہ معرفت یہ ہے کہ) رنج و غم کا جبہ ہو سچائی کا تاج ہو توکل کا لباس ہو۔ (اگر ایسا ہو تو) بس تم عارف ہو گئے۔ عارف کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ حکم کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے اور راستہ سے ہٹنے نہیں پاتا اس کا دل وجد[1] کی چنگاریوں پر لوٹتا رہتا ہے اس کا وجد ایمان ہے اس کا سکون یقین ہے (یعنی اس کے اوپر غلبہ حالات محض اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہے پس کبھی جنت کی یاد ہے کبھی دوزخ کی کبھی خدا کی محبت کا غلبہ ہے کبھی ملنے کا شوق کسی نفسانی خواہش یا جذبۂ شہوت کی وجہ سے اس کو وجد نہیں ہوتا۔ اور سکون بھی اس کو اس وقت ہوتا ہے جبکہ دل پر سکینہ کا نزول ہوتا اور باطن میں انشراح ہوتا ہے۔ جو یقین کا اثر ہے ۱۲)

احسان و اخلاص یہ ہے کہ اللہ کی (بندگی) عبادت اس طرح کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھ کو دیکھ رہا ہے صادق و مصدوق (سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی طرح فرمایا ہے احسان ہم پر لازم کرتا

---

[1] وجد غلبہ حال کو کہتے ہیں یعنی دل پر کسی حالت کا غالب ہونا کبھی خوف کبھی امید کبھی غم کبھی خوشی کبھی انس کبھی ہیبت وغیرہ وغیرہ ۱۲ ظ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں جیسے اس کو دیکھنے والا (اس کے سامنے) کھڑا ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی (وہ ہمارے اعمال کو اچھی طرح جانتے دیکھتے ہیں پس سنبھل کر عبادت کرنا چاہیے کیونکہ ہم اس کی نظروں کے سامنے ہیں اور عمل کے بعد اپنے عمل پر نظر نہ کرنی چاہیئے کہ ہم نے اتنا بڑا کام کیا کیونکہ ہمارے اعمال کی حقیقت یہ ہے کہ) اول خدا تعالیٰ کا علم ہوا پھر امر و ارادہ ہوا اس کے بعد (عمل) ممکن ہوگیا امکان کے بعد خدا نے (اس کی استعداد کو ہمارے اندر) پیدا کیا اور اس کے بعد ہم کو مکلف کیا۔ اس کے بعد فصل ہے یا وصل (یعنی کسی کو توفیق دی اور کسی کو توفیق نہیں دی اور توفیق کے بعد کسی کا عمل قبول ہوا کسی کا قبول نہیں ہوا۔ جس کا قبول ہوگیا وہ واصل یعنی خدا رسیدہ اللہ کا مقرب ہے اور جس کا عمل مردود ہوا وہ خدا سے جدا اور دور ہے پھر عمل پر ناز کرنے کا کیا حق ہے اول تو جو کچھ ہوا اسی کی توفیق اور مدد سے ہوا پھر بھی کیا خبر ہے کہ مقبول ہوا یا نہیں)

سچّی عبدیت

سچی عبودیت (غلامی) یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالہ کردے درویش جب اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام اور (بدلہ) لیتا ہے مشقت میں پڑ جاتا ہے اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کردیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے خاندان اور برادری (کی مدد) کی اس کو ضرورت نہیں رہتی (چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا ہے کہ اپنے معاملات کو خدا تعالیٰ کے سپرد کردیا ہے)

خدا تعالیٰ اپنے ولی کا مددگار ہے

ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر اپنی طرف

(مخلوق کو) بلانے کے لئے پیشوا بنایا ہے جو ہمارا اتباع کرے گا نجات پائیگا جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے ذریعہ سے رجوع کرے گا فائدہ مند ہوگا۔ حق بات کہنا پڑتی ہے (اس لئے میں یہ بھی سنا دینا چاہتا ہوں کہ) ہم اہل بیت ہیں جو کوئی ہم سے کچھ چھیننا چاہے گا اس کی دولت چھن جائے گی اور جو کتا ہم پر بھونکے گا اس کو خارشت ہو جائے گی (جس کے بعد کتا خود اپنے اوپر بھونکا کرتا ہے) اور جو ہم کو مارنے کا ارادہ کرے گا خود اسی پر مار پڑے گی اور جو شخص ہماری دیوار سے اونچی دیوار بنائے گا اس کا گھر ویران ہو جائے گا ان اللہ یدافع عن الذین آمنوا النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے خود (ان کے دشمنوں کی) مدافعت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ ان کی جان سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں (پس اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و دعا ہمارے ساتھ ہے دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا) روحانی تجلیوں کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالےٰ کی بات ٹل نہیں سکتی اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین اللہ وہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی (قرآن) اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے کاموں کا بھی سرپرست ہے اور ان کے منادی (مبلغ و نائب) کے کاموں کا بھی، اور جو ان کی مجلس میں آتے جاتے ہیں ان کے کاموں کا بھی، زندگی میں بھی، اور ان کے مرنے کے بعد بھی، خواہ ان کو علم ہو یا نہ ہو (دیکھو!) جب کوئی آدمی رحم دل ہوتا ہے تو وہ سونے والے کا بدن کھلا ہوا دیکھ کر) ڈھانک دیتا ہے اور (جاگنے کے بعد) اس سے ذکر بھی نہیں کرتا (اسی طرح سخی آدمی) محتاج کے پاس مال پہنچا دیتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کرتا سو اللہ تعالیٰ تو سب بڑھ کر رحمت والا، بڑا مہربان، بڑی عظمت والا اور بڑا

کریم ہے، وہ اپنے بندہ ولی کا بدلہ اس طرح لیتا ہے کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی، ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت کے پہاڑ اس کو (دنیاوی) کدورتوں اور طاقتوں کے دریا میں غرق ہونے سے بچاتے ہیں اور ولی سے اور اس کے چاہنے والوں سے (دنیا کی) طاقتوں کو دوسری طاقتوں کے ذریعہ دفع کرتے رہتے ہیں۔ خود اس کی طاقت سے نہیں، بلکہ اس کے واسطے اور مضبوط (غیبی) طاقتیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں کھول سکتا۔ جس نے اللہ کی پناہ لی وہ محفوظ رہا جو غیروں کے ساتھ لگ گیا پشیمان ہوا۔ سیدی شیخ منصور ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی پناہ چاہنا یہ ہے کہ تو اس پر بھروسہ کرے اور غیر کے وسوسوں سے بھی دل کو پاک کرلے۔ ان حضرات نے ہم کو راستہ بتلا دیا کتاب وسنت کے موتیوں کے خزانوں پر جو اشکال کے پردے تھے ان کو ہماری خاطر اٹھا دیا۔ ہم کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کرنے کا (طریقہ اور) راز بتلا دیا۔ یہی لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کو پہچانتا ہے وہ ان حضرات سے (ضرور) محبت کرے گا اور ان کی پیروی اختیار کرے گا۔

اولیاء اللہ کا معاہدہ اللہ کے ساتھ

بزرگو! اس جماعت (اولیاء) نے سچی نیتوں اور خاص ارادوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا ہے بکثرت مجاہدہ کرنے، اور مراقبات وطاعات کی پابندی کرنے، اور تمام باتوں پر صبر کرنے کا، ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه بعض لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اس بات کو پورا کر دکھایا جس کا اللہ سے عہد کیا تھا، گویہ آیت حضرات

صحابہؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر جو لوگ صحابہؓ کے طریقہ پر کام کرنے والے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں) ان لوگوں نے پختہ ارادہ اور پوری ہوشیاری کے ساتھ عزیمتوں[ل] کے بجالانے میں سبقت کی، پس انھوں نے سونا چھوڑ دیا، کھانا پینا چھوڑ دیا (یعنی ان چیزوں کو بہت کم کردیا) اور رات کی اندھیریوں میں اللہ کی خدمت (عبادت) کے لئے کھڑے ہوگئے، اور خشوع اور بیداری اور (لمبے لمبے) قیام سے، اور رکوع و سجدہ اور روزہ سے، اللہ کی عبادت کی اور اپنے محبوب کے سامنے محرابوں میں (کھڑے ہوکر) مقصود حاصل ہونے کے لئے خوشامدیں کیں، یہاں تک کہ مقام قرب تک پہونچ گئے، اور اللہ سے ان کو انس حاصل ہوگیا، اور ان پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد۔ انا لا نضیع اجر من احسن عملا (ہم اچھا کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے) کا بھید ظاہر ہوگیا (انھوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا اجر ضرور عطا فرماتے ہیں) پس اللہ نے ان کو بلند درجہ اور قرب کا مرتبہ عطا فرمایا اور اس میں شک کرنے کی کچھ وجہ نہیں کیونکہ قریب کا قریب قریب ہوتا ہے۔ محبوب کے دوستوں کا دوست بھی محبوب ہوا کرتا ہے (پس یہ لوگ اپنے مشائخ کے محبوب اور مقرب ہیں، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب و مقرب ہیں، تو یہ بھی

ل اعمال شرعیہ کی دو قسمیں ایک عزیمت دوسرے رخصت عزیمت اصلی حکم ہے جس میں نفس پر مشقت ہوتی ہے اور رخصت آسان حکم ہے مثلاً فرائض ادا کرنے کے بعد رات بھر سونا رخصت ہے مگر عزیمت یہ ہے کہ پچھلی رات میں جاگ کر تہجد پڑھے۔ اسی طرح پیٹ بھر کر کھانا رخصت ہے اور کچھ بھوک رکھ کر کھانا عزیمت ہے سفر میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا رخصت ہے مگر ہمت کرکے روزہ رکھنا عزیمت ہے وغیرہ وغیرہ ۱۲ ظ

اللہ تعالیٰ کے محبوب یے مقرب ہوئے) ان کا محبوب ان کے چاہنے والوں کا بھی محبوب ہے، اللہ کا بھی محبوب ہے، اس کی محبت کی برکت اس کو محبوبیت کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے، (پھر) جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے (یعنی محبوبیت کے درجہ پر پہنچ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ جو نعمت چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

صحبت اولیاء کی ترغیب

اے بزرگو! اولیاء اللہ کے قرب کی کوشش کرو۔ جو اللہ کے ولی سے دوستی رکھتا ہے اللہ سے دوستی رکھتا ہے، ایسے ہی جو اللہ کے ولی سے دشمنی رکھتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے۔

عز یزمن! اگر کوئی تیرے دشمن سے محبت رکھے کیا تو اس سے محبت کر سکتا ہے نہیں بخدا نہیں (تو اب سن لے کر) اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے زیادہ غیرت ہے ان کو بھی (اس سے) غیرت آتی ہے (کہ اپنے ولی کے دشمن سے محبت کریں پھر) وہ انتقام بھی لیتے ہیں اور قہر بھی نازل کرتے ہیں۔

عز یزمن! اگر کوئی تمہارے دوست سے محبت کرے تو کیا تم اس سے نفرت کرو گے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں (تو سمجھ لو کہ) اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ کریم ہیں وہ تو سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور سب مہربانوں سے زیادہ رحیم ہیں۔ (اس لئے وہ اپنے ولی کے دوست سے کبھی نفرت نہیں کریں گے) بلکہ اس پر احسان کریں گے، اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے، اس پر انعام فرمائیں گے اس کا اکرام فرمائیں گے۔

اس نعمت کا بیان جو مصنّف رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیان کرنا پڑتی ہیں (اس لئے مجھے یہ کہنا پڑا کہ جس کو میں نے

اللہ سے قریب کردیا وہ قریب ہے۔ اور جس کو میں نے اس سے دور کردیا وہ دور ہے۔ اے ہم سے دور ہونے والے اے وہ جس سے ہم کو نفرت ہے! اے مسکین یہ دوری اور نفرت تیری طرف سے نہیں (بلکہ ہماری طرف سے ہے) اگر ہم کو تیری طرف توجہ کرنے کا کوئی موقعہ ملتا جو تیرے حسن استعداد اور اللہ تعالیٰ و اہل اللہ کے ساتھ خالص محبت کا پتہ دیتا تو ہم تجھ کو اپنی طرف کھینچ لیتے اور اپنی جماعت میں داخل کر لیتے خواہ تو چاہتا یا نہ چاہتا مگر سچی بات کہنا پڑتی ہے۔ تیرے حظ نفس (اور نفسانی لذتوں نے) تجھ کو روکا اور تیری نا قابلیت نے تجھ کو (ہم سے) جدا کیا (اسی سبب سے ہم نے اپنی جماعت میں تجھ کو نہیں کیا) اگر ہم تم کو اپنوں میں شمار کر لیتے تو تو ہم سے اور نہ تھا (مگر اس حالت میں ہم کیسے اپنا بنالیں کوئی فوج تو بھرتی کرنا نہیں ہے بلکہ ہم تو کام کے آدمیوں کو لینا چاہتے ہیں)

شیخ کا علم لے لینا کافی نہیں بلکہ خود اس کو لو

عزیز من! مجھ سے دل کا علم (یعنی روحانی علم) لیلے مجھ سے ذوق کا علم لیلے مجھ سے شوق کا علم لے لے (یہ سب کچھ تو لے سکتا ہے، مگر)

لہ یعنی اس وقت قرب الٰہی میرے ہی واسطے سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ اتباع حق اور اتباع سنت میرے سوا کسی جگہ نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مجدد اور قطب الاقطاب کے زمانہ میں جس کو بھی قرب الٰہی اور تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے اس کے واسطہ ہی سے ہوتا ہے خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں ہو مجدد اور قطب الاقطاب کو اس کی خبر ہو یا نہ ہو مگر اس کا فیض ہر طالب حق کو پہنچتا ہے اور جو شخص جان بوجھ کر مجدد اور قطب الاقطاب کی ولایت کا انکار کرے یا اس کی شان میں گستاخی کرے تو اس کو قرب الٰہی اور دولت باطنی حاصل نہیں ہوتی چونکہ حضرت شیخ سید احمد رفاعی قدس سرہٗ اپنے زمانہ کے غوث اعظم تھے اس لئے ان کو اپنی یہ شان ظاہر کرنا پڑی کہ جس کو میں خدا کا مقرب بنا دوں وہ قریب ہے اور جس کو میں اس کی گستاخی اور انکار کی وجہ سے دور کردوں وہ دور ہے خوب سمجھ لو ۱۲ ظ

اے ! محجوب (اے محروم) تو مجھے کہاں لے سکتا ہے مجھے تو تجھ سے پہلے ہی (حقیقت کا) کشف ہو چکا ہے (میں جانتا ہوں کہ تجھ کو ان علوم سے میرے الفاظ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ تجھے مجھ سے مناسبت ہی نہیں اور جب مجھ سے مناسبت نہیں تو میرا دل میرا ذوق تجھ کو نہیں مل سکتا اور جب تک تو میرے دل کو میرے ذوق کو نہ لے گا کام نہیں چلے گا) عزیز من ! اگر تو میری نصیحت (کان لگا کر دل سے) سنتا تو میرا اتباع کرتا (جب تو اتباع نہیں کرتا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ تیرا دل میری باتوں کو قبول نہیں کرتا) یوں مت کہہ ! کہ اگر آپ میری دستگیری کرتے (یعنی سلسلہ میں لے لیتے) تو میں ضرور اتباع کرتا (کیونکہ) میرے ذمہ (صرف) نصیحت کرنا ہے اور تیرے ذمہ ہر حالت میں (خواہ میں دست گیری کروں یا نہ کروں) اتباع کرنا اور میری بات کا سننا ہے (میں پھر کہتا ہوں کہ) اللہ کی طاعت اختیار کر اور خدا نے جو مقدر کر دیا ہے اس پر راضی رہ (اپنی تجویز کو چھوڑ دے) اور اللہ کی یاد سے انس حاصل کر تو خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو جائے گا (اور معرفت سے حصہ پالیگا) جس نے اللہ کو پہچان لیا اس کے افکار زائل ہو جاتے ہیں (پریشانی اسکے پاس نہیں آتی) عارف وہ ہے جس نے (سب کو چھوڑ کر سب سے قطع نظر کر کے اللہ کی طرف) ہجرت کی اور مخلوق سے (اس کا دل) خالی ہو گیا۔

کامیاب اور ناکام کا بیان

اے بزرگو! خسارہ میں وہ ہے جس نے اپنی عمر طاعت خداوندی کے خلاف (بے کار یا برے کاموں) میں گذار دی۔ اور زاہد وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالی سے غافل کرتی ہیں۔ اور صاحب اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور جواں مرد وہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اترے (یعنی اللہ کے سوا کسی چیز پر

توجہ نہ کرے اللہ ہی کی طرف لو لگائے رہے) اور قوی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے قوت حاصل کرے۔

توحید خالص کا بیان

توحید خالص حاصل کرو اور وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو کیونکہ وہ یکتا ہے جب تم نے یا اللہ کہا تو تم نے اللہ کو اسم اعظم سے یاد کیا مگر اس کی حقیقت وعظمت سے محروم ہو کیونکہ تم نے اپنی شان کے موافق کہا ہے اس نام کی شان کے موافق نہیں کہا سب سے بڑی غنا (تو نگری) اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مانوس ہونا ہے اور سب سے بڑا افلاس یہ ہے کہ ہمیشہ مردوں ہی سے مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے) دلوں کے پردوں میں سب سے زیادہ موٹا پردہ مخلوق کی طرف جھکتا ہے (یاد رکھو) معرفت کی کان دل ہے (اس کو سب سے پہلے درست کرنا چاہیے) اللہ تعالیٰ

لہ اس نام کی شان کے موافق کہنے کا کیا طریقہ ہے پورا طریقہ تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو معلوم تھا مگر جس قدر مشائخ کی جوتیوں کے طفیل معلوم ہو سکا وہ یہ ہے (۱) اللہ کہتے ہوئے یہ سمجھ لے اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں (۲) اور یہ بھی سمجھ لے کہ وہ میرے ذکر کو دیکھ رہے ہیں کہ میں کس طرح اس کو یاد کر رہا ہوں شوق سے یا بدشوقی سے دل سے یا بے دلی سے (۳) اللہ کہتے ہوئے یقین رکھے کہ وہ بھی مجھ کو یاد کر رہے ہیں اسی طرح جس طرح میں یاد کر رہا ہوں اگر میں محبت سے یاد کروں گا وہ بھی مجھے محبت سے یاد کریں گے (۴) یہ بھی سمجھ لے کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو وہ اس کے جواب میں لبیک عبدی (میرے بندہ میں موجود ہوں حاضر و ناظر ہوں) فرماتے ہیں (۵) اللہ کہتے ہوئے یہ بھی سمجھ لے کہ یہ سب سے بڑے بادشاہ سب سے بڑے محبوب کا نام ہے پس بادشاہ اور محبوب کا نام اس کے سامنے جس عظمت و جلال اور محبت کے ساتھ لیا جاتا ہے اسی طرح دل کو عظمت و جلال و محبت سے بھر کر اللہ کا نام لینا چاہیے (۶) زبان سے اللہ کہتے ہوئے یہ بھی خیال رکھے کہ دل سے بھی اللہ نکل رہا ہے (۷) یہ بھی تصور کرے کہ اللہ کہنے کے ساتھ ایک نور دل اور زبان سے پیدا ہو کر ذاکر کو محیط ہو رہا ہے۔ اس طرح اللہ اللہ کرنے سے چند روز میں وہ حالت پیدا ہو جائے گی جس کے بیان سے زبان و قلم دونوں عاجز ہیں ۱۲

فرماتے ہیں اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ (اس قرآن میں نصیحت ہے اس کے لیے جس کے پاس دل ہو یعنی اچھا دل ہو) اور ارشاد فرمایا ہے ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب (جو شخص خدائی نشانات کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے دل کی صلاحیت اور متقی ہونے کی علامت ہے)

بزرگو! جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتا ہے کہ اپنے باطن کو ماسوی کی طرف التفات کرنے کی آفت سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے حجابات بعد[1] سے نکلنے کا راستہ نکال دیتے ہیں اور اس کو (اپنا) مشاہدہ اور وصال (وقرب) اس طرح عطا فرماتے ہیں کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ بندہ کے لئے اپنے پروردگار کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو پہچانے[2]۔

---

[1] بعد دوری حجابات پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں جو اللہ سے دور کرنے والے ہیں اور قرب کا راستہ کھل جاتا ہے ۱۲ ظ [2] اپنے نفس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس بات میں غور کرے کہ انسان کس چیز کا نام ہے کیا بدن کا نام انسان ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ آدمی جب کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں یا میں ویسا ہوں! تو اس کے بدن کا کوئی حصہ مراد نہیں ہوتا بلکہ دوسری چیز مراد ہے جو اس بدن کے اندر حکومت کر رہی ہے۔ آدمی پہلے کسی کام کا ارادہ کرتا ہے پھر بدن کو اس کام کے لئے حرکت دیتا ہے یہ ارادہ کرنے والا کون ہے؟ یقیناً بدن نہیں بلکہ دوسری چیز ہے۔ یہی چیز ہے جو موت کے وقت بدن سے نکل جاتی ہے اور اب اس میں اور بیجان پتھر میں کچھ فرق نہیں رہتا اسی کا نام روح ہے اسی روح انسانی کا نام انسان ہے۔ اسی روح سے بدن کا حسن وجمال ہے اسی سے اس کی نشو ونما ہے اسی سے بدن بڑے بڑے کام کرتا ہے اب آدمی غور کرے کہ کیا وہ اپنی روح کی حقیقت سے واقف ہے؟ کیا اس نے اپنی روح کو دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس وقت انسان کو معلوم ہوگا کہ جب وہ خود اپنے سے بے خبر ہے تو دوسرے اس سے خبردار کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یقیناً سب لوگ محض اس کی صورت سے آشنا اور صورت ہی سے محبت کرنے والے ہیں خود اس سے کسی کو محبت نہیں کیونکہ محبت کا مدار معرفت پر ہے جب کسی کو اس کی معرفت ہی نہیں تو محبت کیونکر ہو سکتی ہے اب اس کو سمجھنا چاہیئے کہ دراصل اس کا چاہنے والا وہ خالق جل وعلا ہے جس نے اس کو (بقیہ صفحہ آئندہ)

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ. جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا جس نے یہ جان لیا کہ میں خدا کا ہوں اس نے اپنے کو

(بقیہ حاشیہ ص۷۴) پیدا کیا کیونکہ اسی کو اس کی روح کی معرفت ہے۔ اور خدا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہے کہ ان کو خدا نے دوسروں سے زیادہ روح کی معرفت دی ہے۔ اس کے بعد یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم تو دنیا میں رہ جاتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی چیز ہے اگر روح بھی دنیا کی چیز ہوتی تو موت نہ آتی موت آنیکا سبب یہی ہے کہ روح دوسرے عالم کی ہے وہ وہاں جانا چاہتی ہے گویا یوں کہیئے کہ انسان اس عالم کی چیز نہیں بلکہ دوسرے عالم کی ہے اور جیسے روح نظر نہیں آتی اس وقت وہ دوسرا عالم بھی نظر نہیں آتا جب روح اس عالم میں پہنچے گی اس وقت وہ عالم بھی نظر آئیگا اور قسمت نے یاوری کی تو خالق جل علا کا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ اس عالم میں جب انسان خود اپنے (یعنی اپنی روح کے) دیدار سے محروم ہے تو خالق کے دیدار کی جرأت کیونکر کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کو سوچنے کے بعد انسان کو معلوم ہوگا کہ اس کا اصلی وطن یہ دنیا نہیں ہے بلکہ دوسرا عالم ہے جہاں پہنچنے کے لئے روح اس بدن خاکی کو چھوڑ دیتی ہے اور اس کو افسوس ہوگا کہ اب تک اس نے جو کچھ کیا خاص اپنے واسطے نہیں کیا بلکہ بدن خاکی کی راحت کے واسطے کیا دنیا یا گھر بنایا، دکان چلائی یا بڑا منصب حاصل کیا محض اس لئے کہ بدن کو غذا ملے آرام ملے روح سے ایک دن بھی نہ پوچھا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اگر اس سے پوچھتا تو وہ بھی کہتی کہ میرے واسطے اس جگہ کا بندوبست جہاں میں بدن سے نکل کر جانے والی ہوں۔ نیز انسان کو یہ بھی محسوس ہوگا کہ اب تک اس نے جن لوگوں کے ساتھ دل لگایا در اصل وہ اس کے دوست نہ تھے۔ اس کے بدن کے دوست تھے باپ، ماں، بیوی، اولاد سب کا یہی حال ہے کہ وہ انسان کے دوست نہیں صرف اس کی صورت اور بدن کے دوست ہیں۔ ان کو روح کی خبر ہی نہیں تو اس سے ان کو محبت کیونکر ہوسکتی ہے؟ اور جو انسان کا اصلی چاہنے والا۔ اس کی حقیقت کو جاننے والا ہے اس سے اب تک یہ غافل رہا پس انسان اگر اپنی حالت اور حقیقت میں پوری طرح غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لئے راستہ کھل جائیگا اور معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے کیونکہ مجھے خود اپنی خبر نہیں کہ کیا ہوں اور اس کو میری حقیقت معلوم ہے کیونکہ وہ خالق ہے الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر کیا جس نے پیدا کیا اس کو بھی علم نہ ہوگا۔ وہ تو بڑا باریک بین بڑا خبردار ہے ۱۲ ظ

پہچان لیا پھر) وہ اپنا سب کچھ خدا پر قربان کردے گا ؂

آنکس کہ ترا شناخت جانرا چہ کند　　فرزند و عیال و خانماں راچہ کند

ہر کسے کہ دور ماند از اصل خویش　　باز جوید روزگار وصل خویش ۱۲

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ یاد رکھو جس نے مجھے پہچان لیا اس نے مجھ کو چاہا اور طلب کیا اور جس نے مجھے طلب کیا مجھے پالیا اور جس نے مجھے پالیا وہ میرے سوئی کسی کو میرے مقابلہ میں محبوب نہ بنائے گا

؂ عجلت لمن یقول ذکرت ربی　　وھل انسی فاذکر ما نسیت

اموت اذا ذکرتک ثم احیا　　ولولا ماء وصلک ما حییت

فاحیا بالمنی واموت شوقا　　فکم احیا علیک وکم اموت

شربت الحب کاسا بعد کاس　　فما نفد الشراب ولا رویت

(ترجمہ) میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو (میرے متعلق) کہتا ہے کہ میں نے خدا کو یاد کیا۔ اور کیا میں اس کو بھولتا بھی ہوں جو بھولے ہوئے کو یاد کروں میں تو جب آپ کو یاد کرتا ہوں مرجاتا ہوں پھر زندہ ہوتا ہوں اور اگر آپ کے وصال کا آب حیات نہ ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا میں آرزوئیں لے کر زندہ ہوتا ہوا اور شوق (کے غلبہ) سے مرجاتا ہوں۔ تو اب کب تک میں آپ پر مرتا اور جیتا رہوں گا۔ میں نے محبت کے جام پر جام پیئے پھر نہ یہ شراب ہی ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔

ذکر اللہ کی تاکید اور اس کا طریقہ

بزرگو! ذکر اللہ کی پابندی کرو۔ کیونکہ ذکر وصال حق کا مقناطیس ہے۔ قرب کا ذریعہ ہے، جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہوجاتا ہے، اور جو اللہ سے مانوس ہوا وہ اللہ تک پہنچ گیا (مگر یاد رکھو کہ) ذکر اللہ صحبت (مشائخ)

کی برکت سے دل میں جمتا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، (تو ایسے لوگوں سے تعلق پیدا کرو جن کے دل میں خدا کی یاد جم چکی ہے تم کو بھی یہ دولت نصیب ہوگی ورنہ غافلوں کی صحبت میں رہ کر یا تنہا خلوت میں رہ کر یہ دولت حاصل نہ ہوگی) ہم سے تعلق پیدا کرو۔ ہماری صحبت آزمایا ہوا تریاق ہے۔ ہم سے دور رہنا زہر قاتل ہے۔ اے (ہم سے) محجوب رہنے والے تیرا یہ خیال ہے کہ عالم بن جانے کے بعد تجھے ہماری ضرورت نہیں؟ (بتلا) اس علم سے کیا فائدہ جس پر عمل نہیں اور اس عمل سے کیا نفع جس میں اخلاص نہیں (اور اخلاص کا حاصل کرلینا آسان نہیں وہ لفظوں کے یاد کرنے سے حاصل نہیں ہوتا) (اخلاص ایک خطرناک راستہ کے (پار) کنارہ پر ہے (اب بتلا) تجھے

لہ اس تقریر سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ مشائخ صوفیہ اور طریق تصوف کی ضرورت صرف تین چیزوں کے لئے ہے (۱) یہ کہ اعمال میں سہولت ہوجائے ہمت قوی ہوجائے (۲) یہ کہ ریا سے قلب پوری طرح پاک ہوجائے (۳) اخلاص حاصل ہوجائے اور مشاہدہ ہے کہ یہ دولت بدون مشائخ صوفیہ کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتی اور ریا سے بچنا اخلاص حاصل کرنا فرض ہے تو اس کے لئے مشائخ سے رجوع کرنا بھی فرض ہے نیز یہ بھی جان لینا چاہئے کہ تصوف کا خلاصہ جب یہ تین چیزیں ہیں تو طریقت کو شریعت سے جدا کہنا غلط ہے کیونکہ ان چیزوں کی تاکید شریعت میں صاف صاف موجود ہے۔ قرآن و حدیث ریا کی مذمت اور اخلاص کی تاکید سے بھرے ہوئے ہیں بات اتنی ہے۔ قرآن و حدیث کے پڑھانے والے ایک زمانہ سے عموماً ایسے لوگ ہوتے آرہے ہیں جو ریا کا علاج اور اخلاص حاصل کرنے کا طریقہ نہیں جانتے اس لئے صوفیہ کو یہ کام اپنے ہاتھ میں لینا پڑا جس سے ظاہر میں علماء اور صوفیہ کی دو جماعتیں بن گئیں اور اس سے جہلا کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ خلاصہ تصوف جب یہ تین چیزیں ہیں تو اب جو لوگ ان کے سوا کسی اور چیز کو مقصود بناتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ تصوف میں جو دوسری چیزیں ہیں مثلاً لطائف ستہ کی مشق منازل کی سیر مراقبات و اشغال وغیرہ یہ مقاصد سے نہیں بلکہ ذرائع و وسائل ہیں اس لئے اگر کسی شخص کو ان چیزوں میں نہ ڈالا جائے اور بدون اس کے اخلاص حاصل ہوجائے تو وہ بھی صوفی اور کامل ہوگا اب ان لوگوں کی غلطی واضح ہوگئی جو ان وسائل و ذرائع کو دیکھ کر تصوف کو دشوار سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص کو لطائف ستہ اور منازل کی سیر سے راستہ میں ڈالا جائے ہاں تصوف اس معنی کر ضرور دشوار ہے کہ بدون صحبت شیخ کے حاصل نہیں ہوتا ۱۲

عمل کے لئے کون اٹھائے گا ؟ ریا کے زہر کا کون علاج کرے گا ؟ جو تیرے اندر بھرا ہوا ہے۔ اور اخلاص (حاصل ہو جائے) کے بعد تجھے بے خوف وخطر راستہ کون بتلائے گا ؟ (کیا یہ درسی کتابیں اور کتابوں کے پڑھانے والے بتائیں گے ؟ نہیں ہرگز نہیں) جاننے والوں سے پوچھو اگر تم خود نہیں جانتے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون ۔ علیھم خبیر اللہ تعالیٰ شانہ نے ہم کو یہی طریقہ بتلایا ہے۔ کہ جس بات کا تم کو علم نہ ہو (جاننے والوں سے معلوم کرو) تو اپنے آپ کو اہلِ ذکر میں سے سمجھتا ہے، اگر تو ان میں سے ہوتا تو ان سے محجوب نہ ہوتا۔ اگر تو اہلِ ذکر سے ہوتا تو فکر کے ثمرہ سے محروم نہ ہوتا (کیونکہ ذکر اللہ کے اثر سے دل پر فکر ضرور غالب ہوتا ہے اور فکر کے آثار ذاکر کی صورت سے ظاہر ہونے لگتے ہیں) اس کے ہر کام سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کو کوئی بڑا فکر ہے) تجھ کو تیرے اس حجاب ہی نے روکا (کہ مشائخ سے دور دور رہتا ہے) تجھ کو تیرے (دعویٰ) علم نے تباہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اے اللہ میں ایسے علم سے جو نفع نہ دے آپ کی پناہ مانگتا ہوں (اب بتلا جس علم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اس پر تیرا ناز کرنا کہاں تک زیبا ہے) اے محجوب تو ہمارے دروازوں کا پہرہ دے کیونکہ تیرا جو وقت اور درجہ[لہ] ہمارے دروازوں پر گذرے گا وہ (تیرے لئے) ایک اعلیٰ درجہ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کا وقت ہوگا (کیونکہ) ہمارا رجوع اللہ کی طرف صحیح ہو چکا ہے (اس لئے جو ہمارے پاس آتا ہے اس کو بھی اللہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واتبع سبیل من اناب الی" (ان لوگوں کے راستہ پر چل جو میری طرف رجوع کر چکے ہیں یہاں تک تو اہل علم سے خطاب تھا آگے صوفیوں

لہ درجہ چار منٹ کا ہوتا ہے یہ علم ہیئت کی اصطلاح ہے ۱۲ ظ

سے خطاب ہے جنھوں نے صوفیانہ لباس پہننے کو تصوف سمجھ لیا ہے پس فرماتے ہیں ! اے صوفی یہ کیا بیہودگی ہے ؟ (پہلے) صوفی بن جا تاکہ ہم بھی تجھے صوفی کہیں۔

طریقت میراث نہیں ہے بلکہ عمل سے حاصل ہوتی ہے

میرے پیارے تیرا یہ گمان ہے کہ یہ طریقت تیرے باپ کی میراث ہے، تیرے دادا سے سلسلہ بسلسلہ چلی آرہی ہے، تیرے پاس بکرؓ و عمرؓ کے نام سے آجائے گی، تیرے شجرہ نسب میں داخل ہوجائیگی تیرے خرقہ کے گریبان پر تیرے کلاہ پر منقش ہو جائے گی، تو نے اس سرمایہ کو (طریقت) سمجھ لیا ہے کہ اونی لباس ہو، ایک کلاہ ہو، ایک لاٹھی ہو، ایک گدڑی اور بڑا سا عمامہ ہو، بزرگوں کی سی شان وصورت ہو۔ نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تیرے دل کو دیکھتا ہے، تیرے دل میں خدا کے اسرار اور اس کے قرب کی برکت کیونکر ڈالی جائے کہ وہ تو کلاہ اور خرقہ اور تسبیح اور عصا اور ٹاٹ (پالان) کے حجابوں میں (گرفتار ہوکر) اللہ تعالیٰ سے غافل ہو رہا ہے، یہ عقل کس کام کی جو نورِ معرفت سے کوری ہے ؟ یہ سر کس کام کا جو، جو ہر عقل سے خالی ہے ؟ اے مسکین تو نے اس جماعت جیسے کام تو کئے نہیں اور ان کا لباس پہن لیا،

عزیز من ! اگر تو اپنے دل کو مار کر خوف کا لباس پہنتا۔ اور ظاہر کو لباس ادب سے آراستہ کرتا اور نفس کو ذلت کا لباس پہناتا، اور انانیت (تکبر) کو مٹنے کا لباس پہناتا اور زبان کو ذکر کے لباس سے آراستہ کرتا، اور ان سب حجابوں سے (جن میں پھنسا ہوا ہے) چھوٹ جاتا، اس کے بعد یہ لباس پہنتا تو تیرے لئے اچھا ہوتا بہت بہتر ہوتا، مگر تجھ سے یہ بات کیوں کر ہی

جائے (یہ تیری سمجھ میں نہ آئے گی، تو نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ میرا کلاہ اس جماعت جیسا کلاہ ہے، میرا لباس ان کے لباس جیسا ہے سب کی صورتیں ملی ہوئی ہیں (مجھ میں اور ان میں کیا فرق ہے) حالانکہ دل مختلف ہیں (اور سب سے زیادہ ضرورت دل ہی کے ملنے کی ہے) اگر تجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی تو ماں باپ، دادا، چچا اور (لمبا) کرتہ اور کلاہ اور تخت و زینہ سب سے الگ ہو جاتا، اور خدا کی قسم خدا (کو ڈھونڈھنے) کے لئے ہمارے پاس آتا۔ پھر اچھی طرح ادب حاصل کر کے یہ لباس پہنتا، اور میرا گمان تو یہ ہے کہ حسن ادب حاصل ہو جانے کے بعد تو اپنے نفس کو اس لباس اور تمام فضولیات سے جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں خود ہی الگ کر لے گا۔ اے مسکین تو (اس وقت) اپنے وہم پر چل رہا ہے، اپنے خیال پر راستہ طے کر رہا ہے، اپنے جھوٹ اور عجب و غرور کے ساتھ چل رہا ہے، انانیت (اور تکبر) کی ناپاکی لادے ہوئے ہے، اور سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے؟ (تکبر کے ساتھ یہ راستہ یک قدم بھی طے نہیں ہو سکتا) تواضع کا علم سیکھ! حیرت کا سبق پڑھ! مسکنت اور انکسار کا علم حاصل کر!

ارے بیہودہ! تو نے تو تکبر کا علم حاصل کیا، اور بڑائی کا سبق پڑھا ہے (بتلا!) ان سب سے تجھے کیا حاصل ہوا؟ (بس یہ حاصل ہوا کہ) تو آخرت (والوں) کی سی ظاہری صورت بنا کر اس مردود دنیا کو حاصل کر رہا ہے، تو نے بہت ہی برا کیا، تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی گندگی کو گندی چیز کے عوض خرید رہا ہو (کیونکہ دنیا کے لئے آخرت والوں کی صورت بنانا بھی دنیا بلکہ بدترین دنیا ہے، تو آپ ہی اپنے کو کیونکر دھوکہ دے رہا ہے؟ اور اپنے متعلق اور اپنے ہمجنسوں کے متعلق کس طرح جھوٹی باتیں کرتا ہے!؟

(کہ اپنے کو اللہ والا کہتا ہے اور اپنے مریدوں کو طریقت کا سالک بتلاتا ہے حالانکہ نہ تو اللہ والا ہے اور نہ تیرے مریدوں کو کچھ اللہ کے راستہ کا پتہ۔ یاد رکھ،

خدا تک پہنچنے کا طریقہ

عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہو جائے، (اب سن لے دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے پھر تو خدا کا مقرب اور اللہ والا کیونکر ہو سکتا ہے ۱۲) ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا اس نے برتن کو کنویں ہی میں لوٹ دیا اور (حق تعالےٰ سے) عرض کیا میرے محبوب تیرے حق کی قسم! میں تیرے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا (اللہ والے ایسے ہوتے ہیں اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے۔ مریدوں کے مال پر نظر رکھنا اور لوگوں سے نذرانے و ہدایا وصول کرنے کے لئے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہیئے ۱۲)

طریق وصول

جس نے اپنے آپ کو ارادت میں ثابت قدم رکھا وہ مراد (و محبوب) بن گیا۔ جس نے اپنے کو طلب میں مضبوط رکھا وہ مطلوب بن گیا۔ جو دروازہ پر پڑا رہا وہ (ایک دن) دہلیز پر پہنچ گیا اور اندر پہنچکر جس کی نیت اچھی رہی (کہ اب بھی محبوب کے سوا وہاں کے سازو سامان وانوار ملکوت وغیرہ میں دل نہ لگایا) وہ بارگاہ وصال میں صدر نشین ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ (ایک دن) مسجد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل ہوئے تو ایک اعرابی (دیہاتی) کو مسجد میں دیکھا کہ (اللہ تعالیٰ سے) عرض کر رہا ہے

اے اللہ میں آپ سے ایک بکری مانگتا ہوں اور دوسری طرف ایک کونہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وہ یوں عرض کر رہے تھے۔ اے اللہ میں آپ کو مانگتا ہوں۔ دونوں کی مرادوں میں کتنا فرق ہے[1]؟ دونوں کی ہمتوں میں کتنا فاصلہ ہے؟ آرزوئیں (لوگوں کی) عقلوں سے کھیل رہی ہیں (ان کی) ہمتوں سے تماشا کر رہی ہیں (کہ دنیا سے آگے لوگوں کی عقل وہمت بڑھتی ہی نہیں) ہر شخص اپنی ہمت کے بازو سے اپنی آرزو اور دلی مقصد کی طرف اڑتا ہے، جب اپنی ہمت کی غایت پر پہنچ جاتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھتا، اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ قل کل یعمل علی شاکلتہ کہدیجئے ہر شخص اپنی حالت کے موافق کام کر رہا ہے یعنی اپنی نیت اور ہمت کے مطابق۔

کرامت کا طالب نہ ہونا چاہیئے بلکہ خدا کا طالب بننا چاہیے

عزیز من! اپنی ہمت اور ارادہ کو اس پر ختم نہ کر کہ پانی پر چلنے لگے، یا ہوا میں اڑنے لگے، کیونکہ یہ کام تو پرندے اور مچھلیاں بھی کرتی ہیں (اس سے کونسا کمال حاصل ہوگا) تو اپنی ہمت کے بازو سے اس (بارگاہ) کی طرف اڑ جس کی کہیں انتہا نہیں۔ عارف کامل کے نزدیک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی چیز بھی اس خوشی سے بڑھ کر نہیں جو اس کو اپنے خدا سے ہوتی ہے جنت اور اس کی نعمتیں بھی اس خوشی کے مقابلہ میں جو عارف کو اپنے پروردگار

---

[1] یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بکری مانگنا نہ چاہیئے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ نمک بھی مانگو تو اللہ ہی سے مانگو کیونکہ چھوٹی بڑی سب چیزیں دینے والا وہی ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے چھوٹی چیز نہیں مانگتا بڑی ہی مانگتا ہے اس نے چھوٹی چیزوں کا دینے والا کسی اور کو سمجھ رکھا ہے، بلکہ مطلب شیخ کا یہ ہے کہ اللہ سے صرف دنیا ہی کی نعمتیں نہ مانگے بلکہ آخرت کی بھی نعمتیں مانگے ہمت کو بلند کر کے اور اللہ سے اللہ ہی کو مانگے جب وہ مل گیا تو سب کچھ مل گیا ۱۲ ظ

(کے انس) سے ہوتی ہے اس رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی ہیں جو زمین کے وسیع میدان میں پڑا ہو منعم کو چھوڑ کر نعمت میں مشغول ہو جانا (اور اس سے دل لگانا) نفس کی خست اور پست ہمتی اور قلت معرفت کی نشانی ہے۔

عارفین دونوں جہان سے الگ ہو گئے وہ (صرف) رب العالمین کے طالب ہیں وہ اپنے نفس اور اولاد سے بھی الگ ہو چکے[1]۔ جب یعقوب علیہ السلام نے یا اسفیٰ علیٰ یوسف ہائے یوسف کا غم کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ تم کب تک یوسف علیہ السلام کو یاد کرتے رہو گے؟ کیا یوسف علیہ السلام نے تم کو پیدا کیا یا یوسفؑ نے تم کو رزق دیا یا نبوت عطا کی ہے[2]؟

لہ یعنی خدا کی محبت سب کی محبت پر غالب ہے ان کے دل میں کسی کی ایسی محبت نہیں کہ خدا کی محبت کا مقابلہ کر سکے یا اس پر غالب آ سکے۔ یہ مطلب نہیں کہ عارفین کو اپنی بیوی یا اولاد سے محبت نہیں ہوتی کیونکہ اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ سید العارفین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے محبت تھی مگر خدا کی محبت کا یہ عالم تھا کہ حضرت عائشہ سے فرماتے تھے اے عائشہؓ مجھے چھوڑ دے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کر لوں پھر رات بھر روتے رہتے اور اسی حال میں صبح کر دیتے ۱۲ ظ

لہ یہ روایت میری نظر سے نہیں گذری اور وجدان کہتا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ممکن ہے تورات سے کسی نے نقل کیا ہو مگر تورات و انجیل میں تحریف ہو چکی ہے، اس لئے ان کی جو روایات قواعد شریعت کے خلاف ہوں ان پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ روایت مجھے قواعد شرعیہ کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ قرآن کریم سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اس کے بعد بھی بار بار یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا ہے یا بنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف و انی لاجد ریح یوسف میرے خیال میں اس جگہ حضرت شیخ کا کلام ضبط کرنے میں کچھ کوتاہی ہوئی ہے قرآن سے تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے بڑے کمال کا ثبوت دیا کہ یوسف علیہ السلام کی مفارقت پر صبر جمیل فرمایا اور مفارقت اولاد کا غم غیر اختیاری ہے خود سید العارفین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صاحبزادہ ابراہیمؑ کے انتقال پر رنج و غم ہوا جس کو آپ نے ظاہر بھی فرمایا اور اولاد کا گم ہو جانا مر جانے سے سخت ہے موت پر جلدی صبر آ جاتا ہے مگر لاپتہ ہو جانے سے (بقیہ صفحہ آئندہ)

میری عزت کی قسم اگر تم مجھ کو یاد کرتے اور غیر کے ذکر کو چھوڑ کر میری یاد میں لگے رہتے تو میں اسی وقت تمہاری تکلیف کو زائل کر دیتا، اس وقت یعقوب علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ وہ یوسف علیہ السلام کو یاد کرنے میں غلطی پر تھے پس (آئندہ کے لئے) اپنی زبان کو ان کے ذکر سے روک لیا، موسیٰ[لہ] علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! آپ قریب ہیں کہ آپ سے آہستہ باتیں کروں یا دور ہیں کہ زور سے پکاروں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس شخص کے پاس ہوتا ہوں جو مجھے یاد کرے اور اس کے قریب ہوں جو مجھ سے مانوس ہو۔ میں اُس کی گردن کی رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہوں۔

لہ (بقیہ صفحہ ۸۳) طبعی طور پر زیادہ تکلیف ہوتی ہے جس پر یعقوب علیہ السلام سے مدت تک پورا صبر کیا جب تکلیف برداشت کی حد سے نکل گئی تو یا اسفے علی یوسف کہا اور اس سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ سے اپنی تکلیف کا اظہار تھا جیسا انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ سے صاف معلوم ہوتا ہے اور تکلیف برداشت سے باہر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر کرنا صبر کے خلاف نہیں حضرت ایوب علیہ السلام نے جن کے صابر ہونے کی خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے انا وجدنٰہ صابرا نعم العبد الخ مدت تک تکلیف پر صبر کیا جب تکلیف حد تحمل سے باہر ہو گئی تو عرض کیا رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین اللہ تعالےٰ سے تکلیف کا ظاہر کرنا تھا کہ فوراً تکلیف رفع ہونے کے سامان ہو گئے بالکل اسی طرح ہم کو یعقوب علیہ السلام کے قصہ میں صورت نظر آتی ہے کہ اول تو وہ مدت تک صبر کئے رہے جب تکلیف کی برداشت نہ رہی تو حق تعالیٰ سے عرض کیا بس عرض کرنا تھا کہ یوسف علیہ السلام کا پتہ مل گیا اور ملاقات کے سامان ہونے لگے غرض قرآن شریف کے طرز بیان سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ میں کمال صبر اور کمال ضبط معلوم ہوتا ہے کسی طرح کا کوئی نقص معلوم نہیں ہوتا جب تک کوئی قوی دلیل اس کے خلاف نہ ہو اس وقت تک ہم کو یعقوب علیہ السلام کے متعلق ادنیٰ نقص کا وسوسہ لانا بھی جائز نہیں کیونکہ انبیاء کی شان بہت بلند ہے واللہ اعلم ۱۲ ظ

لہ مجھے اس روایت میں بھی شبہ ہے وجدان کہتا ہے کہ صحیح نہیں ۱۲

ذکر اللہ کی فضیلت اور اس کا طریقہ

بزرگو! اللہ والوں نے (خدا ان سے راضی ہو) فرمایا ہے کہ جو اللہ کو یاد کرے وہ اپنے پروردگار کے نور سے منور ہوتا ہے، اس کے دل کو اطمینان اور دشمن (شیطان) سے حفاظت نصیب ہوتی ہے، اللہ والوں کا قول ہے ذکر اللہ روح کی غذا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا روح کی شراب، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ راحت پانے والوں نے اللہ کے اُنس کی برابر کسی چیز سے راحت نہیں پائی۔ اور لذت حاصل کرنے والوں نے اللہ کی یاد کی برابر کسی چیز میں لذت نہیں پائی۔ بعض آسمانی کتابوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں[ل] جس نے مجھ کو اپنے دل میں یاد کیا میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جو مجھ کو برملا یاد کرتا ہے میں بھی اس کو برملا یاد کرتا ہوں اور جو مجھے اپنی شان کے موافق یاد کرتا ہے میں اس کو اپنی شان کے موافق یاد کرتا ہوں۔

اس جماعت (اولیاء) کو اللہ کی یاد نے مشغول کر رکھا ہے (اس لئے وہ دنیا کے کام کے نہیں رہے) ان کا مقصود وہی ہے وہ سمجھ چکے ہیں کہ دنیا میں جس قدر واقعات ہوتے ہیں سب اللہ کے حکم و تقدیر سے ہوتے ہیں اس لئے وہ ان واقعات سے ناگواری ظاہر نہیں کرتے، نہ دل سے نہ زبان سے، اور اگر کبھی تقاضائے بشریت یا شیطان کے اثر سے کسی حادثہ پر ناگواری کا اثر دل میں آنے لگے تو فوراً اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں جس سے وسوسہ دفعہ ہو جاتا ہے ان الذین اتقوا اذا مسهم طائف من الشیطان تذکروا فاذا هم مبصرون۔ جو لوگ متقی ہیں ان کو شیطان کے اثر سے جب کوئی وسوسہ

لہ مجھے اس روایت میں بھی شبہ ہے وجدان کہتا ہے کہ صحیح نہیں ۱۲

آتا ہے وہ اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں جس سے فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر مومن کے دل میں ایک شیطان (بیٹھا) رہتا ہے جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے ہٹ جاتا ہے جب وہ اللہ کو بھول جاتا ہے وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔

بزرگو! اگر تمام عالم کے دو فریق ہو جائیں ایک جماعت تو مجھے مشک و عنبر کی دھونی دے (آرام پہنچائے) اور دوسری جماعت آگ کی (سرخ کی ہوئی) قینچیوں سے میری کھال کاٹے، تو میرے نزدیک[1] نہ انھوں نے کچھ نقصان دیا نہ انھوں نے مجھے کچھ زیادہ دیا، کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ سب کچھ تقدیر سے ہو رہا ہے جب تم (تقدیر سے) معارضہ (ناگواری) کی رگ کو تسلیم (و رضا) کی تلوار سے کاٹ دوگے اس وقت تم اللہ کو (صحیح طور سے) یاد کرو گے (جب ہی عظمت الٰہی کی تجلی دل پر ہوگی ورنہ ذکر سے پورا نفع نہ ہوگا، گو نفع سے پھر بھی خالی نہیں کیونکہ تسلیم و رضا بھی ذکر ہی کی کثرت سے حاصل ہوگی ۱۲)

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو یہاں تک کہ لوگ تم کو پاگل کہنے لگیں (اور یہ درجہ تسلیم و رضا ہی سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اہل دنیا اسی کو پاگل کہتے ہیں جسے دنیوی نفع و نقصان کی پرواہ نہ ہو۔ عارف ذاکر کو اس ذلت کی بھی پروا نہیں ہوتی کہ لوگ اسے دیوانہ[2] کہتے ہیں ۱۲)

---

[1] گر گزند ت رسد ز خلق مرنج ٭ کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج ٭ از خدا داں خلاف دشمن و دوست ٭ کہ دل ہر دو در تصرف اوست ٭ اس مضمون کا اعتقاد تو ہر مسلمان کو ہے بات تو جب ہے کہ حال بن جائے اولیاء اللہ اس مضمون کو ایسا دل پر جماتے ہیں کہ حال بن جاتا ہے اور کسی وقت دل سے نہیں اترتا ۱۲ ظ

[2] ایک شخص کو ذکر جہر اور ہر وقت تسبیح ہاتھ میں رکھنے کی ہدایت کی گئی اس نے عذر کیا کہ لوگ دیوانہ پاگل کہیں گے جواب دیا گیا کہ یہی مطلوب ہے کہ لوگ دیوانہ کہیں اور تم کو اس سے ناگواری نہ ہو (بقیہ صفحہ ۸۷ پر)

مخلوق پر نظر کرنا چھوڑ دو اور ہمت بلند کرو

بزرگو! یہ بیہودہ خیالات ہی تم کو کہیں سے کہیں لئے جاتے ہیں اور یہ سخت (موٹے موٹے) پردے ہی تم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر رہے ہیں۔ (دنیا اور اہلِ دنیا سے نظر اٹھاؤ کسی کے قبضہ میں نفع و نقصان نہیں سوا خدا کے پھر تم خدا کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں نظر کرتے ہو ۱۲) اس کا نام ہمت نہیں ہے کہ آدمی پردے کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ ہمت اس کا نام ہے کہ پردے کی آڑ توڑ کر نشستگاہ تک پہنچ جائے (مخلوق کے ہاتھ سے جو نفع و نقصان پہنچتا ہے یہ محض پردہ ہے جو اس سے امید یا خوف کرے وہ ابھی تک پردے کے پیچھے ہے آگے بڑھو تو تم کو نظر آئیگا کہ دوسری طاقت کام کر رہی ہے مگر اس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے) ہمتوں کی تلواریں وہ کام کرتی ہیں جو کسی کے وہم میں بھی نہیں آتے، دلوں کے پردے دلوں کے تیروں ہی سے چاک ہوتے ہیں (بس اپنے دل کو کسی خدا رسیدہ کے حوالہ کرو کہ وہ اپنے دل کے تیروں سے

(بقیہ صفحہ ۸۶) دوسرے یہ بھی تو سمجھو کہ دنیا دار خوب جانتے ہیں کہ اہل اللہ کو ہماری حرکتوں سے کہ ڈاڑھی منڈاتے کفار کی وضع اختیار کرتے ہیں سخت نفرت ہے اور دل میں ہم کو احمق سمجھتے ہیں لیکن اس پر بھی وہ علماء اور اہل اللہ کے سامنے اسی وضع سے آتے ہیں ان کی نفرت اور اعتراض کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ وہ اپنی حرکتوں کو شریعت کے خلاف اور برا بھی سمجھتے ہیں پس حیرت ہے کہ دنیا دار تو ہمارے خیال سے اپنا برا کام بھی نہ چھوڑیں اور ہم ان کے خیال سے اچھا کام چھوڑ دیں۔ رہا یہ کہ اس میں ریا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ ریا اس کام میں ہوتی ہے جس سے عزت بڑھے۔ اور جب ذکر جہر کرنے والے اور تسبیح ہاتھ میں رکھنے والے کو لوگ پاگل کہتے ہیں تو اس سے عزت کیا بڑھتی اور ذلت ہوتی ہے بلکہ مراقبہ اور ذکر خفی سے عزت بڑھتی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ عالم ملکوت کی سیر کر رہا ہے پہنچا ہوا ہے اس لئے اس میں ریا کا احتمال ہو سکتا ہے نہ کہ ذکر جہر میں ۱۲ ظ

تمہارے دل کے پردے چاک کر دے۔)

انسانی عظمت کا بیان

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں

۵ دواءُك منك وما تبصر   وداءك فيك وما تشعر

وتزعم انك جرم صغير   وفيك انطوى العالم الاكبر

تو اپنی دوا خود ہے مگر تجھے نظر نہیں آتا۔ تیری بیماری بھی تیرے اندر ہی ہے مگر تجھے خبر نہیں۔ تو یہ خیال کرتا ہے کہ تیرا بدن ذرا سا ہے حالانکہ تیرے اندر سب سے بڑا جہان چھپا ہوا ہے۔

وہ سب سے بڑا جہان کیا ہے؟ انسانی عقل ہے۔ جو تیرے اندر چھپی ہوئی ہے، اسی جہاں سے جو تیرے اندر چھپا ہوا ہے تجھے اپنے جسم کی حقیقت معلوم ہو گی، جس کو تو نے چھوٹا سمجھ رکھا ہے، اگر تیرا جسم اس بڑے جہاں کو گھیرنے کے قابل نہ ہوتا تو یہ اتنا بڑا جہان اس میں کیونکر سما جاتا ہے پس ہمّت کو اتنا بلند کر جتنا تیرا یہ جسم ظاہری بلند ہے کہ ایک بڑے جہان کو گھیرے ہوئے (اور اپنے اندر سمائے ہوئے) ہے جس کی مادی شعاع (بھی) ہر مقام تک پہنچتی، اور اس کی طاقتوں[1] کی چمک ہر خطہ تک پہنچ جاتی ہے، اور اس کی ادراکی قوتیں ہر سخت سے سخت لشکر کی صفیں درہم برہم کر دیتی ہیں، اور اس کی فکر کے گھوڑے ہر میدان میں پہنچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ عقل ہی کی وجہ سے عطا کرتے اور محروم کرتے ہیں، ملاتے ہیں الگ کرتے ہیں، پریشان کرتے

---

[1] صوفیہ کرام کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کے اندر چھ لطیفے زبردست ہیں۔ نفس، قلب، روح، سر خفی۔ اخفی ان میں سے بعض لطائف کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ فرشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور لطیفہ نفس جو سب سے گھٹیا ہے اس کی طاقت بھی اتنی زبردست ہے کہ حیوانات اور جنات میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر انسان بے خبر ہے اور ان طاقتوں کی پرورش نہیں کرتا ۱۲ ظ

ہیں اطمینان بخشتے ہیں، ذلت دیتے ہیں، عزت دیتے ہیں (یعنی جو عقل سے کام لیتا ہے اس کو نعمت و عزت دیتے ہیں جو اس سے کام نہیں لیتا اس کو نعمت سے محروم کرتے اور ذلیل کرتے ہیں) اسی پر تمام عالم کا مدار ہے، اور انسان کے بڑے بڑے ارکان (و اعضاء) میں سب سے پہلے عقل ہی پیدا ہوئی ہے ہم کو حبیب کریم عظیم الشان پیشوا (سیدنا رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اول ما خلق اللہ العقل سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا۔

جب تم اس چیز سے خبردار ہو جاؤ گے جو تمہارے اندر چھپی ہوئی ہے اس وقت تم کو اپنی عزت کا انکشاف اور اپنی صفات کی عزت کو بلند کرنے کا خیال ہوگا یہاں تک کہ تم طاقت (بدنی) اور جمال، مال، بیوی بچوں، خاندان، منصب ریاست وغیرہ کے پردوں سے (نکل کر) اونچے درجہ پر پہنچ جاؤ گے (اس وقت معلوم ہوگا کہ جن چیزوں میں اب تک پڑے ہوئے تھے وہ بہت گھٹیا درجہ کی تھیں اور اصلی طاقت اور جمال و کمال دوسری ہی چیز ہے) ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

وکل ریاسۃ من غیر علم اذل من الجلوس علی الکناسۃ

جو ریاست بغیر علم (و معرفت) کے حاصل ہو وہ تو کوڑی[1] پر بیٹھنے سے بھی بدتر ہے

عقل کی فضیلت اور عاقل کی پہچان

عقل علم کی چوٹی ہے۔ مخلوق کو علم کا شرف بدون عقل کے (پوری طرح) حاصل نہیں ہو سکتا (علماء کی) ایک جماعت نے علم کے درجہ کو عقل سے بڑھایا ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہے، کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور عقل مخلوق کی صفت ہے، لیکن ہماری نسبت سے ہمارے علم و عقل کا موازنہ کیا جائے

[1] کوڑی جہاں کوڑا پاخانہ وغیرہ ڈالا جاتا ہے ۱۲

تو (یہ کہنا پڑے گا کہ) ہماری عقل کا مرتبہ ہمارے علم سے بڑھا ہوا اور بلند ہے کیونکہ ہم کو بدون عقل کے علم حاصل نہیں ہو سکتا (دوسرے یہ کہ) عاقل اگر ٹھوکر کھاتا اور گرتا ہے، تو اس کے لئے کامیابی اور بھلائی کی پھر بھی امید ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر اس کی تلافی کرے گا) اور بیوقوف ٹھوکر کھاتا اور گرتا ہے تو اس پر ناکامی اور محرومی اور قطع تعلق کا اندیشہ ہوتا ہے (کیونکہ اس کو یہی خبر نہیں ہوتی کہ میں نے کیا غلطی کی اور اس کی تلافی کس طرح کرنا چاہئے۔ رہا یہ کہ عاقل کون ہے اس کی تحقیق بھی ضروری ہے سو) عاقل وہ ہے جس کو حکمتِ دین کی سمجھ ہو حکمت ایمانی سے واقف ہو حکمت یونانی سے واقف ہونا عقل نہیں ؎

چند رخوانی حکمت یونانیاں حکمت ایمانیاں راہم بخواں ۱۲

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہم کو یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو عقل دین کا احاطہ نہ کرے وہ عقل نہیں، اور جو دین عقل پر غالب نہ ہو وہ دین نہیں، اس دین میں بعض باتیں ایسی ہیں (جن کے بجا لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور بعض ایسی ہیں جن سے بچنے کا ہم کو مبلغ اسلام (سیدنا رسول) صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے، اور (ہر ایک کے متعلق) وعدے اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ جب عقل اس عمل اور پرہیز کی ریاضت سے آراستہ ہو جائے اس وقت اس کو شریعت کے وعدہ اور وعید کے اسرار پر احاطہ ہونے لگتا ہے۔

عقل صحیح احکام شرعیہ کی حکمتوں کا کبھی انکار نہیں کر سکتی

بزرگو! سوچو تو سہی کیا کوئی روشن عقل جو طبیعت سلیمہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو، اوامر و نواہی شرعیہ کی حکمت سے انجان بن سکتی یا اس کا انکار کر سکتی ہے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں بلکہ ہر عاقل جس کی عقل روشن اور طبیعت سلیم ہے، اس کی

عقل کی روشنی شریعت کے امر و نہی کے چوکھٹ ہی پر سر جھکائے گی کیونکہ عقل سلیم جانتی ہے کہ شریعت کے احکام دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔ مگر تمہارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں رہا کہ (جنت کے) وعدے میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا بیان ہے، حالانکہ اس میں بڑی بلند باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرتوں کو یاد دلاتی ہیں، تمہارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں کہ وعید (جہنم) میں اللہ کی پکڑ اور عدل (و انصاف) کا بیان ہے، حالانکہ اس میں بہت سی باریک باتیں ہیں جو عظمت خداوندی کی عجیب و غریب شان کو بتلاتی ہیں ان سے پتہ لگتا ہے کہ (جہنم کی) حقیقت[له] یہی طبیعت (بہیمیہ) اور غفلت ہے اور (جنت) یہی تیری معرفت اور فکر ہے (یعنی جنت و دوزخ تمہارے اندر اب بھی موجود ہے اور جس جنت و دوزخ کی شریعت نے خبر دی ہے وہ تمہاری انہی صفات کی خاص صورت ہے جو دنیا میں تمہارے اندر پائی گئی ہیں عارف دنیا میں بھی جنت میں ہے اور آخرت میں تو اس کو جنت میں سبھی دیکھیں گے اور غافل محجوب دنیا میں بھی دوزخ میں ہے اور آخرت میں کھلی آنکھوں دوزخ میں ہوگا ۱۲) تم عالم وجود میں جتنی چیزیں دیکھتے ہو خواہ وہ علوی ہوں (یعنی آسمانی مخلوقات) یا سفلی (زمین کی چیزیں) ان کی حقیقت جاننے سے تمہاری ناقابلیت اور عدم استعداد اور (اللہ تعالیٰ اور اہل اللہ سے) جدا

له یہ بھی صوفیہ کا کشف ہے کہ عالم آخرت میں انسان کے اعمال کی خاص صورت ہے بعضے نیک اعمال حور کی شکل میں ہیں بعضے عمل مکان کی صورت میں اسی طرح بُرے اعمال میں کسی کی صورت سانپ کی ہے کسی کی بچھو کی وغیرہ وغیرہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جنت و دوزخ کی راحت و کلفت محض خیالی ہے جیسا بعض فلسفی کہتے ہیں کہ یہ تو حدیث و قرآن کے بالکل خلاف ہے اس کا قائل ہونا بددینی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر عمل کا بدلہ اس کے مناسب صورت میں ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر معلوم ہو جائے گا کہ یہ ثواب اور یہ عذاب فلاں عمل کی جزا و سزا ہے ۱۲ منہ

ہونا اور ہمت کا پست ہونا مانع ہو رہا ہے۔

عقل کو روشن کرنے کا طریقہ

(تمہارے پاس) وہ ریاضت (ومجاہدہ) کہاں ہے جو عقل کے آئینہ سے غفلت کا غبار ہٹا دے، رہنمائے اعظم ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی قول وفعل اور حال واخلاق میں کہاں ہے (جو دل کے پردے کھول دے پہلے یہ سکے لاؤ اس کے بعد یہ سامان خریدو، (ممکن ہے اس جگہ بعض ظاہری علماء یہ کہیں کہ یہ حقائق واسرار صوفیہ کی من گھڑت باتیں ہیں ان کی اصلیت کچھ نہیں تو ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ کیا بادشاہ کے دروازہ پر کھڑے ہونے والے چوبدار کو یہ لائق ہے کہ بادشاہ کے پاس بیٹھنے والے درباریوں کی باتوں کا انکار کرنے لگے؟ اور جو کچھ وہ دربار شاہی کی زینت وآرائش اور وہاں کے سامان اور عمدہ لباس اور برتنوں ہتھیاروں اور خزانوں کی بابت ذکر کریں اور یہ کہیں کہ جس پر وہ غصہ کرتا ہے اس کو سخت سزا دیتا اور بہت سخت پکڑتا ہے اور جس کو محبوب و مقرب بناتا ہے اس پر بہت احسان کرتا اور خلعت دیتا نفع پہنچاتا ہے ان سب کو غلط کہدے؟ بھلا چوبدار کو ان باتوں کے انکار کا کیا حق ہے؟ جب کہ وہ غریب اپنے (ادنیٰ) درجہ کی وجہ سے دربار میں جانے ہی سے محروم ہے "عقل کی بات تو یہ تھی کہ وہ بادشاہ کا درباری بننے کی کوشش کرتا، تاکہ جن چیزوں کو درباری لوگ دیکھتے ہیں یہ بھی دیکھنے لگتا، یہ صورت اس کے انکار سے اچھی اور بہتر اور بہت عمدہ تھی اس کا انجام بھی اچھا تھا اور اس کی حالت بھی اس طرح درست ہو جاتی (بدون درباری[1] بنے درباریوں کی باتوں کو رد کرنا ان کو غلط کہنا سراسر حماقت اور نادانی ہے)

---

[1] یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ عارفین کے درباری ہونے کی کیا دلیل؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ وہ لوگ

(بقیہ صفحہ ۹۳ پر)

جو خدا سے غافل ہو نہ اس کی عقل صحیح ہوتی ہے نہ تقریر میں اثر

جب دل کا آئینہ غفلت عن اللہ کے تہ بہ تہ زنگ سے میلا ہو جاتا ہے، حقائق کے چہرے انسان کی سمجھ سے چھپ جاتے ہیں، الہام کی روشنی اس میں نہیں پہنچ سکتی، تو خیالات کے بخارات اور وہم کے بادلوں سے تقریر کا چہرہ (بھی) سیاہ ہو جاتا ہے (یعنی غافل کا دل تو اندھا ہوتا ہی ہے اس کی تقریر میں بھی نور نہیں ہوتا اس کا تجربہ عارف اور غیر عارف کی تقریر سن کر ہو سکتا ہے[۳]) آفتاب باوجود اپنی کمال درجہ کی روشنی کے اندھے کو کیا نفع دے سکتا ہے، اس کی آنکھیں ہی نہیں ہیں جو آفتاب کی روشنی اور رہنمائی کو قبول کر سکیں تیز روشنی سے کمزور آنکھوں کو کیا فائدہ؟ (جب ان کو روشنی کا تحمل ہی نہیں) ہم لوگ ایسی جگہ کھڑے ہیں جہاں آفتاب قدرت چمک رہا ہے مگر ہماری عقل کی آنکھیں کمزور ہیں۔ غفلت کے پردے اُن پر پڑے ہوئے ہیں اس لئے ہماری آنکھیں اس جمال کے دیدار کے قابل نہیں نہ ہمارے دل اس عظمت و جلال کی ہیبت کا تحمل کر سکیں (پس دل کی آنکھوں کو جلدی کھولو کیونکہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں)

اِنسان کیونکر غافل بنتا ہے حالانکہ موت سر پر سوار ہے

ہم سب فنا کے راستہ پر چل رہے ہیں اور وہ (عنقریب) ہم کو موت کے گڑھوں

(بقیہ صفحہ ۹۲) تم سے زیادہ ذکر اور تم سے زیادہ متقی اور تم سے زیادہ آخرت کی طرف راغب دنیا سے نفور ہیں یہ خاص دلیل ہے ان کے اہل اللہ ہونے کے جبھی تو ان کو خدا کے سوا کسی سے علاقہ نہیں رہا اور تم سر سے پیر تک طلب دنیا میں ڈوبے ہوئے ہو یہ اس کی دلیل ہے کہ تم کو اللہ تعالٰی سے تعلق اور قرب حاصل نہیں ۱۲ ظ

ہیں گراویں گے جو ہماری نگاہوں سے (اس وقت) غائب اور چھپے ہوئے ہیں ہم سب اپنی موت کی کشتیوں کو حرص کی ہواؤں اور طمع کے پردوں سے آرزو اور امیدوں کے سمندروں میں چلا رہے ہیں، اور ہم کو عنقریب موت کی گہرائی میں غوطہ دیدیں گی۔ ہمارے خیالات و افکار دنیوی ضروریات کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ حوادث زمانہ کے ہاتھ ہم کو تھپیڑے دے رہے، اور فنا و موت کے منادی ہم کو پکار رہے ہیں ؎

الناس فی غفلاتهم ورحی المنية تطحن

ما دون دائرة الرحی حصن لمن يتحصن

لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور موت کی چکی برابر چل رہی اور پیس رہی ہے۔ اس چکی کے چکر سے پناہ ڈھونڈھنے والے کے لئے کوئی پناہ نہیں ملک الموت ہر دن ہمارے آگے پیچھے پکارتا رہتا ہے ایںما تکونوا یدرککم الموت تم جہاں بھی ہوگے موت تم کو پکڑے گی، اور قبروں کی تاریکیاں ہمارے بدن کے وہاں پہنچنے کی منتظر ہیں۔ اور ہم غفلتوں کے طوفان میں غرق اور شہوتوں کے نشہ میں مست ہیں۔

اے عقلمند! تو کب تک اپنے نفس کو نجات کے راستہ سے ہٹا کر ہلاکت اور بربادی کے راستہ پر ڈالتا رہے گا، کب تک طاعات کے کھلے میدان سے ہٹ کر گناہوں کی تنگ گھاٹیوں میں پھنسا رہے گا، تو اپنے کو خطاؤں کی شراب اور گناہوں کی گندگی پلا کر فتنوں اور آفتوں کے دریا میں غوطہ دے رہا اور اگلی مصیبتوں کے لئے تیار کر رہا ہے۔

عزیز من تیری عمر بہت تھوڑی ہے، اور پرکھنے والا بڑا بصیرت والا ہے (اس سے تیرا کوئی کھوٹ چھپا ہوا نہیں) اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

یا ایہا المعدود انفاسہ لابد یوماً ان یتم العدد

لابد من یوم بلا لیلۃ ولیلۃ تأتی بلا یوم غد

اے انسان! جس کے سانس گنے ہوئے ہیں، ایک نہ ایک دن یہ گنتی پوری ہو کر رہے گی۔ ایک دن ایسا بھی ضرور آئے گا جس کے بعد رات نہ ہو گی اور ایک رات ایسی بھی آئے گی جس کے بعد اگلا دن نہ ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل تفکر تھا

بزرگو! (انجام کو سوچو! بار بار سوچو!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل فکر ہی تھا فرائض (شرعیہ) کے فرض ہونے سے پہلے آپ کی عبادت یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور صنعتوں کو سوچتے تھے (دنیا کی حقیقت اور اس کے فنا اور انجام کی فکر میں دن گزارتے تھے) حتیٰ کہ آپ کو مکلف کیا گیا (ان عبادات اور احکام کا) جن کا قرآن شریف نے مکلف کیا ہے،

عمل کا صحیح راستہ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سوچنا اپنے اوپر لازم کر لو۔ اور اس فکر سے عبرت حاصل کرو کیونکہ جو فکر عبرت سے خالی ہو وہ وساوس و خیالات کے سوا کچھ نہیں اور جب اس سے عبرت پیدا ہو تو بیشک وہ حکمت اور (اچھا) واعظ ہے تفکر کے بعد اعمال کو صحیح بنیاد پر جماؤ۔ اعمال کے بعد اخلاق کو عمدہ طریقہ پر مستحکم کرو، اور ان سب کو (اچھی) نیت سے آراستہ کرو (کہ اعمال و اخلاق سے اللہ کی رضا کے سوا کچھ مطلوب نہ ہو) سخاوت[1] کی ڈور کو مضبوط تھامو! کیونکہ وہ زہد[2] کی علامات میں سے ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ تو زہد کا دروازہ ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ سخاوت کامل ہو جائے تو بس وہی پورا زہد ہے

---

[1] سخاوت یہ ہے کہ مال کے خرچ کرنے سے دل نہ دکھے اور حاجتمند کی امداد سے دریغ نہ کرے چونکہ سخی کے دل میں مال کی محبت نہیں ہوتی اس لئے سخاوت سے جلدی زہد حاصل ہوتا ہے ۱۲

[2] زہد دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت ۱۲ ظ

اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والوں کا پہلا قدم سخاوت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۰ اولٰئک علیٰ ھدی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون ۰ جو لوگ غیب پر ایمان رکھتے اور نماز کی پابندی کرتے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے راستہ پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔ (یہاں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نماز کے ساتھ سخاوت کو بھی بیان فرمایا اور ہدایت وفلاح کا اس پر بھی مدار رکھا ہے)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کے تعلق کی رسی کی گرہ ایسی مضبوط کرو کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے جو لوگ محض اس خیال پر کہ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر دیں گے الٹی چال چل رہے ہیں ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلو تم ان کی چال نہ چلو کیونکہ ان کا یہ خیال محض ڈھکوسلا ہے اول تو اس کا کیا یقین ہے کہ ان کو لمبی عمر ملے گی دوسرے اس کی کیا امید ہے کہ لمبی عمر ملنے کے بعد وہ کچھ کام بھی کرسکیں گے) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کو پیدائشی حالت کی طرف الٹا لوٹا دیتے ہیں (چنانچہ مشاہدہ ہے کہ بڈھا بچوں کی طرح کمزور ومحتاج عاجز ہوجاتا ہے اس کا مزاج بھی بچوں جیسا ضدی ہوجاتا ہے تو لمبی عمر کی امید پر جوانی کو برباد کرنا اور قوت کے زمانہ میں کام نہ کرنا سخت نادانی ہے)

مخلوق سب کی سب محتاج اور عاجز ہے

اپنی نظر کے منتہیٰ اور نگاہوں کا مرکز مخلوق کے دیدار کو نہ بناؤ (اور ان کی حالت کو دیکھ دیکھ کر حرص نہ کرو کہ یہ لوگ بڑے آرام وراحت میں ہیں

کیونکہ مخلوق میں بادشاہوں، یا متوسط (درمیانی) درجہ کے لوگ، یا چھوٹے درجہ کے آدمی، عاجزی اور احتیاج اور ذلت و مسکنت میں سب کی حالت برابر ہے، (مگر) آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی حالت کو چھپا رکھا اور سب میں (خفیہ طور سے) اپنا حکم چلا رکھا ہے (اس لئے ایک کو دوسرے کی حالت کا پتہ نہیں اگر تحقیق کیا جاوے تو جس کو تم نے بڑی راحت میں سمجھ رکھا ہے تم سے زیادہ تکلیف میں نظر آئے گا ۱۲) پس عقلمند وہ ہے جو اس حقیقت کو سمجھے، اور مخلوق سے بھی نگاہ پھیرے اور اس کے پردہ سے بھی (یعنی ساز و سامان سے) اور واحد قیوم کی طرف جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ (متوجہ ہوکر) التجا کرے (جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگے، الا له الخلق والامر سن لو۔ پیدا کرنا اور حکم کرنا خدا ہی کا کام ہے (نہ اس کے سوا کوئی خالق ہے نہ حاکم پھر تم دوسروں کی طرف کیوں جاتے ہو)

ایسا کام نہ کرو جس پر علما اعتراض کریں

علما کی زبانوں کو جبکہ ان کے ساتھ ظالموں کے دل اور بے دینوں کی جرأت اور کافروں (فاسقوں) کی بدی شامل ہو (اپنے اوپر) نہ کھولو، (ایسے علوم و حقائق بیان نہ کرو جس پر علما گرفت کریں نیز علما ظاہر کے عیوب بھی بیان نہ کرو اس سے وہ تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے) اور جب تم خود زبان کھولو تو اپنے (تمام اعضا، اور دلوں کو ان کاموں سے روکو جو اللہ تعالیٰ کو جو بادشاہ عادل مہربان سب کچھ جاننے والا ہے ناخوش کرنے والے ہیں یہی اللہ کے ساتھ (تعلق رکھنے کے لئے) بہتر ہے، اور یہی لوگوں کے ساتھ (معاملہ رکھنے میں) اچھا ہے، اور یہی خود تمہارے اپنے واسطے بھی بہتر ہے، خلوت (تنہائی) میں بھی، اور جلوت (مجلس میں) بھی، مرتے وقت

بھی (قبر سے) اٹھنے کے وقت بھی، سوال وجواب کے وقت بھی، کیونکہ اس صورت میں تم کو اپنا نامۂ اعمال دیکھ کر پریشانی نہ ہوگی، بلکہ خوشی ہوگی اور اگر خدا کو ناراض کرنے کے کام کیے تو نامۂ اعمال دیکھ کر سخت پریشانی ہوگی یہ کتاب (جس کا نام اعمال نامہ ہے) نہ کسی چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے، نہ بڑی بات کو، بلکہ سب کو گھیرے ہوئے ہے (جو کچھ کروگے سب اس میں درج پاؤگے) اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی آنکھوں کو بھی جانتے اور دل میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں (پس نگاہ کی خیانت اور دل کی باتیں سب نامۂ اعمال میں درج کی جاتی ہیں) اللہ اللہ! میں تم کو تعمیل حکم کے طور پر اللہ سے ڈراتا ہوں، (کیونکہ علماء کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہیں) اور اللہ تعالیٰ خود بھی تم کو اپنے سے ڈرنے کا حکم دیتے ہیں، پس (میری) نصیحت کو قبول کرو اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاؤ۔

خبردار! اللہ تعالیٰ سے لڑائی مول نہ لینا، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرنیوالا (کبھی) کامیاب نہیں ہوا، اور اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنے والا (کبھی) ذلیل نہیں ہوا۔ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون سن لو! اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خطرہ ہے نہ ان کے پاس غم آتا ہے (اور ولایت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ توحید و اخلاص حاصل کرو جس کا طریقہ یہ ہے کہ موحدین مخلصین کا دامن پکڑو جن کو سینہ بسینہ یہ دولت توحید و اخلاص ملی ہے یعنی حضرات صوفیہ کرام) اولیاء اللہ کی سندیں صحیح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے صحابہ نے کلمۂ توحید (لا الٰہ الا اللہ) الگ الگ بھی سیکھا ہے، اور جماعت میں بھی، اور صحابہ ہی سے اس گروہ (صوفیہ) کے سلسلے ملے ہوئے ہیں، چنانچہ شداد بن اوس (صحابی رضی اللہ

عنہ) فرماتے ہیں کہ ہم (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی اجنبی تو نہیں، یعنی یہودی (یا منافق)، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے دروازہ بند کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اپنے ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور لا الہ الا اللہ کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر میں فرمایا الحمدللہ، اے اللہ آپ نے مجھے اس کلمہ (طیبہ) کے ساتھ بھیجا، اور مجھے اس (کی پابندی) کا حکم دیا، اور اس پر مجھ سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے، اور آپ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم سے) فرمایا ہاں بشارت (اور خوشخبری) حاصل کرو کہ اللہ تعالٰے نے تم کو بخشدیا ہے، یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا جماعت صحابہ کو (کلمہ) کی تلقین کرنے کا۔ اب رہ گیا الگ الگ تلقین کرنے کا طریقہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ تک پہنچنے کا نزدیک تر راستہ بتلا دیجئے جو بندوں پر آسان بھی ہو اور اللہ کے نزدیک سب راستوں سے افضل بھی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی باتیں میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے کہی ہیں ان سب میں افضل لا الہ الا اللہ ہے، اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ترازو کے ایک پلڑے میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو لا الہ الا اللہ سب سے زیادہ وزنی ہوگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک زمین[1] پر (ایک بھی) لا الہ الا اللہ کہنے والا ہے گا قیامت

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ علماء اور اولیاء کی جماعت دنیا کے بقا کا سبب ہے مگر افسوس آجکل انہی کو سب سے زیادہ نکما سمجھا جاتا ہے ٹھہرو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ نکما کون تھا ۔ باعث کرتا طبل قیامت زند آں تو نیک آید و آں ما ۔ وسوف یعلمون حین یرون العذاب من اضل سبیلا ۱۲ ط

نہ آئے گی اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (لا الٰہ الا اللہ کا) ذکر کیوں کر کروں ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھیں بند کرو اور تین دفعہ مجھ سے (اس ذکر کو) سنو ! پھر تم تین دفعہ یہی ذکر کرو اور میں سنوں، اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی (مبارک) آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہا اور حضرت علیؓ سنتے رہے پھر حضرت علیؓ نے آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین دفعہ لا الٰہ الا اللہ کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے اسی کے موافق جماعت صوفیہ کا طریقہ سلسلہ بسلسلہ چلا آرہا ہے اور (اسی کی برکت) سے ان کی توحید کامل ہوئی، اور غیر خدا سے وہ بالکل علیحدہ ہوگئے آثار (و اسباب) کی تاثیر کا وہم بھی ان کو نہیں ہوتا، انھوں نے خالص اعتقاد (توحید) کے ہاتھوں سے تاثیر کو مؤثر (حقیقی اللہ جل شانہ) کی سپرد کر دیا ہے (کہ درحقیقت موثر اور مسبب الاسباب وہی ہے ظاہری اسباب و تدابیر محض برائے نام بہانہ ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اسباب و تدابیر سے کام نہیں لیتے جہاں اسباب و تدابیر کے اختیار کرنے کا حکم ہے وہاں وہ سب سے زیادہ کام لیتے ہیں مگر نظر اللہ پر ہوتی ہے اسباب و تدابیر پر نہیں ہوتی) یہ لوگ

لہ اوپر کا مضمون تو احادیث صحاح میں نظر سے گذرا ہے مگر اگلا مضمون نظر سے نہیں گذرا اور ذوق کہتا ہے کہ محدثین کے طریقہ پر اس کا ثبوت نہیں ہے گو صوفیہ کے طریقہ پر ثابت ہوا اور مجھے حضرت مرشدی سیدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ نے ذکر لا الٰہ الا اللہ اسی طرح تلقین فرمایا تھا جس طرح اس جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے اور حضرت شیخ نے تلقین کے بعد یہ بھی فرمایا تھا کہ مشائخ کا معمول اسی طرح ہے اور حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سیکھا ہے وہی سلسلہ بسلسلہ مشائخ میں چلا آرہا ہے پھر جب احقر نے عرصہ تک ذکر جہر میں لا الٰہ الا اللہ پر اسی طرح مواظبت کی تو ایک بار حضرت شیخ نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ ماشاء اللہ اس کا ذکر نفی و اثبات کامل ہوگیا ہے۔ او کما قال وہذا من فضل ربی واللہ اعلم ۱۲ ظ

استقامت کے پیروں پر کھڑے ہو گئے تو ان کی معرفت بھی کامل ہو گئی اور ان کا طریقہ بھی بلند ہو گیا۔ پس تم بھی اللہ تعالےٰ سے اسی طرح معاملہ کرو جیسا ان حضرات نے کیا تم کو بھی اس جماعت سے مناسبت (اور تعلق) ہو جائے گا اِن کے پیچھے پیچھے تمہارا بھی کام بن جائیگا اور تمہارا قدم ان کے قدم پر پڑتا رہے گا۔ (پھر جہاں وہ پہنچے ہیں تم بھی پہنچ جاؤ گے)

سِماع کی حقیقت

ان حضرات نے سماع سنا اور ان کے دِل خوش ہو گئے مگر وہ اچھی بات سنتے ہیں تو اس کا اتباع کرتے ہیں اور بُری بات سنتے ہیں تو اس سے بچتے ہیں (اب ان کے سماع کی حقیقت سنو) ان حضرات نے حلقے مقرر کئے، اور ذکر کی مجلسیں (جا بجا) کھولیں اور (ذکر سے) ان کو وجد ہوا، ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے، ان کی روحیں بلند ہو گئیں، ان پر حالت ذکر و سماع میں اخلاص کی بجلیاں چمکنے لگیں، اب تو ان کو دیکھے گا کہ موجودات کی حالت سے بے خبر ہو گئے اور غیب کی حالت سے خبردار ہو گئے پھر وہ ان شاخوں کی طرح ہلنے لگے جو ہوا کی وجہ سے ہلتی ہیں خود نہیں ہلتی (اسی طرح یہ حضرات واردِ غیبی کی وجہ سے حرکت کرتے ہیں خود حرکت نہیں کرتے) یہ حضرات (وجد میں) لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں، اور خدا کے سوا کسی چیز میں ان کا دل مشغول نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کہتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں (وہی ان کا مقصود ہے اور کچھ مقصود نہیں، کبھی ہُو کہتے ہیں اور اسی میں حیران ہوتے ہیں، نہ دوسرے کی (یاد میں) جب گانے والا ان کو گانا سناتا ہے تو اس سے (محبت کا) تذکرہ[1] سنتے ہیں جس سے ان کی ہمتیں اللہ کی محبت اور یاد میں

---

[1] بزرگان سلف کا سماع بس یہی تھا کہ حلقۂ ذکر میں کوئی گانے والا خوش الحانی کے ساتھ عاشقانہ کلام گاتا تھا باجا اور ڈھولکی سے ان کو کچھ واسطہ نہ عاشقانہ کلام سننے کا مشایہ تھا (بقیہ صفحہ ۱۰۲)

بلند ہو جاتی ہیں، عزیزمن! تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ذکر تو عبادت ہے پھر اس کے حلقہ میں عاشقانہ کلام کیوں سُنا جاتا ہے؟ اور بزرگوں کے نام کیوں لئے جاتے ہیں (یعنی عشاق عارفین کا تذکرہ حلقہ ذکر میں کیوں ہوتا ہے) مگر تم سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نماز تو سب عبادتوں سے افضل اور بڑھ کر ہے، اور اس میں کلام اللہ کی قرارت کی جاتی ہے حالانکہ قرآن میں کہیں وعدہ ہے کہیں وعید ہے (کہیں حور و قصور کا تذکرہ ہے کہیں موسیٰ علیہ السلام (ابراہیم علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کا اور کہیں فرعون و عاد و ثمود کا قصہ ہے) اور تشہد میں ہے السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصلحین (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر تو یہاں بھی صالحین کا ذکر موجود ہے) اور اس سے نہ نمازی مشرک ہوتا ہے، نہ نماز کے میدان سے باہر جاتا ہے نہ بندگی کی حد سے نکلتا ہے۔ اسی طرح جب ذاکر گانے والے کی زبان سے وصال محبوب کا تذکرہ سنتا ہے تو اپنے پروردگار سے ملنے کی تمنا کر کے خوش ہوتا ہے، (اور جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ جب وہ گانے والے کو فراق کا تذکرہ کرتے ہوئے سنتا ہے موت کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اور دنیا کی محبت سے دل کو خالی کر لیتا ہے (کیونکہ) دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے (اور گناہ اللہ تعالیٰ سے جدائی پیدا

(باقی صفحہ ۱۰۱) کہ جذبات محبت عاشقانِ مجازی اور عاشقانِ حقیقی میں یکساں ہوتے ہیں عاشقان مجازی کو بھی اپنے محبوب کی یاد میں لذت آتی ہے۔ عاشقانِ حقیقی کو بھی اور عاشقانِ مجازی کو بھی ہر وقت اپنے محبوب ہی کے دھیان میں رہتے ہیں وہی ہر چیز میں نظر آتا ہے عاشقانِ حقیقی کو بھی، اسی طرح وہ تمام حالات جو عاشقانِ حقیقی کو پیش آتے ہیں عاشقان مجازی کو بھی قریب قریب پیش آتے ہیں اس لئے ان جذبات محبت کو سن کر عارفین کے جذبات محبت کو ترقی ہوتی اور عشق کی آگ بھڑک جاتی ہے خوب سمجھ لو ۱۲ ط

کرتا ہے) گانے والے کو بزرگوں کا ذکر کرتے ہوئے سنا تو اللہ کے دوستوں کی محبت کو اللہ کے قرب کا وسیلہ بناتا ہے، غرض (اس طرح کا) یہ سماع بھی اللہ کی طرف پہنچنے کے راستوں میں سے جو تمام مخلوق کے سانس کی شمار کے برابر ہیں ایک راستہ ہے ؎

غنی بھم حادی الاحبۃ فی الدجی　　فطار منھم انفسا و قلوبا

فاراد مقطوع الجناح بثینۃ　　وھموا اراد وا الواحد المطلوبا

رات کی تاریکی میں محبوں کی تعریف گانے والے نے ان کو گانا سنایا تو ان کے دلوں اور جانوں کے پرخچے اڑا دیئے، پھر جس کا بازو ٹوٹا ہوا تھا اس نے تو تبثینہ[2] ہی کا قصد کیا اور عارفین نے واحد مطلوب (اللہ جل شانہ) کا قصد کیا (یعنی جو لوگ شہوات ولذات نفس میں گرفتار ہیں وہ تو لیلیٰ اور ثبینہ وغیرہ جیسی عورتوں کا نام اشعار میں سن کر عورتوں ہی کے حسن وجمال کو یاد کرتے اور ان ہی کے خیال میں لگے رہتے ہیں مگر عارفین ان ناموں کو سن کر اپنے محبوب حقیقی کو یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردۂ　　پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردۂ

ہاں جھوٹے (صوفی) سے مواخذہ کیا جائے گا" اس پر سماع سننا حرام ہے اس کو تاکید کی جائے گی کہ جب تک سچا حال (پیدا) نہ ہو جائے مجالس سماع میں حاضر نہ ہو یہ کہاں اور وہ (عارفین) کہاں؟ وہ تو فرشتوں میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں (کیونکہ شہوات ولذات نفس کو پائمال کر چکے ہیں) انھوں نے اپنے نفوس پر غلبہ (اور قابو) پالیا ہے ان کے نفس مر گئے ہیں، وہ روح کے بازوؤں سے اڑتے ہیں جوان کو لے جا کر (اللہ تعالیٰ کے) قریب اور بہت قریب کر دیتے ہیں ایسے لوگ

---

[1] غالباً حلقہ سماع میں عاشقانہ اشعار کے بعد شجرہ سلسلہ بھی منظوم کلام میں پڑھا جاتا ہوگا ۱۲ ظ
[2] ایک عورت کا نام ہے جس کا تذکرہ غالباً بشار شاعر زیادہ کرتا ہے ۱۲ ظ

بہت کم ہیں انھوں نے (دلوں میں) اخلاص پیدا کیا، اور غلامی کی قید سے چھوٹ گئے آزادی کا درجہ پالیا، خدا کے سوا کوئی ان (کے دلوں) پر قابو یا قبضہ نہیں، سچ یہ ہے کہ آزاد یہی ہیں، بلکہ پورے آزاد ہے، خواہ راحت میں ہوں یا تکلیف میں خدا کسی کہنے والے پر رحم کرے (خوب کہا ہے)

اتمنی علی الزمان محالا ان تری مقلتای طلعۃ حر

میں زمانہ سے ایک محال بات کی تمنا رکھتا ہوں، کہ میری آنکھیں کسی آزاد کا چہرہ دیکھ لیں، (مگر زمانہ میں آزاد بہت کم ہیں، سب اپنی خواہش، وہوا وہوس، اور نفس کے غلام ہیں دنیا میں اگر کوئی آزاد ہے تو وہ صرف عارفین کاملین ہیں، جو ایک کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر سب کی غلامی سے نکل گئے، مگر ایسے لوگ کہاں ہیں) ع۔ بزمن! میں یہ بات، کہ ایسے لوگ گذر گئے۔ اس وقت کے بزرگوں سے بدگمانی کر کے نہیں کہتا، بلکہ اکثر کے اعتبار سے کہہ رہا ہوں (کہ آجکل زیادہ لوگوں کی حالت یہی ہے کہ صدق سے خالی اور خلوص سے کورے ہیں) یہ مطلب نہیں کہ اللہ والوں سے دنیا خالی ہے نہیں بعضے مخلص اور سچے بھی ہیں اور ہر زمانہ میں ہوتے رہیں گے مگر اکثر کی حالت کو دیکھو تو، ہم ایسے زمانہ میں ہیں جس میں جہالت عام ہے، بیہودگی پھیلی ہوئی ہے، جھوٹے دعوے شائع ہوتے رہتے ہیں منگھڑت روایتیں بیان کی جاتی ہیں، ہم کیا کریں کس پر غصہ کریں آجکل اکثر (صوفیہ) نے بھی یہی مسلک اختیار کر رکھا ہے کہ دارھم مادمت فی دارھم وحیّھم مادمت فی حیھم لوگوں کی مدارات کرتے رہو جب تک ان کے گھر[1] میں رہتے ہو، اور ان کو سلام کرتے رہو جبتک ان کے محلہ[2] میں

---

[1] یعنی دنیا میں ۱۲ [2] حضرت شیخ کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قول غلط ہے قابل عمل نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا استعمال غلط طور پر کیا جاتا ہے لوگوں نے اس قول کو صلح کل یعنی (بقیہ صفحہ ۱۰۵ پر)

رہتے ہو، لیکن (میں پوچھتا ہوں کہ) ایسی مدارات سے کیا فائدہ جس سے ان پر تکبر غالب ہو جائے؟ اور ایسے سلام سے کیا نفع؟ جو ان کی غفلت کو پختہ کرتا رہے (کیونکہ جب اہل اللہ دنیاداروں کی مدارات کرتے ہیں تو وہ اپنے دل میں خیال کرتے ہیں کہ ہم بھی بڑے آدمی ہیں کہ بزرگ ہماری تعظیم کرتے ہیں اور جب سلام کرتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری حالت اچھی ہے اگر بری ہوتی تو بزرگ لوگ ہم کو سلام کیوں کرتے ۱۲ اصلاح بما تؤمروا اعرض عن الجاھلین ٥

(اے صوفی!) جس بات کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے اس کو صاف صاف کہہ اور جاہلوں کی پروا نہ کر (اچھی باتوں کا حکم کر) (بری باتوں سے لوگوں کو روکتا رہ) اب بتلاؤ یہ صوفی جن کی حالت یہ ہے کہ ابھی تک نفس کی قید میں گرفتار ہیں سماع کے قابل کس طرح ہو سکتے ہیں (میں ایسے سماع کو لے کر کیا کروں؟ جس میں بغیر دل (کی حرکت) کے لوگ اچھلتے ناچتے ہیں، نفس کی گندگی نے ان کو سر سے پیر تک گھیر رکھا ہے یہ لوگ اس ناقص حالت میں صرف کودنے ناچنے سے ذاکرین میں کیوں کر شمار ہو سکتے ہیں ٥

(بقیہ صفحہ ۱۰۴) مداہنت پر محمول کر لیا ہے حالانکہ قول کا مطلب صرف یہ ہے کہ حق بات کو نرمی کے ساتھ ظاہر کرو سختی کا برتاؤ کر کے لوگوں کو اپنا دشمن نہ بناؤ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

لاتخالفہم حبیبی دارہم ؛ یا غریبا نازلافی دارہم ؛ اعطا ماشاؤا و راموا ارضہم ؛ یا ظعینا ساکنا فی ارضہم ؛

موسیا در پیش فرعون زمن ؛ نرم باید گفت قولا لینا ؛ نرم گو لیکن مگو غیر صواب ؛ وسوسہ مفروش در لین خطاب

شعر ثالث تا آخر اس مطلب پر صریح قرینہ ہے جو ہم نے بیان کیا اس مطلب کی تردید حضرت شیخ کو منظور نہیں بلکہ آپ اس مطلب کی تردید فرمانا چاہتے ہیں جس کے لئے کسی اندھے حافظ نے یہ شعر بنایا ہے ؎ حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص وعام با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام ۔ یہ شعر حضرت حافظ شیرازی کا ہرگز نہیں مگر بعض جہلاء نے اس کو اپنا دستور العمل بنا لیا ہے اور سب کو اسی طرز کی تعلیم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے کہ یہ تو امر بالمعروف اور احتساب کا دروازہ ہی بند کرنا چاہتے ہیں ۱۲ مترجم بامر سیدہ حکیم الامۃ دام مجدہ و علاہ ۔

ورب تال تلی القرآن مجتهداً بین الخلائق والقرآن یلعنہ

(ان کی حالت ایسی ہے جیسے) بعض تلاوت کرنے والے بہت بنا سنوار کر لوگوں کے سامنے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے، کیونکہ وہ قرآن پڑھتے ہوئے بھی اس کے خلاف کام کر رہے ہیں، قرآن اللہ کی طرف بلاتا ہے اور یہ عین تلاوت کے وقت مخلوق کی طرف جا رہے ہیں، اللہ کے کچھ فرشتے عرش کے نیچے ہیں خوبصورت نوجوان ہیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور ناچتے ہیں اللہ کی یاد سے ان کو نشاط ہوتا ہے، یہ وہ روحیں جو اللہ کے لئے اللہ کی (یاد کے) ساتھ ناچتے (کودتے) ہیں اور تو بیچارہ اپنے نفس کے لئے نفس کو ساتھ لئے ہوئے ناچتا ہے، وہ لوگ (حقیقت میں) ذاکر ہیں اور تو خسارہ اور فتنہ میں مبتلا ہے یہ حضرات صوفیہ، ذکر سے حرکت میں آنے کو اس وقت رقص کہتے ہیں جب اس حرکت کا محرک روح کی طرف سے ہو، (یعنی ذکر میں کوئی روحانی حالت طاری ہو جس سے ذاکر کے جسم کو حرکت ہونے لگے) تو وہ اس (رقص) کو روح کی طرف منسوب کرتے ہیں، ورنہ (اگر رقص کا سبب کوئی روحانی حالت نہیں) تو ناچنے (کودنے) والے کہاں اور ذاکرین کہاں؟ (دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے) ذاکرین کی طلب سراسر حق ہے، اور ان ناچنے والوں کی طلب سراسر گمراہی ہے ؎

سارت مشرقة وسرت مغربا شتان بین مشرق و مغرب

وہ (جماعت) تو مشرق کی طرف گئی اور تو مغرب کی طرف جا رہا ہے، مشرق کی طرف جانے والے اور مغرب کی طرف جانے والے میں تو بڑا فاصلہ ہے جس کا بیان یہ ہے کہ ناچنے (کودنے) والے تو جھوٹے ہیں، اور ذاکرین کو خدا تعالیٰ یاد فرماتے ہیں، (وہ ملعون ہیں اور یہ محبوب ہیں) اور ملعون و محبوب میں بڑا فرق ہے

جب لے تم ذکر کی مجلسوں میں قدم رکھو تو مذکور (یعنی اللہ تعالیٰ) کا دھیان رکھو اور ہوش کے کانوں سے (سماع) سنو! جب گانے والا بزرگوں کے نام لے (یعنی شجرہ پڑھے) تو اپنے اوپر بزرگوں کا اتباع لازم کرلو تاکہ ان کے ساتھ رہو (کیونکہ) آدمی اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ محبت رکھتا ہے (اور محبت اطاعت و اتباع کا نام ہے) اپنے اوپر ان جیسے اخلاق و عادات اختیار کرنا واجب کرلو! ان سے حال اور سچّا وجد لو! سچّا وجد خدا کو پاتا ہے، اپنی خواہش سے کوئی کام نہ کرو (جس وجد میں اپنی خواہش کو دخل ہو وہ وجد نہیں۔ سچا وجد وہ ہے جو دل میں خدا تعالیٰ کی محبت یا عظمت و ہیبت یا جلال و جمال کے غلبہ سے پیدا

لے ناظرین نے اس مقام سے سماع کی حقیقت غالباً سمجھ لی ہوگی اور ان کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ آجکل کا سماع جس کا نام قوالی ہے بزرگوں کے سماع سے کوسوں دور ہے، بزرگوں کا سماع دراصل مجلس ذکر کا نام ہے ذاکرین کبھی کبھی مجتمع ہوکر ذکر کرتے تھے اور ذکر کے درمیان میں کوئی شخص محبت کی آگ بھڑکانے کے لئے بزرگوں کے اشعار یا سلسلہ کا شجرہ منظومہ یا کسی عاشق کا عاشقانہ کلام پڑھ دیتا تھا جس سے بعض ذاکرین پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور اس مجمع میں سب ذاکر ہی ہوتے تھے گانے والا بھی ایک ذاکر ہی ہوتا تھا۔ باجہ ڈھول کی سے ان کو کچھ واسطہ نہ تھا اب آجکل کی قوالی کو جس میں قوال رند مشرب، بے نمازی، داڑھی منڈے اور اہل مجلس بھی سب قسم کے کوئی نیک کوئی بد، پھر ذکر اللہ سے اس مجلس کو کوئی واسطہ نہیں۔ نہ کوئی ان اشعار کا مطلب سمجھتا ہے جو قوال نے گائے صرف ڈھول کی اور ستار کی آواز سے لطف لیا جاتا ہے۔ اس کو بزرگوں کے سماع سے کیا تعلق؟ بلکہ بخدا اس کو سماع کہنا بزرگوں کے سماع کو بدنام کرنا ہے امید ہے کہ قوالی سننے والے اس مقام کو انصاف اور غور سے مطالعہ کرکے صحیح راستہ معلوم کرلیں گے پھر بزرگوں نے جو سماع سنا ہے حالانکہ اس میں بظاہر کچھ خرابی نہیں معلوم ہوتی لیکن اس پر بھی ناقصین کو وہ سختی کے ساتھ منع کرتے تھے ان کے لئے سماع کو ناجائز قرار دیتے تھے جیسا اس مقام پر صاف صاف مذکور ہے ۱۲

میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے سماع سے نفرت ہے، کیونکہ میں اس درجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ بات کو سن کر اس کے اچھے مضموں کا اتباع کیا جائے بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ

ناقص کو سماع کی اجازت نہیں اس کو ضرر ہوتا ہے۔

جو درویش اس درجہ کو نہیں پہنچے میں ان کے لئے سماع کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ اس میں بہت (فتنے اور) بلائیں ہیں جو سخت گناہوں میں پھنسانے والے ہیں (جس شخص کا نفس ہنوز شہوات ولذات کی قید سے نہیں نکلا سماع سے اس کی شہوت ولذت نفسانی کو ترقی ہوتی ہے جو تمام گناہوں کی جڑ ہے اس لئے ناقص کو سماع کی اجازت نہیں ہو سکتی) اور اگر کسی کو ایسی ہی مجبوری[ل] ہو تو گانیوالا دیندار مخلص ہو، جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سنائے، اللہ تعالےٰ کی (حمد پڑھ کر خدا کی) یاد تازہ کرے، اور بزرگوں کا تذکرہ کرے اس سے آگے نہ بڑھے، (عشاق کا عاشقانہ کلام جس میں معشوق کے خط و خال فراق ووصال کا ذکر ہو ہرگز نہ سنائے یہ تو وہ آداب تھے جن کی رعایت کرنا سماع کے اندر مریدوں پر لازم ہے) اور مرشد عارف کے ذمہ یہ (بات) ضروری ہے کہ سماع سے خاص اثر لے کر اللہ تعالےٰ کے اذن و قدرت سے اہل مجلس کے دلوں پر بھی وہ اثر پہنچائے، کیونکہ (شیخ کا) حال (مریدمیں) اس طرح پہنچتا (اور سرایت کرتا) ہے جیسا خوشبو ناک میں پہنچتی ہے، اور اخلاص کا ایک نقطہ

ل مثلاً قبض شدید ہو مراد باطنی قبض ہے جس میں قلب کیفیات محبت وطلب سے بالکل خالی اور کورا ہو جاتا ہے اس وقت اگر کوئی تدبیر نافع نہ ہو تو خاص شرائط کی ساتھ سماع کی اجازت ہے اور وہ شرائط شیخ کے کلام میں مذکور ہیں کیونکہ قبض شدید میں اندیشہ ہلاکت ہے ایسی حالت میں فقہا بھی تداوی بالحرام کو جائز کہتے ہیں ۱۲ ظ

بھی کیمیا ہے، (جس کو اخلاص سے حصہ ملا ہے اس کا اثر دوسروں پر ضرور ہوگا اس لئے شیخ کو اخلاص میں کمال حاصل کرنا چاہیئے وہ جتنا مخلص ہوگا اتنا ہی اپنے متعلقین کو رنگ دیگا) مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیت کرے نہ وہ جو تنہا باتوں ہی سے تربیت کرے اور جو شخص حال و مقال دونوں کا جامع ہو (کہ حال سے بھی تربیت کرتا ہو اور زبان سے بھی روک ٹوک کرتا نصیحت کرتا علوم و معارف بیان کرتا رہتا ہو) وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔

احوال سے کام لینا چاہیئے

(اے قوم) تم نے یہ (بلند احوال کے) لشکر اس واسطے لئے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے کافروں، بے دینوں، گمراہوں کی شوکت کا قلع قمع ہو جائے اس زمین پر جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہے ان کو مرعوب کر دیا جائے، دین کا بول بالا، اور مسلمانوں کی عزت کو مستحکم کر دیا جائے، تمہارا کام اچھا ہے، اگر اس کے ساتھ نیت بھی اچھی ہو تمہارے واسطے پوری خیر ہے اگر تم اپنے تمام احوال کو کتاب و سنت کی طرف راجع (کر کے اس کے موافق حالت بنائے) رکھو گو کسی درجہ[ل] میں سہی ورنہ تمہارے احوال بھی برے تمہارے اعمال بھی برے، تمہاری باتیں بھی بری، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر تمہارے ڈھنگ بھی بُرے ہوئے تو تم میں اور عوام میں بجز عمامہ اور وضع کے کچھ فرق نہ ہوگا پس ان لوگوں میں سے بنو جو اللہ کے دوست اور اللہ تعالٰے کے دروازہ پر

[ل] یعنی اگر ہر حالت میں کامل اتباع سنت نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی ہو کہ شریعت کے خلاف کوئی حالت نہ ہو تقویٰ کامل نہ ہو ناقص ہی سہی، عزائم پر عمل نہ ہو تو رخصت ہی پر سہی اور احتیاط پر عمل نہ ہو تو فتوی ہی پر سہی، ایسا نہ ہو کہ کتاب و سنت کی نافرمانی کرنے لگو ۱۲ ظ

پہنچنے والے ہیں، ان میں سے نہ بنو جو خدا کے دشمن اور اللہ تعالیٰ (کے دربار) سے دور کئے ہوئے ہیں، بزرگو! دجّال[1] اور شیطان کے طریقہ سے دور رہو اور اس راستہ سے بھی بچو جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف لیجاتا ہو، شیطان کو خالص ایمان (اور عبدیت) سے شرمندہ کردو، اور مکروفریب کے بازار کو سچائی (اور خلوص) کے ہاتھوں سے اجاڑ دو،

راستہ کھلا ہوا ہے

راستہ کھلا ہوا ہے. نماز اور روزہ، حج اور زکوٰۃ اور توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو دل سے ماننا، سب ارکان سے مقدم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کے (تعلق اور خاص) حالت (کا مقتضا) یہ ہے کہ حرام کاموں سے بچتا رہے، پس یہی راستہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کی جو حالت (اور جو تعلق) ہے اس کا مقتضا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرے۔

ذکر کے آداب

اور ذکر کے آداب میں سے سچا ارادہ اور پوری طرح عاجزی وانکساری، اور تمام عالم سے یکسو ہو جانا، اور عبدیت (و بندگی) کے قدم پر مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہو جانا، اور جلال (الٰہی) کا لباس پہن لینا ہے، (یعنی اپنے اوپر خدا کا خوف وجلال اتنا غالب کرے کہ اس کی صورت دیکھ کر یہ معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے ۱۲) یہاں تک کہ ذاکر کو اگر کوئی کافر بھی دیکھے تو اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو ماسوا سے بالکل الگ ہو کر[2] یاد کر رہا ہے، اور جو کوئی بھی دیکھے اس پر اس کی ہیبت

---

[1] دجال کا طریقہ مکر و فریب ہے اور شیطان کا طریقہ تکبر وغیرہ ہے ۱۲ ظ

[2] الحمد للہ ہم نے اپنے اکابر کو ایسا ہی پایا ہے حضرت سیدنا شیخ الوقت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ حضرت مرشدی مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ کی نماز ایسی ہی تھی کہ اس کو ایک دفعہ کافر بھی دیکھ کر کہدیتا تھا کہ یہ شخص اللہ کی نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرے نہ معلوم کس کی پڑھ رہے ہیں (باقی صفحہ ۱۱۱ پر)

طاری ہو جائے، اور دیکھنے والے کے دل پر اس کی ہیبت کی بجلیوں کا ایسا اثر ہو کہ اس کے برے خیالات (اور بیہودہ خطرات) کے کباڑ کوڑے کو ہوا کے ذروں کی طرح اڑا دے، اور اگر کسی ذاکر کی حالت اس طریقہ پر نہ ہو تو عام طور پر ذاکر کی اچھی حالت (کا معیار) استقامت اور باتوں کا ضبط (و انضباط) اور باطنی و ظاہری آداب کا جامع ہونا ہے، جتنا بھی ہو سکے اور (مخلوق میں سے) کسی طرف دیکھنے سے نگاہ کو روک لینا (یعنی خدا کے سوا کسی سے امید اور خوف نہ رکھنا) اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے کیجئے، جن کے اعضاء (بدن) پر آپ نے اپنے مراقبہ اور (دھیان) کی مضبوط بیڑیاں لگا دی ہیں، (کہ اب وہ آپ کے سوا کسی کی طرف مائل ہی نہیں ہو سکتے) اور ان کے باطن پر اپنے مشاہدہ کے مخفی گواہ قائم کر دیئے ہیں، پھر ان پر اٹھتے بیٹھتے (اسم الرقیب[1] کی ہوا چلنے لگی تو شرمندگی سے انھوں نے سر جھکا لیا اور سجدہ میں پیشانی رکھ دی اور غایت ذلت کی وجہ سے آپ کے دروازہ پر نازک چہرے اور رخسارے بچھا دیئے، تب آپ نے ان کو اپنی رحمت سے انتہائے مقصود عطا فرمایا۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔ اے درویش! قرآن مجید کا اتباع کر، آثار سلف کی پیروی کر (میری دعا کے بھروسہ پر نہ رہ!) میں کیا چیز ہوں کہ تیرے لئے دعا کروں میری مثال تو بس ایسی ہے جیسے دیوار پر ایک

(باقی صفحہ ۱۱۰) اور ان حضرات کے چہرے سے ذکر اللہ کا جلال بھی برستا تھا جو دیکھتا اس پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور اس وقت اس حالت کاملہ کا زندہ نمونہ کوئی دیکھنا چاہے تو حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم العالی کو دیکھے ۱۲ ظ افسوس آن قدح بشکست وآں ساقی نماند قدس اللہ سرہ و اعلیٰ درجتہ ۱۲ ظ

[1] الرقیب اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور سالک پر سلوک کے درمیان اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تجلی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عارفین پر اسم الرقیب کی تجلی ہوئی جس کے معنی ہیں نگہبان اور ان کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری ہر حرکت کی نگہبانی فرماتے اور اداراس کو محفوظ رکھتے ہیں تو اس سے ان پر شرمندگی غالب ہو جاتی ہے ۱۲ ظ

مچھر بیٹھ گیا ہو جس کی کچھ بھی قدر نہیں ہوتی۔

تواضع میرا حشر فرعون وہامان وقارون کے ساتھ ہو اور مجھے وہی عذاب پکڑے جس نے ان کو پکڑا تھا۔ اگر میرے دل میں یہ خطرہ بھی آئے کہ میں اس جماعت کا شیخ ہوں، یا ان کا سردار ہوں، یا مجھے اس بات کا وسوسہ بھی آئے کہ میں ان میں ہی سے ایک درویش ہوں، بھلا ان باتوں کی طرف اس شخص کا نفس کیونکر بلا سکتا ہے جو لاشئے ہے، (کچھ نہیں) کسی کام کے قابل نہیں کسی گنتی اور شمار میں نہیں،

بزرگو! اپنے اوقات کو ان کاموں میں ضائع نہ کرو جن سے تم کو کچھ بھی راحت نہیں، تمہارا جو سانس بھی گذرتا ہے شمار کیا جاتا ہے، جن چیزوں سے تم غفلت میں پھنستے ہو ان سے بچو!

وقت اور قلب کی حفاظت کرو اپنے قلوب اور اوقات کی نگہداشت کرو کیونکہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی یہی دو چیزیں ہیں، وقت اور قلب، اگر تم نے وقت کو فضول ضائع کیا، اور دل کی جمعیت کو برباد کر دیا تو تم فوائد سے محروم رہ گئے، اور وقت اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اور غفلت میں مبتلا ہو جائے اللہ کی یاد اور اطاعت وعبادت سے کسی وقت خالی ہو جائے) خوب سمجھ لو! کہ گناہ دل کو اندھا اور سیاہ کر دیتے ہیں، اس کو بیمار اور خراب کر دیتے ہیں۔

لہ جس کلام کو اہل ظاہر تو مبالغہ وکذب پر محمول کریں گے مگر جس پر گذرتی ہے وہی جانتا ہے

ے ذوق ایں مَی نشناسی بخدا تانہ چشی ﷺ انکشاف وجود حق سالک کی ہستی اور اس کی تمام صفات کو اس کے سامنے لاشئے اور ہیچ ثابت کر دیتا ہے ۱۲ ط

توراۃ میں لکھا ہے کہ ہر مومن کے دل میں ایک نوحہ[له] کرنے والا رہتا ہے۔ جو اس کی حالت پر نالہ و فریاد کرتا رہتا ہے اور منافق کے دل میں ایک گانے والا رہتا ہے، جو ہر وقت گاتا بجاتا رہتا ہے، عارف کے دل میں ایک جگہ ہے جو کسی وقت اس کو خوش نہیں ہونے دیتی، اور منافق کے دل میں ایک جگہ ہے جو اس کو کسی وقت غمگین نہیں ہونے دیتی۔

وجد کی حقیقت

بزرگو! تم اس خانقاہ میں ذکر اللہ کرتے اور وجد کرتے اور نشاط میں حرکت کرتے ہو تو جو علماء دولت سے محجوب ہیں یوں کہتے ہیں کہ درویش ناچ رہے ہیں، اور عارفین کہتے ہیں کہ درویش (اللہ کو) یاد کر رہے ہیں۔ پس جس کا وجد جھوٹا اور نیت فاسد ہے اور اس کا ذکر محض زبان سے ہو، اور (دل کی) نگاہ اغیار کی طرف اٹھی ہوئی ہو، وہ تو واقعی ناچنے ہی والا ہے جیسا علماء (ظاہر) کہتے ہیں، ایسے لوگوں کی نسبت علماء کی بات سچی ہے اور جس کا وجد سچا ہو، اور نیت اچھی ہو، حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہو الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو بات کو سن کر لفظوں پر نہیں رہتے بلکہ مطلب اور مراد کا قصد کرتے ہیں، اور سماع سے مراد اس داعی کی بات کو قبول کرنا ہے جس نے ازل میں ہم کو اللہ کی طرف بلایا تھا جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم

له یعنی مومن کے دل میں ایمان کی برکت سے ایک حالت پیدا ہو جاتی ہے جو اس کو فکر آخرت کی طرف راغب کرتی اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور جتنا وقت ذکر و عبادت سے خالی گذرتا ہے اس پر افسوس و حسرت ظاہر کرتی رہتی ہے اور کافر و منافق کے دل میں کفر کی نحوست سے ایک حالت پیدا ہو جاتی ہے جو اس کو دنیا کی باتوں میں مست رکھتی ہے فکر آخرت کو پاس نہیں آنے دیتی ۱۲ ظ

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قالوا بلیٰ (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور سب کو ان کی ذات سے اس بات پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؛ سب نے کہا کہ کیوں نہیں۔ (بیشک آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں) اس آواز کو جس نے سنا، بدون کسی حد اور صفت اور کیفیت کے سنا، اور اس سماع کی حلاوت ان کے دلوں میں جم گئی اور ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی گئی پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ان کو بنایا اور ان کی اولاد کو دنیا میں پھیلایا اس وقت یہ بھید ظاہر ہوا جو ان کے (دلوں کے اندر) چھپا دیا گیا تھا، اب جس وقت عارفین کوئی اچھی آواز اور عمدہ کلام سنتے ہیں تو ان کے دل اصلی (حلاوت) کی طرف اڑنے لگتے ہیں جو اس آواز ازل) سے ان کے کانوں[1] میں (اور کانوں سے دلوں میں) پہنچی تھی، یہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ابتدا سے پہچاننے والے ہیں، اسی کے واسطے باہم محبت کرتے ہیں، اسی کے لئے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی کو یاد کرتے اور اسی کی یاد میں دوسروں کو بھول جاتے ہیں، ایسا درویش اس قابل ہے کہ اس کو (سماع و وجد میں) ذاکر کہا جائے (سماع میں) اس کی روح نے رقص کیا، اس کا قصد درست ہے، اس کی عقل کامل ہے، اس کا نامۂ اعمال روشن ہے اور اس نے سماع سے وہ حصہ لے لیا جو چھپا ہوا تھا، اس بھید کو ظاہر کر دیا جو اس کے (دل کے) اندر ودیعت رکھا گیا تھا، کیونکہ سماع کی حقیقت (اور اس کا ذوق) ہر جاندار سننے والے کی طبیعت میں موجود ہے (سماع میں) ہر شخص وہی سنتا ہے جو اس کی طبیعت کے موافق ہے۔ وہی سمجھتا ہے جہاں اس کی ہمت پہنچتی ہے، کیا

---

[1] الست از ازل همچنانش بگوش ۔ بفریاد قالوا بلی در خروش " سعدی "

تم نے بچوں کو نہیں دیکھا کہ (ماں کی لوری اور) گیت سے خوش ہو کر (خاموش ہو جاتے اور جلدی) سو جاتے ہیں، کیا اونٹوں کو نہیں دیکھا؟ کہ جب گانے والا گاتا ہے تو وہ (تیز) چلنے لگتے ہیں، اور بوجھ کی تکلیف کو بھول جاتے ہیں، بعض آثار[1] میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین کی مخلوقات میں اسرافیل علیہ السلام کی آواز سے زیادہ لذیذ (اور خوشگوار) کسی کی آواز نہیں بنائی جب وہ آسمان میں پڑھنا شروع کرتے ہیں، تو ساتوں آسمان کے فرشتے اپنا ذکر و تسبیح قطع کر دیتے (اور ان کی آواز سننے لگتے) ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو وہ تین سو برس تک روتے رہے، اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ اے آدم! یہ رونا کس لئے اور پریشانی کا سبب کیا ہے؟ آپ نے عرض کیا اے پروردگار نہ میں آپ کی جنت کے شوق میں روتا ہوں، نہ جہنم کے خوف سے، میرا رونا صرف ان فرشتوں کے شوق میں ہے جو عرش کے گرد وجد کرتے رہتے ہیں، جن کی ستر ہزار صفیں ہیں اور سب کے سب نوجوان خوبصورت ہیں، ناچتے ہیں وجد کرتے ہیں اور عرش کے گرد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے چکر لگاتے اور یوں کہتے رہتے ہیں جل الملک ملکنا لولا ملکنا هلکنا۔ من مثلنا و انت الهنا۔ و من مثلنا و انت حبيبنا و مستغاثنا۔ بہت بڑا بادشاہ ہے ہمارا بادشاہ اگر ہمارا بادشاہ (ہم پر مہربان) نہ ہوتا تو ہم سب ہلاک (معدوم) ہو جاتے ہم جیسا کون ہے؟ جب آپ ہمارے معبود ہیں ہم جیسا کون ہے جب آپ ہمارے محبوب و فریاد رس ہیں۔

قیامت تک وہ فرشتے اسی حال میں رہیں گے، (آدم علیہ السلام کو ان فرشتوں کے ذکر میں خاص لطف آتا تھا دنیا میں آکر اس ذکر محبت کی آواز میں

---

[1] میری نظر سے یہ اثر نہیں گذرا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ ظ

سننے میں نہ آئیں تو غلبۂ شوق سے مدت تک روتے رہے (۱)۔ اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آدم ذرا اپنا سر تو اٹھاؤ اور دیکھو! آدم علیہ السلام نے جو سر اٹھایا تو ان فرشتوں پر نظر پڑ گئی وہ عرش کے گرد رقص کر رہے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام صدر (مجلس) تھے اور میکائیل علیہ السلام قوال (بنے ہوئے) تھے ان کو دیکھ کر (اور ذکر سن کر) ان کے دل کو سکون ہوا اور رونا موقوف ہو گیا، بعض علماء نے آیت وھم فی روضۃ یحبرون کی تفسیر میں کہا ہے کہ اہل ایمان کو جنت میں گانا سنایا جائے گا۔ سماع و وجد سے عارفین کا جو کچھ مقصود ہے اس کی بنیاد یہی ہے۔

اور یہ عطاء (ونعمت الٰہی) ہے یہ وہ رقص نہیں جو (شریعت میں) حرام کیا گیا ہے، جیسا بعضے جاہل درویش جن پر (مشائخ کا) قہر نازل ہوا ہے گمان کرتے ہیں (مگر) یہ عطاء (اور نعمت) اس شخص کو ملتی ہے جو اپنے دل پر قابو رکھتا ہے، جس کے دل پر (غیر حق کا) وسوسہ بھی (سماع میں) نہ آتا ہو اور دنیا کے سامانوں میں سے کسی سامان پر بھی اس کو التفات نہ ہوتا ہو، (عاشقانہ اشعار سنتے ہوئے کسی عورت یا مرد کا اصلا خیال نہ آتا ہو) اللہ عز وجل کے سوا کسی کا قصد نہ رکھتا ہو، اور جو شخص وسوسوں کے میل کچیل اور طبیعت کی گندگیوں میں لتھڑا ہوا ہو (اس کو سماع سننا جائز نہیں نہ اس کو یہ نعمت مل سکتی ہے) اس پر لازم ہے کہ اللہ کی یاد میں لگے، اور جہاں تک ہو سکے اپنی باتوں اور حرکتوں میں ادب کا لحاظ رکھے، اور جھوٹے دعووں کے دریا میں غوطہ لگا کر ان لوگوں کے درجہ کا دعویٰ نہ کرے، کیا اس کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بڑی غیرت والے ہیں (بس سمجھدار کے لئے) اتنی ہی بات کافی ہے۔

ظاہراً و باطناً شریعت پر چلنے کی تاکید

بزرگو! اپنے تمام طریقوں میں شریعت کے ساتھ رہو ظاہراً بھی اور باطناً بھی کیونکہ جو شخص ظاہر و باطن دونوں میں شریعت کے ساتھ رہے اس کا حصہ اللہ تعالیٰ ہے (دوسروں کی قسمت میں اگر دنیا ہے تو اس کے نصیب میں خدا تعالیٰ ہوگا) اور جس شخص کے حصہ میں اللہ تعالیٰ ہوں وہ اس قدرت والے بادشاہ کے پاس بلند درجہ میں ہوگا۔

علماء کو نصیحت

بزرگو! تمہارے اندر بعضے فقہاء اور علماء بھی ہیں۔ تم وعظ کی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہو، درس بھی دیتے ہو، احکام شرعیہ بھی بیان کرتے ہو، لوگوں کو (مفتی بن کر) احکام بھی بتلاتے ہو، خبردار! چھلنی کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ عمدہ آٹا تو نکال دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رہنے دیتی ہے اسی طرح (تمہارا یہ حال نہ ہونا چاہیئے کہ) تم اپنے منہ سے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور دلوں میں کھوٹ رہ جائے کہ اس وقت تم سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر (عمل نہ کرنے کا) مطالبہ کیا جائے گا اتأمرون الناس بالبر و تنسون انفسکم کیا دوسروں کو تو نیکی کی تاکید کرتے ہو اور اپنے آپ کو (نیکی سے) بھلائے دیتے ہو۔

بندہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ کو اپنے عیوب پر نظر ہو جائے

اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتے ہیں اُس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت و شفقت پیدا کر دیتے ہیں، اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیتے

اور اس کے نفس میں بلند ہمتی (اور چشم پوشی) پیدا کردیتے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے کو سب سے کم دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھے،

عارف ہمیشہ بے چین رہتا ہے مگر ناامید نہیں ہوتا

جب دوسرے لوگ خوش ہوں عارف غمگین ہوتا ہے، وہ بے چین ہوتا ہے مگر ناامید نہیں ہوتا۔ اس کی خوشی تھوڑی ہے، رونا زیادہ ہے، اس کو (ہر وقت) اپنے محبوب کی طلب ہوتی اور اپنے عیوب اور گناہوں کا فکر لگا رہتا ہے (اس کا یہ حال ہوتا ہے) ؎

الناس فی العید قد سروا وقد فرحوا ؛ وما سررت به والواحد الصمد
لما تیقنت انی لا اعاینکم ؛ اغمضت طرفی ولم انظر الی احد

لوگ عید کے دن خوش ہو رہے ہیں، فرحت ظاہر کر رہے ہیں، مگر خدائے واحد کی قسم مجھے اس سے خوشی نہیں ہوئی۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں (عید کے موقعہ پر) آپ کو نہ دیکھ سکوں گا تو میں نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اور کسی کو بھی نہ دیکھا۔

اللہ سے ملنے کا قریب تر راستہ اتباع سنّت اور عبدیت ہے

(دوستو!) میں نے اپنی جان کھپا دی اور کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو، اور صدق نیت اور مجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح (راستہ) ہونا معلوم نہ کرلیا ہو مگر سنّت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے، اور ذلت وانکسار والوں کے اخلاق پر چلنے، اور سراپا حیرت واحتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ

کو بہت قریب اور زیادہ روشن اور (اللہ تعالےٰ کے نزدیک) زیادہ محبوب نہیں پایا۔ صدیق اکبر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا کچھ نہیں بنایا (کیونکہ عاجزی تو ہر شخص آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ انسان تو سر سے پیر تک عاجز ہی ہے اگر اور کوئی طریقہ اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا ہوتا تو مشکل پڑ جاتی، اللہ تعالےٰ کے پانے سے اپنی عاجزی (اور کمزوری) کو سمجھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کا پالینا ہے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ میرے پاس وہ چیز لاؤ جو میرے خزانوں میں نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا خداوندا! آپ تو تمام عالم کے پروردگار ہیں، آپ کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے؟ فرمایا اے موسیٰ یاد رکھو کہ میرے خزانے بڑائی اور عزت و جلال و جبروت و کبریائی سے تو بھرے ہوئے ہیں (اس کی میرے پاس کمی نہیں) ہاں تم میرے پاس ذلت و انکسار و مسکنت (اور عاجزی) لیکے آؤ (کہ یہ چیزیں میرے خزانے میں نہیں کیونکہ یہ تو مخلوقات کی خاص صفات ہیں جن سے خالق کا پاک ہونا ضروری ہے) بس میں ان ہی لوگوں کے پاس ہوں جنکے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں (یعنی میرے جلال و ہیبت سے ان کا پتہ پانی ہو رہا ہے ۱۲) اے موسیٰ قرب حاصل کرنے والوں نے اس سے بڑھ کر کسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کیا۔

خوف ہی سے محاسبہ و مراقبہ حاصل ہوتا ہے

بزرگو! خشیت (و خوف) سے ہی محاسبہ پیدا ہوتا ہے (یعنی اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کا خیال) اور محاسبہ سے مراقبہ پیدا ہوتا

ہے یعنی اپنے اوقات اور قلب کی نگہداشت) اور مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوام شغل حاصل ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہر وقت دل کی لو لگی رہے کسی وقت اس سے غافل نہ ہو اسی کا نام حضور دائم ہے کبھی یہ دولت عشق و محبت کے غلبہ سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اب یہ کام شیخ محقق کا ہے کہ وہ کسی کو جلال و ہیبت کے راستہ سے پہنچاتا ہے کسی کو جمال و انس و محبت کے راستہ سے وکل الی ذالک الجمال یشیر مقصود سب کا ایک ہے کہ اللہ تعالےٰ سے غفلت نہ ہو ۱۲) بس آجکل سب سے زیادہ قابل رشک وہ مومن ہے جو اپنے زمانہ (کے حال) سے واقف[لہ] ہو اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے، اور نیک بندوں کے اعمال اختیار کئے رہے،

میں نے سید عبدالملک الحربونی قدس اللہ سرہٗ سے عرض کیا کہ مجھے (کچھ) وصیت کیجئے! فرمایا! اے احمد! ادھر اُدھر دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا (مقصود تک پہنچنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو سب طرف سے نگاہ ہٹا کر مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے ۱۲) اور شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا، کامیابی کا بڑا مدار یقین پر ہے کہ یہ سمجھ لے کہ میرا شیخ اللہ تک پہنچانے کا راستہ خوب جانتا ہے اور مجھے پہنچا سکتا ہے جس کو شیخ پر

لہ یعنی یہ چار باتیں جس میں ہوں وہ بہت اچھی حالت میں ہے ایک یہ کہ اپنے زمانہ کی حالت کو جانتا ہو تاکہ اس زمانہ کی آفات سے محفوظ رہ سکے دوسرے زبان کی حفاظت رکھے تاکہ گناہ سے بھی بچا رہے اور پریشانی سے بھی کیونکہ زیادہ تر پریشانی کا منشا زبان چلانا ہے تیسرے اپنے کام میں لگا رہے تاکہ وقت اور عمر ضائع نہ ہو اور چوتھے صلحا کا طریقہ اختیار کئے رہے یعنی صلحا کی صحبت اور فیض اتباع سے حصہ حاصل کرے کہ اس سے اعمال صالحہ میں ہمت بلند اور اخلاص و توحید میں قوت ہوتی ہے واللہ اعلم ۱۲ ظ

اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے ۱۲) اور جس شخص کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو اس کے تمام اوقات نقصان ہی میں گذر رہے) ہیں' میں سال بھر تک شیخ کی اس وصیت کو (دل اور زبان سے) دہراتا رہا اور جب میرے دل میں کوئی خیال یا وسوسہ آتا اس وصیت کو فوراً یاد کر لیتا تو وسوسہ دور ہو جاتا، پھر میں دوسرے سال شیخ کی زیارت کو گیا' اور جب (کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد) ان سے رخصت ہونے لگا تو پھر وہی درخواست کی کہ حضرت مجھے کچھ وصیت کیجئے فرمایا اے احمد! طبیبوں کے لئے بیمار ہونا بہت بُرا ہے، اور عقلمند کیلئے جاہل ہونا، اور دوستوں کے لئے بے مروت ہونا، یہ سن کر میں رخصت ہوا اور سال بھر تک اس وصیت کو دہراتا رہا۔ مجھے حضرت شیخ کی ذات سے اور ان کی وصیتوں سے بہت نفع پہنچا۔

عارف سوچ کر کلام کرتا ہے

عالم عارف اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے مراقبہ کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی سیاست (پابندی اور قیود) رکھتا ہے، جب وہ بات کرنا چاہتا ہے تو منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ لیتا ہے، اگر اس میں کچھ بھلائی معلوم ہوتی ہے تو کہہ دیتا ہے، ورنہ منہ کو بند ہی رکھتا ہے، کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ تیری زبان تیرا شیر ہے اگر تو اس کی حفاظت کرے گا وہ تیری حفاظت کرے گا، اگر بے قید چھوڑ دے گا پھاڑ کھائے گا۔ عارف کا بولنا (دلوں کے) زنگ کو دور کرتا ہے، اور اس کی خاموشی ہلاکت کو دفع کرتی ہے، وہ ان لوگوں کو جو اہل ہیں نیک کاموں کا حکم کرتا ہے، برے کاموں سے اور ان کے پاس جانے سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لا خیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس۔ ان کی بہت سی خفیہ باتوں میں کوئی بھلائی نہیں

ہاں جو صدقہ دا، یا نیک کام کا یا لوگوں میں باہم صلح کرا دینے کا امر کرے (اس کی باتیں بیشک اچھی ہیں اور عارف اپنے کلام میں ان باتوں کی پوری رعایت کرتا ہے) جو اللہ کو پہچان لے گا اس کا ادب اللہ کے ساتھ بڑھ جائے گا۔ جو اللہ کا مقرب ہوگا اس کے اندر خوف خدا زیادہ ہوگا۔

حدیث قصاص کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں ہر ظالم سے بدلے لیں گے

مجھ سے قاضی مقری[لے] امام صالح سید علی ابوالفضل واسطی نے حدیث بیان کی اور خطیب بغدادی تک اپنی سند کو پہنچایا وہ اس کو سلسلہ دار ابوالجارود علیٰ تک پہنچاتے ہیں، خدا ان سب سے راضی ہو کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے قصاص کے بارے میں ایک حدیث پہنچی تھی (جس میں اس کا بیان تھا کہ قیامت میں ظالم سے مظلوم کا بدلہ کیونکر لیا جائے گا) اور اس حدیث کے روایت کرنے والے (صحابی) مصر میں رہتے تھے تو میں نے ایک اونٹ[ٹے] خریدا، اور اس پر کجاوہ کس کر سوار ہوا، اور ایک مہینہ کی مسافت طے کر کے مصر پہنچا، اور اس حدیث کی روایت کرنے والے کا پتہ دریافت کیا، لوگوں نے مجھے ان کے گھر کا پتہ دیا (میں وہاں پہنچا) تو دروازہ زمین سے ملا ہوا تھا،

لے علم قرات کا ماہر ۱۲ ٹے یہاں سے معلوم ہوگا کہ حضرات صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث معلوم کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی کس قدر اہتمام تھا۔ زمانہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو جس قدر اہتمام ہوگا ظاہر ہے پس ان لوگوں کو شرمانا چاہیے جو بعض صحابہ کی بہت سی روایات دیکھ کر اعتراض کر دیتے ہیں کہ اتنی حدیثیں ایک شخص نے کیونکر جمع کر لیں حضرات صحابہ کے اسی اہتمام کا اثر تھا کہ عرصہ تک محدثین احادیث کی تلاش میں دور دراز کا سفر کرتے رہے یہاں تک کہ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا شکر اللہ سعیہم وحبا ہم من نعمہ المزید ۱۲ ظ

(یعنی اونچا مکان نہ تھا اس کا دروازہ بھی زمین ہی سے لگا ہوا تھا) میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک حبشی غلام باہر آیا میں نے اس سے کہا کہ ملاں صاحب یہاں ہیں؟ وہ یہ سن کر خاموش[1] چلا گیا اور اندر جا کر اپنے آقا سے کہا کہ دروازہ پر ایک اعرابی آپ کو تلاش کرتا ہے، آقا نے کہا جاؤ ان سے پوچھو کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں جابر بن عبداللہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی، یہ سن کر وہ باہر آئے اور میرے آنے پر خوشی ظاہر کی اور میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہاں سے آرہے ہو؟ کیا عراق کی طرف سے آرہے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ مجھے قصاص کے متعلق ایک حدیث پہنچی ہے اور آپ سے زیادہ میرے خیال میں اس کا یاد رکھنے والا اور کوئی نہیں رہا (اس لئے دل چاہا کہ اس حدیث کو آپ سے خود سنوں) کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں تم سب کو ننگے پیر ننگے بدن بے ختنہ کی حالت میں اٹھائیں گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر سے باآواز[2] بلند جس کو دور والا بھی ویسا ہی سنے گا جیسا پاس والا سنے گا فرمائیں گے میں بدلہ لینے والا (بادشاہ) ہوں میرے یہاں ذرہ برابر ظلم نہیں ہے میری عزت وجلال کی قسم! آج مجھ سے کسی ظالم کا ظلم بچ کر نہ جائے گا اگرچہ ہاتھ سے طمانچہ ہی مارا ہو، یا ہاتھ پر ہاتھ ہی مارا ہو، میں سینگ والے جانور سے بے سینگ والے کا بدلہ لوں گا (اگر اس کے سینگ مارا ہو گا) اور پتھر سے

لہ یہ بھی ایک بڑا ادب ہے جس سے یہ غلام آراستہ تھا کہ پوچھنے والے کو فوراً جواب نہیں دیا کہ ہاں فلاں صاحب موجود ہیں بلکہ آقا سے دریافت کرنے کے لئے خاموش چلا گیا کہ جو مناسب ہوگا وہ خود کہیں گے ممکن ہے کسی وقت آقا کو اپنی موجودگی کا بتلانا مصلحت کے خلاف معلوم ہو یہ ادب جو اس غلام میں تھا آجکل آزاد لوگوں میں بھی نہیں۔ پس کچھ لوگ جن کے غلام اس درجہ مہذب تھے وہ خود کیسے ہوں گے ۱۲ ظ

سلہ محدثین کو اس لفظ میں کلام ہے ۱۲ ظ

باز پرس کروں گا کہ دوسرے پتھر کے چوٹ کیوں ماری اور لکڑی سے سوال کروں گا کہ اپنے مالک کے کھروٹ کیوں لگائی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) اسی کے متعلق کتاب اللہ کی یہ آیت میرے اوپر نازل ہوئی ہے۔

ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ ط کہ ہم قیامت کے دن میزان عدل (انصاف کی ترازو) قائم کریں گے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنے بعد اپنی امت پر سب سے زیادہ عمل قوم لوط (میں مبتلا ہونے کا) اندیشہ ہے۔

سنو! جس وقت مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے مشغول ہوجائیں اس وقت میری امت کو عذاب کا انتظار کرنا چاہیے، اس حدیث نے بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کا عدل کس درجہ ہے کہ جو مخلوق مکلف نہیں جیسے جانور (پتھر) وغیرہ ان سے بھی بدلہ لیا جائے گا اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے قیامت کے دن عرش پر قیام بھی ثابت کیا گیا ہے (مگر اس کی کوئی کیفیت بیان کرنا جائز نہیں اور حدیث میں بھی) بدون کیفیت اور مثال کی تعیین کے (یہ اطلاق) آیا ہے پس یہ جملہ حدیث کا متشابہات میں سے ہے اس کی تفسیر کرنا جائز نہیں اس کے علم کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کرنا چاہیئے ۱۲) اس حدیث میں لواطت اور مساحقت (چپٹی) پر بھی عذاب کی وعید آئی ہے علم کو چھپایا نہیں جاسکتا۔ سچی بات کہنا پڑتی ہے (اس لئے یہ وعید بھی بتلادی گئی) شارع علیہ السلام نے میری روح آپ کی مبارک قبر پر فدا ہو ہمارے لئے سب باتیں صاف صاف بیان فرمادی ہیں، وہ بھی جو ہم کو مفید تھیں اور وہ بھی جو ضرر دینے والی تھیں، پس نجات پانے والا وہ ہے جو آپ پر ایمان لایا، اور آپ کے احکام کی پیروی کرتا رہا، اندیشہ اور ہلاکت اس

کے لئے ہے جس نے آپ کی مخالفت کی آپ کو جس طرح حکم تھا آپ نے پہنچادیا اب ہماری کوئی حجت آپ پر باقی نہیں، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت ہر مکلف پر قائم ہے اور آپ ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حجت مخلوق پر کامل ہو گئی (اب کسی کو خدا کے سامنے یہ کہنے کا موقع نہیں رہا کہ ہم کو کسی نے راستہ نہیں بتلایا، کیونکہ آپ سے بڑھ کر خدا کا راستہ بتلانے والا نہ پہلے کوئی آیا ہے نہ آئندہ آئے گا ۱۲) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی طرح فیصلہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا وکفی باللہ ولیا وکفی باللہ نصیرا ہم (کسی امت کو) عذاب کرنے والے نہیں جب تک ایک رسول نہ بھیجدیں، اور اللہ تعالیٰ محبت اور مدد کرنے کے لئے کافی ہیں (ان کی محبت اور مدد کا تقاضا یہی ہے کہ رسول بھیجنے کے پہلے کسی امت کو عذاب نہ کیا جائے)

محبت الٰہی کی شرائط و علامات

بزرگو! جو اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ اپنے نفس کو تواضع (وخاکساری) سکھلاتا ہے اور دنیا کے تعلقات[لہ] کو اپنے سے الگ کردیتا ہے، اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو (ہر چیز پر) ترجیح دیتا ہے، اس کی یاد میں لگا رہتا اور اللہ کے سوا کسی چیز کی رغبت اپنے دل میں نہیں رکھتا، سچے دل سے اللہ کی عبادت پر جما رہتا اور اللہ کے لئے تواضع اختیار کرکے منبر اور تخت کو چھوڑ کر الگ ہوجاتا ہے اگرچہ اس کو ان چیزوں کے حاصل کرلے کی قدرت بھی ہو۔ اس کی حالت ان اشعار کا مصداق ہوتی ہے ؎

لہ مراد وہ تعلقات ہیں جو اللہ کی محبت پر غالب آئیں یا خدا سے غافل کردیں یا گناہوں میں مبتلا کردیں کہ دنیا اسی کا نام ہے اور جو علائق ایسے نہ ہوں وہ دنیا میں داخل نہیں ۱۲ ظ

ترك المنابر والسرير تواضعا ولہ منابر لو یشا وسریر
ولغیرہ یجبی الخراج وانما یجبی الیہ محامد واجور

اس نے منبر اور تخت کو محض تواضع کی وجہ سے چھوڑ دیا اور اگر وہ چاہے تو اس کے لئے بہت سے منبر اور تخت ہو سکتے ہیں، وہ دوسروں کے لئے لگان وصول کرتا ہے اور خود اس کی طرف تعریفیں اور ثواب پہنچائے جاتے ہیں۔

عبدیّت کی علامات و شرائط

بزرگو! عبدیت (بندگی، غلامی) کا حق یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح لیے ہو جائے، عبدیت یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے، (آقا کے سوا کسی کو مطلوب نہ بنائے) عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی کی طلب سے ارادہ کو روک لے عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں سے کسی قسم کی رفعت اور فوقیت نہ پائے، عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر ٹھہرا رہے (مٹی سے زیادہ اپنا رتبہ نہ سمجھے) عبدیت خوف و خشیت (کا نام) ہے، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیروں کے سامنے جھک جانے کا۔ بندہ اس وقت تک پورا غلام نہیں بنتا جب تک آزادی کے درجہ پر نہ پہنچ جائے، اور (اپنے آقا کے سوا) دوسروں کی غلامی سے پوری طرح نہ نکل جائے،

مصنّف کی وصیّت اپنے خدّام کو اپنی ذات کے متعلق

بزرگو! مجھے بھیک مانگنے والوں کا ڈھیرا نہ بنانا (کہ جس طرح وہ ڈھیرا بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اسی طرح تم میری تعریفیں کرکے لوگوں کو میری طرف مائل کرو) میری خانقاہ کو حرم (کی طرح زیارت گاہ) نہ بنانا، مرنے کے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا! میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مجھے دنیا میں

اپنی طرف یکسو کرلے۔ اسو بحمد اللہ یہ بات جمعیت (قلب) کے ساتھ حاصل ہوگئی، اور امید ہے کہ اس دنیائے کمینہ سے الگ ہونے کے وقت بھی میں خیریت کے ساتھ اس مقصود کو پہنچ جاؤں گا اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی دلجمعی حاصل ہوجائے تو پھر کسی چیز کی پرواہ نہیں ۔۱

اذا صح منه الوصل فالكل هين وكل الذى فوق التراب تراب

جب اللہ تعالیٰ سے سچ مچ[۱] وصال ہوجائے پھر اور چیزیں سب معمولی ہیں مٹی کے اوپر جو کچھ بھی ہے مٹی ہی ہے۔

تعلق مع اللہ کی تاکید اور تصوّف کی حقیقت

اللہ سبحانہ کے تعلق کو لازم سمجھو! اللہ کے حق کی قسم اس کے سوا کوئی ضرر دے سکتا ہے نہ نفع۔ نہ جدا کرسکتا ہے نہ ملا سکتا ہے، نہ (کچھ دولت ظاہری یا باطنی) دے سکتا ہے نہ روک سکتا ہے، اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ تک (پہنچنے کے لئے) کچھ وسیلے ضرور ہیں۔ (مثلاً اعمال صالحہ وغیرہ) اور کچھ واسطے بھی ہیں جن کی ناشکری نہیں کی جاسکتی (مثلاً مشائخ سلسلہ) مگر بڑی چیز، دراصل ایک ہی بات ہے جس کو تم نے (دل وزبان سے) کہا اور واصل ہوگئے، اور وہ آمنت[۲] باللہ ہے (کہ میں اللہ پر

لہ یہ قید اس لئے لگائی کہ بعض دفعہ سچا وصال نہیں ہوتا بلکہ انسان کا وہم ہوتا ہے کہ میں واصل ہوں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا بس وہ حال ہوتا ہے سہ وكل يدعون وصال ليلى ؛ وليلى لا تقر لهم بذاك ۱۲ ظ

ے شیخ کے اس کلام سے صاف ظاہر ہوگیا کہ تصوف میں جن باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ سب آمنت باللہ کے متعلقات ہیں اس سے معلوم ہوا کہ شریعت وطریقت ایک چیز ہے کیونکہ ایمان کا حکم اور اس کی تکمیل کا حکم شریعت میں موجود ہے، بس بات صرف اتنی ہے کہ تکمیل ایمان کے مفصل طریقوں کو فقہ میں بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس کو فقہ سے الگ بیان کرکے اس کا نام طریقت رکھ دیا گیا مگر الگ کتابوں میں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ طریقت شریعت سے جدا کوئی چیز ہے بلکہ جس طرح فقہ شریعت کا ایک جزو ہے اسی طرح طریقت بھی اس کا ایک جزو ہے ۱۲ ظ

ایمان لایا) جب تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو اس کی کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان تمام باتوں پر بھی ایمان لے آؤ گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی عمل کرو گے وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنه فانتھوا (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم کو (حکم وغیرہ) دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے منع کردیں اس سے باز آجاؤ۔ اور ان وسیلوں اور واسطوں کی بھی تعظیم کرو گے جو تم کو اللہ کا پتہ بتلاتے ہیں، اللہ کی توحید (خالص) بھی اختیار کرو گے۔ اور اس کے دروازہ پر آنسو بہاتے ہوئے کھڑے ہوگئے، اور ذلت وخشوع کے ساتھ (اس کے سامنے) زمین کو بوسہ دو گے، اور معلوم ہوجائے گا کہ کہاں تم کو لوٹ کر جانا ہے، اور ملاقات کے موقعہ کے لئے جو سامان (ضروری اور) مناسب ہے اس کی تیاری میں بھی مشغول ہوجاؤ گے، اور تمام اعمال میں اخلاص سے کام لوگے یہاں تک کہ سراپا اخلاص بن جاؤ گے۔ اس کے بعد تم (بڑے بڑے) درجات کے لائق ہوگے، تمہارے اوپر عطاؤں کے بادل برسیں گے، اور کرم کے خلعت ڈالے جائیں گے تمہارے لئے نعمتوں کے دستر خوان بچھائے جائیں گے، اور تمہاری معرفت کا جال تمام مخلوق پر پھیلا دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ کسی کو باقی نہیں چھوڑے گا (بلکہ سب کو اپنے اندر لے لیگا) اور تمہارے نائب (خدا ورسول صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کی دعوت اللہ کے حکم سے ظاہر وباطن میں ہر جگہ پہنچ جائے گی (یعنی ظاہر میں بھی تمہاری معرفت کا چرچا ہوگا اور باطن میں بھی اہل اللہ کے قلوب تمہاری معرفت ولایت پر شاہد ہوں گے)۔

تعظیم علمار کی تاکید اور یہ کہ شریعت وطریقت دونوں ایک ہیں

بزرگو! تم جس طرح اولیا وعارفین کے درجہ کی تعظیم کرتے ہو اسی طرح فقہار وعلمار کے درجہ کی بھی تعظیم کرو کیونکہ (دونوں کا) راستہ ایک ہی ہے۔ یہ حضرات (علمار و فقہا) ظاہر شریعت کے وارث اور احکام شرعیہ کے محافظ ہیں، لوگوں کو احکام بتاتے ہیں، اور ان احکام ہی کے ذریعہ سے واصلین کو اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہوتا ہے، کیونکہ جو عمل اور جو کوشش شریعت کے خلاف کسی اور طریق پر ہو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں، اگر کوئی عابد پانچسو برس تک خلاف شریعت عبادت کرتا رہے تو یہ عبادت اسی کے منہ پر ماری جائے گی، اور اس کی گردن پر گناہ الگ ہوگا، حق تعالیٰ قیامت کے دن اس عبادت کو کسی وزن میں شمار نہ کریں گے۔ جس شخص کو (احکام) دین کی سمجھ حاصل ہو اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل درویش کی دو ہزار رکعتوں سے افضل ہیں، پس خبردار! علمار کے حقوق نہ ضائع کرنا تم کو ان سب کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیئے اور ان میں سے جو متقی اور عالم باعمل ہیں (کہ اللہ نے جو علم ان کو دیا ہے اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔)

علمار باعمل ہی حقیقت میں اولیار ہیں

اولیا حقیقت میں وہی ہیں ان کی حرمت (و عزت) کی تمہیں خاص طور پر حفاظت کرنا چاہیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایسی چیزوں کا علم دیتا ہے جو اس کو (پہلے سے) معلوم بھی نہیں ہوتیں (اور یہی بزرگی اولیار کو حاصل ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ علمار باعمل ہی حقیقت میں اولیار ہیں۔)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے العلماء ورثۃ الانبیاء علمار انبیار علیہم السلام کے وارث ہیں (اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جس سے علمار باعمل سرفراز ہیں) یہی لوگ تمام انسانوں کے سردار اور تمام مخلوق سے اشرف اور حق تعالیٰ کا راستہ بتلانے والے ہیں ۔

شریعت کا وجود طریقت سے الگ اور طریقت کا وجود شریعت سے الگ نہیں ہوسکتا

تم ایسا مت کہو جیسا بعض جاہل صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہلِ باطن ہیں اور وہ اہلِ ظاہر ہیں (یہ بات غلط ہے کیونکہ) یہ دین (ظاہر و باطن دونوں کا) جامع ہے، اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف ہے (یعنی اس کا محافظ ہے) اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کہاں چھپتا، اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کا وجود ہی نہ ہوسکتا، (کیونکہ) دل بغیر جسم کے موجود نہیں ہوسکتا، بلکہ اگر جسم نہ ہو تو دل خراب ہوجائے گا، اور دل بدن کا نور ہے۔ (اگر بدن میں دل نہ ہو تو وہ مردہ اور تاریک ہوگا۔ اس لئے ظاہر باطن کا محتاج ہے اور باطن ظاہر کا ۱۲)

یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علم باطن رکھا ہے، اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور پہلے علم (یعنی علم ظاہر) کی حقیقت عمل بالارکان وتصدیق بالجنان ہے (یعنی ظاہر بدن سے ارکان اسلام کو ادا کرنا اور دل سے توحید و رسالت و فرائض و عقائد کی تصدیق کرنا) اب بتلاؤ اگر تنہا تمہارا دل حسن نیت اور اندرونی طہارت سے آراستہ ہوگیا مگر (اس کے ساتھ) تم نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی زنا بھی کیا، سود بھی کھایا، شراب بھی پی، جھوٹ بھی بولا، لوگوں پر تکبر بھی کیا، سخت سست باتیں بھی کیں تو تمہاری نیت کے درست ہونے اور دل کے پاک ہونے سے کیا فائدہ ہوا؟ اور (اسی طرح) اگر تم نے اللہ کی عبادت کی بھی

اختیار کی، روزہ بھی رکھا، سچ بھی بولا (صدقہ بھی دیا) تواضع بھی اختیار کی، مگر تمہارے دل میں ریا اور فساد چھپا ہوا ہے (تم نے یہ کام اللہ کے واسطے نہیں کئے بلکہ مخلوق کو دکھلانے اور بزرگ بننے کے لئے کئے ہیں) تو اس عمل سے کیا نفع؟ (غرض نہ ظاہر بدون اصلاح باطن کے مفید ہے نہ باطن بدون اصلاح ظاہر کے[۱]) جب یہ بات تمہاری سمجھ میں آگئی کہ باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف (اور محافظ) ہے دونوں میں کچھ جدائی نہیں (بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ لگا ہوا ہے) کسی کو بھی دوسرے سے استغنا نہیں، تو اب تم یوں کہو کہ ہم اہلِ ظاہر ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل باطن بھی ہیں۔ جب تم یوں کہو گے کہ ہم ظاہر شریعت (پر چلنے) والے ہیں تو باطن اور حقیقت کو بھی تم نے (ساتھ ساتھ) ذکر کر دیا (کیونکہ) صوفیہ کی وہ باطنی حالت[۱] کونسی ہے جس کے حاصل کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا؟ اور وہ کونسی ظاہری حالت ہے جس کے باطن کو درست کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا؟

شریعت وطریقت میں تفریق کرنا بدعت اور گمراہی ہے

پس ظاہر و باطن میں جدائی اور تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے، علماء اور فقہاء کے حقوق سے بے پروائی نہ برتو کہ یہ جہل اور حماقت ہے۔

---

[۱] مقصود وہ باطنی حالت ہے جو طریقت میں مطلوب ہے یعنی مقامات مثل زہد و ورع خشیت و محبت و تسلیم و رضا و توکل و تواضع وغیرہ رہ گئے احوال و کیفیات سو وہ مطلوب نہیں نہ وہ کسی کے اختیار میں ہیں احوال و مواجید کسی صوفی کو حاصل ہوتے ہیں کسی کو نہیں ہوتے اور اہل طریق کا ان کے مطلوب نہ ہونے پر اتفاق ہے ۱۲ ظ

علماء کو نصیحت کہ حلاوت علم کے ساتھ تلخی عمل بھی چاہیئے۔

اور (اے علماء!) تم (بھی) ایسا نہ کرو کہ علم کی حلاوت (تو) لیلو اور عمل کی تلخی اور مشقت کو چھوڑ بیٹھو! کیونکہ یہ حلاوت بدون اس تلخی کے نافع نہیں ہے، اور اس تلخی کا ثمرہ ہمیشہ ہمیشہ کی حلاوت ہے۔ (یعنی جنت کی راحت جو کبھی ختم ہونے والی نہیں)

انا لانضیع اجر من احسن عملا نص قرآنی ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا ثواب ضائع نہیں کریں گے جس نے اچھی طرح عمل کیا اور اچھی طرح عمل کرنا یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ کیا جائے) یہ آیت تم کو بتلاتی ہے کہ اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا (جب کہ ان میں اخلاص ہو) اور اخلاص یہ ہے کہ عمل (خالص) اللہ کے لئے ہو، نہ دنیا کے لئے ہو نہ آخرت کے لئے) اور اس کے ساتھ ہر حالت میں ہر عمل میں ہر بات میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن بھی ہو، اللہ پہ ایمان رکھتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے (عمل میں کوشش کرو اور اللہ سے امید رکھو کہ جب وہ راضی ہوں گے تو تم کو بھی پوری طرح راضی کردیں گے اب بتلاؤ کہ عمل اور اخلاص کی ضرورت ہے یا نہیں یقیناً ضرورت ہے جس کا انکار کوئی عالم نہیں کرسکتا۔ پھر تم صوفیہ سے الگ کیونکر ہوسکتے ہو اور ان کے طریقہ کو شریعت سے جدا کس لئے سمجھتے ہو وہ بھی تو صرف یہی کہتے ہیں کہ عمل میں کوشش کرنا اور اخلاص کامل حاصل کرنا ضروری ہے جس قدر ریاضات ومجاہدات و اذکار واشغال صوفیہ کرتے ہیں سب سے عمل کی تکمیل اور اخلاص کی تحصیل ہی تو مقصود ہے اور کچھ نہیں اس لئے نہ علماء صوفیہ سے الگ ہوسکتے ہیں نہ صوفیہ علماء سے ۱۲)

صوفیہ کو نصیحت، کہ مشائخ کے اقوال یاد کرنے سے پہلے علمائے کے اقوال یاد کرو۔

بزرگو! تم یہ کیا کہتے ہو کہ، حارثؒ نے یہ کہا ابو یزید (بسطامیؒ) نے یہ کہا (ابن منصور) حلاج نے یہ کہا، یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ ان باتوں سے پہلے یہ کہو کہ امام شافعیؒ نے یوں فرمایا، امام مالک نے یوں فرمایا، امام احمدؒ نے یہ فرمایا امام (ابو حنیفہؒ) نعمان نے یہ فرمایا، حارثؒ اور ابو یزیدؒ کا قول نہ تم کو گھٹا سکتا ہے نہ بڑھا سکتا ہے کیونکہ وہ محض اسرار واحوال و مواجید و کیفیات ہیں جو ہر شخص کو جدا جدا پیش آتی ہیں۔ ان کے حاصل کرنے میں کسی کے ارادہ و اختیار کو دخل نہیں، اور امام شافعی و امام مالک (وغیرہ ائمہ شریعت) کے اقوال کامیاب طریقے (بتلاتے) اور نزدیک (رکے) راستہ (سے لے جاتے) ہیں (پہلے) علم و عمل سے شریعت کے ستونوں کو مضبوط کرلو، اس کے بعد علم و عمل کی باریکیوں اور اسرار (معلوم کرنے کے لئے) ہمت بلند کرنا! علم کی ایک مجلس ستر برس کی عبادت سے افضل ہے، مراد وہ نفل عبادات ہیں جو فرائض سے زائد ہوں اور بغیر علم کے ادا کی جائیں

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون ام هل تستوي الظلمات والنور

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں، کیا اندھیری اور روشنی برابر ہے، ظاہر ہے کہ برابر نہیں اسی طرح عالم اور جاہل کو سمجھو)

علماء کا دامن پکڑنے کی تاکید

مشائخ طریقت اور میدان حقیقت کے شہسوارو! تم سے کہتے ہیں کہ علماء کا دامن پکڑلو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو اللہ تعالیٰ

جس کی بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ یعنی علم فقہ عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور علم ضروری کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور اگر کسی جاہل کو ولی بناتے ہیں تو اس کو عالم بنادیتے ہیں، ولی دین کے فقہ سے جاہل نہیں ہوسکتا بلکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نماز کس طرح پڑھنا چاہیے، روزہ کس طرح رکھنا چاہیے، زکوٰۃ کس طرح دینا چاہیئے، حج کس طرح کرنا چاہیئے، وہ اللہ کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریقہ پختہ کرلیتا ہے ایسا شخص اگر ان پڑھ بھی ہو جب بھی عالم ہے (کیونکہ علم کتابیں پڑھنے پر موقوف نہیں بلکہ علماء سے پوچھ پوچھ کر بھی حاصل ہوسکتا ہے) ایسے شخص کو جاہل وہی کہے گا جو علم مطلوب سے جاہل ہو (جیسا بہت لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ عالم وہ ہے جو درسیات پڑھ چکا ہو حالانکہ علم بدیع، اور علم بیان اور علم ادب جس کا شعراء کو اہتمام ہوتا ہے، اور منطق و مناظرہ کا نام علم نہیں، (بلکہ مختصر علم تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن سے منع فرمایا ہے ان کو جان لے، اور پورا جامع علم یہ ہے کہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ حاصل کرلے، رہ گئے وہ فنون جو الفاظ کے متعلق ہیں (جیسے نحو و صرف و ادب و بلاغت و معانی و بیان وغیرہ) اور وہ قواعد جو نظر و فکر کے متعلق بعض لوگوں نے بنائے اور ان کا نام بھی علم رکھدیا ہے (جیسے منطق و مناظرہ وغیرہ) تو یہ علوم اس قول کے تحت میں داخل ہیں۔ العلم بالشئ ولا الجہل بہ کہ بعض چیزوں کو جان لینا اچھا ہے اور سے ناواقف نہ رہنا چاہیئے (یہ علوم مقصود نہیں اگر کوئی جان لے اچھا ہے ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔)

علم وحدت اور فلسفہ کی مذمت

(اور) علم وحدت[ل] اور علم فلسفہ سے اور جوان کے مشابہ ہیں اپنے کانوں کو بہرہ بنالو، کیونکہ یہ علوم (تمہارے) قدم کو پھسلا کر جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں ، اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو (ان سے) بچائے رکھے، ظاہر پر، رہو ظاہر پر، اے اللہ ہم ایسا ایمان چاہتے ہیں جیسا بوڑھی عورتوں کا ایمان ہوتا ہے (کہ وہ بالکل ظاہر پر چلتی ہیں اور شریعت کی کسی بات میں ان کو شک وشبہ نہیں ہوتا) قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ کہدو اللہ (نے کتاب نازل کی) پھر ان (منکروں) کو ان کی بیہودگی میں مشغول رہنے دو (ان کی باتوں کی پرواہ نہ کرو)

صحبت علماء کی تاکید اگرچہ بے عمل ہوں

علماء سے میل ملاپ[ل] قطع نہ کرو، ان کی مجالس میں بیٹھا کرو،

ل علم وحدت سے مراد علم وحدت الوجود ہے جو شیخ ابن عربی اور منصور حلاج کی طرف منسوب ہے اور یہ دراصل علوم نہیں بلکہ ان حضرات کے حالات ومواجید ہیں جوان پر وارد ہوئے بعض لوگوں نے ان کو بھی مثل فقہ وتصوف کے پڑھنا پڑھانا شروع کر دیا اور سمجھے خاک نہیں کیونکہ حالات ومواجید پڑھنے پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آسکتے بلکہ وہ تو جس پر وارد ہوتے ہیں وہی سمجھ سکتا ہے ۔ ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی ۔ اس لئے حضرت شیخ اس کے پڑھنے پڑھانے سے منع فرماتے ہیں ۱۲ ل صوفیہ محققین کا طرز تو یہ ہے جو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا کہ علم وعلماء کے احترام کی اور ان سے استفادہ کی کس قدر تاکید فرما رہے ہیں اب جو صوفی اپنے مریدوں کو علماء سے روکتا ہے سمجھ جاؤ وہ دوکاندار ہے اس کو اندیشہ ہے کہ میرے مرید علماء سے ملیں گے تو ان کو میری حقیقت معلوم ہو جائے گی قلعی کھل جائے گی، کیونکہ قاعدہ ہے کہ علماء سے ملنے والا کسی دھوکہ باز کے دھوکہ میں نہیں آسکتا اس کو علمی باتوں کے سننے سے حق وباطل کی پہچان ہو جاتی ہے اس لئے علماء کی صحبت سے سچا صوفی کبھی منع نہ کرے گا بلکہ ترغیب و تاکید کرے گا اور دوکاندار جھوٹا مکار ضرور اپنے مریدوں کو علماء اور مولویوں سے دور رہنے کی وصیت کرے گا خوب سمجھ لو جس کا سونا کھرا ہوتا ہے وہ ہر جگہ اس کو دکھا سکتا پرکھا سکتا ہے جس کے پاس کھوٹ ملا ہوا سونا ہے وہ اس کی کوشش کرتا ہے کہ خریدار اس کو نہ کسوٹی پر لگائے نہ آگ میں تپائے ۱۲ ظ

(ان کی باتیں سنا کرو) ان سے علم حاصل کرو (اور) یہ مت کہو کہ فلاں (عالم) تو بےعمل ہے، ہم اس سے کیونکر لیں اس کی باتیں کس طرح سنیں، تم اس سے علم کی باتیں لے لو، اور خود ان پر عمل کرو اس کو اور اس کے عمل کو اللہ کے حوالہ کرو۔

حضرات اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کام کی بات (ہر جگہ سے) لے لیتے ہیں، کچھ پروا نہیں کرتے خواہ کسی کی زبان سے نکلی ہو، یا کسی پتھر پر لکھی ہوئی ہو یا کسی کافر کے ذریعہ سے پہنچی ہو، وہ تو آسمان و زمین میں بھی غور و فکر کرتے رہتے (اور ہر چیز سے کام کی بات لے لیتے اور حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کرتے رہتے ہیں اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کارخانۂ (عالم) کو فضول پیدا نہیں فرمایا) بلکہ واقعی ہر چیز حکمت سے بھری ہوئی ہے)

اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کی صحبت کی تاکید

اولیاء مخلوق کے واسطے پل ہیں، جن کو توفیق ہوتی ہے وہ ان کے اوپر کو گذر کر اللہ تک پہنچ جاتے ہیں، یہ لوگ عمل کرنے والے ہیں، اخلاص والے ہیں (دنیا سے پاک صاف) خالص ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لئے خاص کر لیا اور اپنے دربار میں مقرب بنا لیا ہے ان کے دلوں پر غیر اللہ کا حجاب ایک لمحہ کو بھی نہیں آتا، انھوں نے درمیانی چیزوں کو بیچ سے نکال دیا ہے اور اسرار (الٰہی) پر اخفاء کے پردے ڈال دیئے ہیں (کہ نااہلوں کے سامنے ان کو بیان نہیں کرتے) رات کو عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، بعض پر فکر غالب ہے، کسی پر ذکر غالب ہے۔ اور کسی نے تمام متفرقات کو جمع کر لیا ہے (کہ ذکر بھی کرتے ہیں فکر بھی کرتے ہیں عبادات نافلہ کی کثرت بھی کرتے ہیں ؎ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است ۱۲) یہ ایسے مرد ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید و فروخت

اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی ،

میں تم کو سختی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے (فرائض و) واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد ان کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ ان کی صحبت، بڑا مجرب تریاق ہے (جس سے دل کی تمام بیماریاں جاتی رہتی ہیں) دین کی چوٹی ان ہی کے پاس ہے صدق (سچائی ۱۲) وصفا (صفائی ۱۲) ذوق (درد دل ۱۲) و وفا (وفاداری ۱۲) اور دنیا و آخرت سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا انہی کا کام ہے ۔ اور یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلسیں جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں یہ تو صرف[1] شیخ (کامل) عارف کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں، جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو کہ اپنی باتوں سے راستہ بتلائے اور حال سے ہمت کو بڑھائے ۔

شیخ کا حال کامل ہو یا ناقص اس کے مریدوں میں ظاہر ہو کر رہتا ہے

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے، پس ان کے طریقہ کا اتباع کرو شیخ کی حالت کمال ہو یا نقصان اس کے متبعین[2] اور مریدوں میں ظاہر ہو کر رہتی ہے اور پشتوں تک سلسلہ بسلسلہ ظاہر ہوتی رہتی ہے ۔ اب اگر شیخ میں کوئی حالت کمال ہے تو اس سے کامل کا حال بلند ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال ترقی پکڑ جاتا ہے، اور اگر نقصان کی حالت ہے تو اس سے کامل کا حال ناقص ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال زائل ہو جاتا ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ (کسی)

---

[1] نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ زر سے پیدا ٭ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا۔ (اکبر حسین مرحوم)

[2] مراد وہ متبعین ہیں جو معتد بہ عرصہ تک شیخ کی صحبت میں رہے ہوں اور جو لوگ صرف مرید ہی ہوئے پھر شیخ کو صورت بھی نہیں دکھلائی ان میں شیخ کا اثر ظاہر نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ ۱۲ ظ

عنایت فرمائیں تو اس میں (شیخ کے ناقص) احوال کی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی، پس اپنے بعد کوئی ایسا نشان نہ چھوڑنا جس سے تمہارے متبعین میں جو کامل ہوں ان کا حال تو ناقص ہو جائے، اور ناقصوں کا حال زائل ہی ہو جائے (بلکہ ایسے آثار چھوڑ کر جاؤ جن سے کامل کو بلندی اور ناقص کو ترقی ہو، مرد وہ ہے جس کے آثار اس کے بعد بھی چمکتے رہیں، مردوں کا قول ہے ؎

ان آثارنا تدل علینا ۞ فانظروا بعدنا الی الاٰثار

ہمارے آثار تم کو ہمارا پتہ دیں گے ہمارے بعد تم ہمارے آثار میں نظر کرو

(صاحبو!) تم اپنے پیچھے ذلت وانکسار اور دعوے سے علیحدگی، اور بڑائی کے میدان سے باہر ہو جانے اور اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر ذلت ظاہر کرنے اور درویشوں اور علماء سے محبت کرنے، اور اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے تقدیر کی موافقت کرنے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا نشان چھوڑ جاؤ۔

حالات ومواجید سے دھوکہ نہ کھانے اور عبدیت اختیار کرنے کی تاکید

خبردار! وقت سے دھوکہ[1] نہ کھانا، کیونکہ یہ عارف کے نزدیک کوئی چیز نہیں، ہاں اگر اس کو طاعت کے سوا کسی کام میں صرف نہ کرے، اور اس سے ایسی حالت حاصل ہو جو دل کو ٹھنڈا (مطمئن) کر دے، (تو البتہ یہ نعمت ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے مگر دھوکہ نہ کھائے ناز نہ کرے کیونکہ اول تو رات دن میں

---

[1] یعنی کسی کا وقت اچھی حالت میں گذر رہا ہو اور حالت موجودہ بنی ہوئی ہو تو اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ کیونکہ آئندہ کی کیا خبر ہے کیا ہونے والا ہے ؎ غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را ۞ در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش ۞ ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند ۱۲ ظ

ایسا وقت بہت کم ملتا ہے جس سے دل ٹھنڈا ہو زیادہ حصہ وقت کا لذات نفس میں گذر جاتا ہے پھر اس کا کیا بھروسہ ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی وقت رہیگا) ہاں جس نے اچھا طریقہ رائج کیا اس کو خود اپنے عمل کا اور ان لوگوں کے عمل کا جو قیامت تک اس کی پیروی کرتے رہیں ثواب ملتا رہے گا، (پس اس کی کوشش کرو کہ اپنے بعد کوئی ایسا نشان[له] چھوڑ جاؤ جس پر لوگ چلیں تو قیامت تک ثواب ملتا رہے) اور جس شخص نے کوئی بُرا طریقہ رائج کیا اس کو خود اپنے عمل کا اور ان لوگوں کے عمل کا جو قیامت تک اس کی پیروی کریں گے، گناہ ہوتا رہیگا (پس ایسا بُرا نشان اپنے بعد چھوڑنے سے بچتے رہو عبدیت و انکسار اختیار کرو کہ اسکا نشان مٹ نہیں سکتا امارت و سلطنت اور عالیشان عمارتوں کو پائدار نشان نہ سمجھو کیونکہ یہ چند روزہ سامان ہے پھر اس کا پتہ بھی نہ رہے گا دیکھو!) حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوم میں سے کسی کا نشان بھی باقی نہ رہا ان کی سلطنت بھی مٹ گئی، اور شریعت بھی منسوخ ہو گئی۔ اور ہمارے نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو زوال نہیں، آپ کی شریعت اللہ کے حکم سے کبھی منسوخ نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتے سلیمان[۲] علیہ السلام کے وصف (سلطنت) کا

له اے اللہ میرے پاس کوئی ایسا عمل تو ہے نہیں جو میرے بعد بطور نشان کے رہے آپ اپنی رحمت و فضل سے مجھے ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب مبارک کے ترجمہ کو قبول فرما کر میرے بعد کے لئے عمدہ نشان بنا دیجئے کہ میرے اہل و عیال و اولاد و احباب و اصحاب و برادران اسلام اس پر متوجہ ہوں جو میرے لئے آپ کے اور آپ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخروئی کا سبب ہو آمین آمین ۱۲ ظ [۲] حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقامات میں واحوال میں تفصیلی گفتگو کرنا مناسب نہیں اہل اسلام کو اس زمانہ کے مجدد کی دل و جان سے قدر کرنی چاہیے جس نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقامات واحوال میں تفصیلی گفتگو کرنے سے اپنے متعدد مواعظ میں سختی کے ساتھ روکا ہے (بقیہ صفحہ آئندہ)

مقابلہ ملکِ دیّان (اللہ تعالیٰ) کے وصف سے ہوا تو اس نے سلیمان علیہ السلام کے وصف کو مٹا دیا (کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سلطنت کی شان یہ ہے) لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار (آج کس کی بادشاہت ہے؟ کسی کی بھی نہیں صرف اللہ واحد قہار کی بادشاہت ہے) اور ہمارے نبی (کریم) صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبدیت تھی[لہ] (اس کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت سے نہیں ہوا تو آپ کی صفت کو زوال نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت نے اس کی مدد کی تو آپ کا ذکر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہا آپ کی شان بلند ہوگئی اور آپ کو یہ امتیاز خاص حاصل ہوا) واللہ یعصمک من الناس کہ خدا آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ (یعنی آپ کو بھی اور آپ کے کمالات واوصاف کو بھی پس کسی کی مجال نہیں کہ آپ کے کمالات کو مٹا سکے۔) تم دیکھتے ہو کہ سلاطین اور ان کے خاندان۔ ان کے حذم حشم ہٹ جاتے ان کے قوانین ورسوم بدل جاتے ہیں۔ مگر رعیت اپنے حال پر رہتی ہے (اس کا سبب یہی ہے کہ) سلاطین سے اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت نے مقابلہ کیا کیونکہ وہ لوگ اپنے کو مالک سمجھتے تھے اس لئے مٹ گئے اور رعیت نے اپنے کو غلام ومحکوم سمجھا تو صفت جاذبیت نے ان کی حفاظت کی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹) کیونکہ یہ میدان بہت نازک ہے جس پر انبیاء علیہم السلام کی عظمت منکشف ہوچکی ہے وہ اس پر جرأت نہیں کرسکتا اور غایت ادب کی وجہ سے صرف اجمالی گفتگو پر کفایت کرتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور مرسلین سے افضل ہیں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مواعظ میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے ۱۲ ط باقی شیخ رحمۃ اللہ کا یہ کلام جوش میں ہے جس میں معذور ہیں نہ ماذور ہیں نہ ماجور ہیں ۱۲ اشرف علی

لہ یعنی آپ کی خاص صفت جس کا آپ میں غلبہ تھا عبدیت تھی اور یہ صفت تمام انبیاء علیہم السلام میں موجود تھی مگر غلبہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادہ تھا سلیمان علیہ السلام میں بھی یہ صفت موجود تھی کیونکہ بدون عبدیت کے ولایت نبوت حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں نعم العبد انہ اواب ۱۲ ط

مرید شیخ کی حالت کا آئینہ ہے

سیدی شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیخ کی حالت کا آئینہ اس کے متبعین ہیں ان میں شیخ کے حال کا کچھ نہ کچھ اثر ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا بھی حال ہو البتہ اگر مرید کو کوئی غیبی حال خاص طور سے عطا ہوا ہو جو شیخ کے حال پر غالب ہو تو اور بات ہے (اس صورت میں مرید کے اندر شیخ کا حال ظاہر نہ ہوگا) اور ممکن ہے بعض دفعہ مرید شیخ کے درجہ سے بڑھ جائے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو وہ چاہتے ہیں عطا فرما دیتے ہیں (مگر یہ نادر صورت ہے عام حالت وہی ہے کہ مریدین میں شیخ کا حال ظاہر ہو کر رہتا ہے چنانچہ منصور) حلاج کے لوگوں میں تم وحدت الوجود پر گفتگو کرنے کا شوق پاؤ گے اور ابویزید (بسطامی) کے مریدوں میں اشاراتیں[1] اور رقت آمیز باتیں بیان کرنے کی خواہش پاؤ گے۔ جنید رضی اللہ عنہ کے مریدوں میں زبان طریقت اور زبان شریعت دونوں کے جمع کرنے کی خواہش پاؤ گے۔ سلما یا ذی کے مریدوں میں (دنیا کے) بلند درجوں کی پسندیدگی[2] پاؤ گے کیونکہ وہ ظاہر میں بھی) بڑے درجہ پر تھے اور سیدی شیخ ابوالفضل کے مریدوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانے، اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اور مخلوق کے آگے ذلیل بننے کی خواہش پاؤ گے؟

کبھی بعض لوگوں میں یہ قاعدہ ٹوٹ بھی جاتا ہے مگر یہ کسی خصوصیت کی وجہ سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں مخصوص کر دیتے ہیں معروف کرخی، اور داود طائی اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اور ان صوفیہ نے جو ان حضرات کی صحبت سے فیض پانے والے ہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستوں کا

---

[1] ترجمۃ الاغاض جمع غمض خلاف الواضح من الکلام اھ من القاموس ۱۲ اشرف

[2] گو دینی ہی مصلحت کے لئے ہو ۱۲ اشرف

خلاصہ دو لفظوں میں بیان کیا ہے۔

طریقت کا خلاصہ دو لفظوں میں

(۱) شریعت پر مضبوطی کے ساتھ چلنا۔
(۲) صرف اللہ وحدہ کا طالب بننا (یعنی اللہ کے سوا تمام چیزوں کی طلب دل سے نکال دینا)

عزیزمن! یہ شریعت تیرے سامنے ہے، دیکھ لے تیرے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات کس طرح رہتے تھے، کیونکر باتیں کرتے تھے، اور لوگوں سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد کن اخلاق سے پیش آتے تھے، پھر تو بھی آپ جیسے عمل کر، آپ کی طرح باتیں کر، آپ کے اخلاق (حمیدہ کو) اختیار کر، اگر تو نہیں جانتا تو علماء سے پوچھ لے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرو۔

صوفیہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان کرتے ہیں مگر اپنے کو کسی سے افضل نہیں سمجھتے

صوفیہ کرام منعم حقیقی اللہ تعالیٰ، کی نعمتوں کا اقرار کرنے، اور ان کا شکر ادا کرنے، اور لوگوں کو عمل کی ترغیب دینے کے لئے (ان نعمتوں کو (جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کی ہیں) بیان کیا کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو بھی یہ برکت حاصل ہو جائے (اگر وہ ان کی طرح اعمال و مجاہدات کریں کیونکہ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ط جن لوگوں نے ہمارے واسطے مشقت اٹھائی ہے ہم ان کو اپنے راستے ضرور بتلادیں گے، (بہرحال ان وجوہ سے صوفیہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بیان تو کرتے ہیں مگر) نعمت کا بیان کرنے والا بس یوں کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں بات کی خبر دی، اور فلاں علم عطا فرمایا، اور مجھے اس قسم کی خیر و برکت سے نوازا ہے، یوں کبھی نہ کہے گا کہ میں تم سے اچھا ہوں، بزرگ ہوں، اشرف ہوں،

یہ دعوے کی باتیں ہیں، جو رعونت سے پیدا ہوتی ہیں، یہ باتیں احمق ہی کی زبان سے نکل سکتی ہیں، بھلا مجھے تم سے کس بات نے اچھا کر دیا؟ کس بات نے بزرگ اور بہتر بنا دیا؟ یہی نماز روزہ وغیرہ عبادات ہی تو ہیں (جو میں اور تم سب کرتے ہیں مجھ میں کونسی بات زیادہ ہے آگے جو کچھ ہے محض خدا کا فضل وانعام ہے جو اللہ کی مرضی پر ہے بندہ کا اس میں کچھ اختیار نہیں ۱۲) اللہ کے مخفی قہر سے بجز خسارہ پانے والوں کے اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا، (اس لئے عارفین اللہ کی نعمتیں بیان کرتے ہوئے اس سے بہت ڈرتے ہیں کہ یہ نعمتیں تکبر وغرور میں مبتلا نہ کردیں کہ اس صورت میں وہ قہر بصورت لطف کے مصداق ہوں گے ۱۲) اگر اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد اشکرولی ولا تکفرون۔ (میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو) نہ ہوتا تو عقلمند آدمی تو اپنا منہ سوئی سے سی لیتا (اور کبھی کسی نعمت کا ذکر نہ کرتا، مگر شکر نعمت واجب ہے اور شکر کا طریقہ نعمت کو بیان کرنا ہے اس لئے مجبوراً بیان کرتا ہے اور عجب وکبر سے اپنے آپ کو بچاتا رہتا ہے وہ نعمت کو بیان کرتے ہوئے بھی اپنے کو کسی سے افضل نہیں سمجھتا ۱۲)

فخر کی مذمت اور عبدیت کی تعریف

عزیز من! تم اپنے باپ پر فخر کرتے ہو کہ وہ بڑا عالم یا درویش تھا سو آدم علیہ السلام سب سے پہلے برگزیدہ (نبی) کی اکثر اولاد اسی طرح بہت سے انبیاء ومرسلین کی اولاد کافر ہو گئی (ان کے لئے آدم علیہ السلام یا اور کسی نبی کی اولاد میں ہونا کچھ بھی باعث فخر نہ ہوا، اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ تیرا باپ لائق ہو تو تو بھی لائق ہو، ممکن ہے وہ لائق ہو اور تو نالائق ہو، تو اپنے علم پر فخر کرتا ہے، سو ابلیس نے علم کی ہر گتھی کو سلجھا لیا، اور دنیا کے تمام

صحیفوں (اور کتابوں) کو پڑھا اور حل کرلیا، (مگر تنہا علم سے اس کو کچھ نفع نہ ہوا) تو اپنے مال پر فخر کرتا ہے، سو قارون کو اس کے مال ہی نے تباہ کیا، تو اپنی بادشاہت پر فخر کرتا ہے، مگر فرعون کو اس کی بادشاہت اللہ کے عذاب سے ذرا نہ بچا سکی (عزیز من! ان چیزوں پر فخر کرنا چھوڑ دے اور ذلت و عاجزی اختیار کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر) ابراہیم علیہ السلام نے سب سے یکسو ہوکر اللہ کی طرف رجوع کیا تو وہ ہلاک نہیں ہوئے، موسیٰ علیہ السلام نے جب پروردگار کے سامنے اپنی ذلت کا بستر بچھا دیا تو وہ ذلیل نہیں ہوئے، یونس علیہ السلام نے جب سچی التجا سے لا الٰہ الا انت سبحانک (آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں میں ہی خطاوار تھا) کہا تو ان کی شان میں ذرہ برابر کمی نہ آئی جب یوسف علیہ السلام نے اپنے کو تقدیر الٰہی کے حوالہ کردیا اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو وہ ناکام نہیں ہوئے نبی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ رسولوں کا یہی طریقہ ہے، صدیقین اور صلحاء کا یہی طرز ہے، (یہ حضرات فخر و تکبر سے پاک ہوتے ہیں، تواضع اور خاکساری ان کا شعار ہے) اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، (پس جو انبیاء و مرسلین اور صدیقین و صالحین کے طریقہ پر چلے گا وہ کبھی ناکام نہ ہوگا)

طالبین حق کو تنبیہ

عزیز من! تو کہاں ہے، کس جنگل میں گھوم رہا ہے تو اپنے وہم کے جنگل میں چرتا اور قطع تعلق کے میدان میں پھرتا ہے، اللہ۔ اللہ خدا تجھ پر رحم کرے مجھے تجھ پر ترس آتا ہے بخدا مجھے تجھ پر اندیشہ ہے کہ تو (اللہ تعالیٰ سے) منقطع ہوجائے گا۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو رخدا کی توجہ و عنایت سے محروم ہوجائے گا۔

ترک اسباب کی ضرورت نہیں غفلت اور گناہوں سے بچو

عزیز من! اگر تو (اللہ تعالیٰ سے) الگ ہو جائے اور خود وصل کے گمان میں رہے اپنے کو عالم سمجھتا رہے، حالانکہ (درحقیقت) تو ایک قسم کے جہل میں مبتلا ہے، تو مجھ پر ناراض نہ ہونا کیونکہ تم سے معاملہ فوت ہو گیا، (جس پر وصل کا مدار ہے) اور قوم تجھ سے آگے بڑھ گئی اور تیرے اوپر سر سے پیر تک ملامت چھا گئی ہے، (کیونکہ تو نے کامیابی کا راستہ اختیار نہیں کیا)

میں یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت، وصنعت (وحرفت) وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہو جاؤ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت اور (ارتکاب) حرام سے بچتے رہو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو! اچھے کپڑے نہ پہنو! بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ خدا کو بھول جاؤ کپڑے (قیمتی) پہنکر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اتراؤ، نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ اس طرح زینت وآرائش کا اظہار نہ کرو کہ فقراء کے دل ٹوٹ جائیں، مجھے اندیشہ ہے کہ (ایسی زینت سے) تمہارے دلوں میں عجب اور غفلت پیوستہ ہو جائے گی، میں تو یہ کہتا ہوں کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو کہ یہ زینت مطلوب ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔ کہدیجئے کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور کس نے پاکیزہ روزیوں کو حرام کیا؟ مگر میں اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی پاک وصاف رکھو، کیونکہ یہ کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کپڑوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں، ہمارے سردار (نبی کریم) علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے

ایسا ہی یا اس کے قریب قریب فرمایا ہے۔

سب مل کر شیطان کا مقابلہ کرو

ایک دوسرے کے ساتھ مل کر شیطان سے جنگ کرو کوئی نصیحت سے، کوئی اخلاق کے ذریعہ سے کوئی اپنے حال سے کوئی اپنے کلام سے (شیطان کی طاقت کو توڑتا رہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وتعاونوا علے البر والتقوی ولا تعاونوا علے الاثم والعدوان باہم ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ میں اور گناہ و ظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو (اور نیکی میں) ایک دوسرے کی مدد یہی ہے کہ جس سے جتنا نیک کام ہو سکے بجالائے پھر سب کے سب خود ہی فساق و کفار کے مقابلہ میں منظم ہو جائیں گے) نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کا نھم بنیان مرصوص اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اس طرح صف بندی کر کے اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہو یعنی وہ شیطان سے بھی لڑتے ہیں، نفس (امارہ) سے بھی لڑتے ہیں، اور خدا کے دشمنوں (کافروں) سے بھی لڑتے ہیں، شیطان سے اس واسطے لڑتے ہیں کہ ان کو خدا سے الگ نہ کردے، نفس (امارہ) سے اس لئے لڑتے ہیں تاکہ اللہ کا بول بالا رہے۔ اور اللہ تک پہنچانے والا علم (دنیا کے ہر گوشہ میں) پھیل جائے یہی ہے اللہ کی جماعت۔ اور سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔

مقاصد شریعت کے حقائق کا بیان اور ان کی تحصیل کی تاکید

شان علم کی ایسی تعظیم کرو کہ اس کے واجبی حقوق ادا ہوتے رہیں، اور علم نام ہے حقائق اشیاء دریافت کرنے کا، شریعت اور عقل کے ذریعہ سے ایمان کا حق ادا کرو اور اس کی حقیقت زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین کرنا ہے، احکام اسلام کی

پابندی کرو، اور اسلام نام ہے شریعت کی پیروی اور (تقاضائے) طبیعت سے بے رخی کرنے کا، سچی معرفت حاصل کرو، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰے کو وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانو! (یعنی اس کی ذات کو بھی واحد جانو! صفات کو بھی یکتا و بے نظیر پہچانو! اور مطلوب و مقصود بھی صرف اسی کو بناؤ فاعل حقیقی بھی صرف اُسی کو سمجھو ۱۲) نیت کو پاک کرو، جس کی حقیقت دل میں کسی بات کا آنا ہے، اس پر اللہ تعالٰے کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔

ادب کو پختہ (اور کامل) کرو جس کی حقیقت ہر چیز کو اس کے موقع میں رکھنا ہے، وعظ میں اختصار کی رعایت رکھو اور وعظ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا نصیحت پوری طرح کرو جس کی حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا ہے، محبت میں سچائی پیدا کرو، اور محبت نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا، دعا میں ادب کی پوری رعایت کرو جس کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ (جناب باری تعالیٰ) میں پیش کرنا،

تصوّف کی حقیقت ترک اختیار ہے

تصوف کے مینار کو بلند کرو اور تصوف نام ہے ترک اختیار کا، (کہ بندہ اپنی تجویز و ارادہ کو رضائے حق میں فنا کر دے)

عبودیت (غلامی) کے راستہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو، جس کی حقیقت ہے دنیا کو چھوڑ دینا دعویٰ نہ کرنا، مشقت برداشت کرنا، مولیٰ سے محبت کرنا، قرب کے راستہ کو سنوارتے رہو جس کی حقیقت اللہ کے سوا[1] ہر چیز سے الگ ہو جانا ہے صدق سے پوری طرح آراستہ ہو جاؤ جس کی حقیقت ظاہر

---

[1] قال السعدی رحمہ تعلق حجاب است و بے حاصلی ٭ چو پیوند ہا بگسلی واصلی ٭ تو در وگم شد وصال این و بس گم شدن گم کن کمال این است و بس ۱۲ ظ بامر سیدہ حکیم الامۃ رح

و باطن کی باہم موافقت ہے، نعمت عافیت کی بڑی قدر کرو،
جس کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے، رزق بدون مشقت کے ملتا رہے، اور عمل (صالح) بدون ریا کے ہوتا رہے۔

استقامت کی حد پر ٹھہرے رہو۔ اور استقامت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے، حلال (روزی) تلاش کرو اور حلال وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

طاعت کے راستہ پر سیدھے جمے رہو اور طاعت یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال واحوال میں اللہ کی رضا طلب کرے، صبر کے دستہ کو پکڑے رہو، اور صبر یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھے، عزلت وخلوت (وگوشہ نشینی اور تنہائی) کو پاکیزہ بناؤ اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے، یعنی ان سے طمع نہ رکھے اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دے یعنی دل ان کے ساتھ مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔

ولی کی تعریف سُن لو ولی وہ ہے جس نے نفس و شیطان اور دنیا اور اپنی خواہش سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (تعالےٰ شانہ) کی طرف پھیر دیا، اور دنیا و آخرت (دونوں) سے بیرخی کر کے اللہ تعالےٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہیں ہوا، اور قانع وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور قدر ضرورت (سامان) پر کفایت کرے، (زیادہ کی ہوس نہ کرے)

اخلاق رذیلہ سے بچنے کی تاکید اور ہر ایک کی حقیقت کا بیان

میں تم کو چند اوصاف اور اخلاق سے ڈراتا ہوں، خبردار ان میں سے کسی کو اپنے اندر

جگہ نہ دینا کیونکہ یہ زہر قاتل ہیں۔ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی اور ان خصلتوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں جن میں سے (ایک) حسد ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔ اور (دوسرے) کبر ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے اور (تیسرے) جھوٹ ہے جس کی حقیقت، خلاف واقع بات گھڑنا اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا ہے جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو، اور (چوتھے) غیبت ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب (پیچھے) بیان کیا جائے جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے اور (پانچویں) حرص ہے جس کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے اور (چھٹے) غضب (غصہ) ہے جس کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادہ سے، اور (ساتویں) ریا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی[1] حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس (کے اعمال) کو دیکھ رہے ہیں، اور (آٹھویں) ظلم ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اس کی ہر خواہش میں (کہ جو دل میں آیا کر گذرا) چاہے اپنے کو یا کسی کو تکلیف پہنچے یا نقصان ۱۲)

خوف اور امید ساتھ ساتھ رکھنے کی تاکید

نیز میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہو، خوف (کی حقیقت) یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کرکے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور امید یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے) اچھے وعدے

---

[1] لفظ وهي الاستبشار برؤية الاغيار والاستبشار من باب الاستفعال ولا يخلو عن معنى الطلب غالباً ولا بد منه ههنا فان الفرح الطبعي برؤية الاغيار ليس من الرياء فان الطبعيات لا تدخل تحت الاختيار ولا يكلف الله نفساً الا وسعها وهذا من تحقيقات مجدد وهذا العصر حكيم الامة دام مجدهم وعلاه ۱۲ ظ

(کو یاد کرنے) سے دل میں سکون (و راحت) پیدا ہو، ریاضت کے ذریعہ روح کی صفائی کا ہمیشہ خیال رکھو اور ریاضت کی (حقیقت یہ ہے کہ حالت مذمومہ (بری عادت وخصلت) کو حالت محمودہ (اچھی عادت وخصلت سے بدلا جائے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکید

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو (اچھے کاموں کا حکم کرنا برے کاموں سے روکنا) اپنا شعار بناؤ ان الدین عند اللہ الاسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین جو کچھ ہے اسلام ہی ہے (اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا شعار ہے) جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے، کتاب اللہ کا خلیفہ ہے، صادق مصدوق (سچے پیغمبر) علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو ایسا ہی بتلایا ہے، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ بہترین جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اور جس نے فاسقوں سے عداوت کی، اللہ کے لئے (نافرمانوں پر) غصہ کیا، اللہ کے لئے جہاد کیا، اور اسلام کے سوا کسی دین کا طالب نہ ہوا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیں گے، ناقلان حدیث نے اللہ ان سے راضی ہو، برے کاموں سے روکنے میں سستی کرنے والے اور برے کاموں میں مبتلا ہونے والے کی مثال یوں بیان کی ہے جیسے ایک جماعت کشتی میں سوار ہو کچھ آدمی اوپر (کے درجہ میں) ہوں کچھ نیچے (کے درجہ میں) پھر ایک شخص کلہاڑی ہاتھ میں لے کر کشتی کے نیچے کا تختہ توڑنے لگا لوگ اس کے پاس آئے کہ یہ کیا کر رہے ہو، کہا مجھے پانی کی ضرورت ہے، اب اگر کشتی والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور (تختہ توڑنے سے) روک دیا تو اس کو بھی (ہلاکت سے) بچالیں گے اور اپنے کو بھی، اور اگر اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کریں گے اور اپنے کو بھی، حدیث میں آیا ہے،

ما من قوم عملوا بالمعاصی وفیھم من یقدر ان ینکر علیھم فلم یفعل الا وشک ان یعمھم اللہ بعذاب من عندہ جو قوم معاصیت میں بتلا ہو، اور اس میں ایسے لوگ بھی ہوں جو گناہ کرنے والوں پر انکار کر سکیں، (یعنی ان کو روک سکیں یا برا بھلا کہہ سکیں) پھر بھی انھوں نے ایسا نہ کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا عذاب اپنی طرف سے بھیجیں جو سب کو گھیرے گا، سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے ہمسایوں کا محبوب ہو، اور دوست احباب اس کی تعریف کرتے ہوں، سمجھ لو کہ وہ مداہن ہے (یعنی برے کاموں سے روکنے میں سستی کرتا ہے) بیشک (سچ فرمایا) جو شخص برا کام دیکھ کر انکار نہ کرے، خاموش ہو جائے وہ بھی اس میں شریک ہے، غیبت سننے والا غیبت کرنے والے کا ساجھی ہے، غرض یہ قاعدہ ان تمام گناہوں میں جاری ہے جو شریعت نے بتلائے ہیں، سن لو جو شخص لوگوں سے ملے گا اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اگرچہ خود متقی کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ دوسروں کے گناہ پر سکوت کرے گا تو یہ بھی ان کا شریک ہو جائے گا،) البتہ جو شخص مداہنت نہ کرے (روک ٹوک میں سستی نہ کرے) اور اللہ کو راضی کرنے میں کسی کے برا بھلا کہنے کی پروا نہ کرے، اور روک ٹوک میں لگا رہے، (وہ لوگوں کے ساتھ میل جول کر کے بھی گناہوں سے بچ سکتا ہے ")

احتساب کے اصول و شرائط

احتساب شرعی (یعنی برے کاموں پر روک ٹوک کرنے) کی بنیاد دو چیزیں ہیں، ایک ہوشیاری، دوسرے نرمی کہ بہت نرمی کے ساتھ نصیحت کرنا شروع کرے سختی سے کام نہ لے، نہ بڑا بننے کا ڈھنگ اختیار کرے، کیونکہ اس سے (مخاطب کے) نفس کا جوش بڑھتا ہے، اور گنہگار آدمی ناصح کی بات کو توڑنے اور اسے ایذا پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے، اور جب ناصح بدزبان کج خلق ہوگا تو وہ

اپنی حماقت کی وجہ سے مخاطب کی کاٹ توڑ اور مدافعت نہ کر سکے گا، (کیونکہ غصہ نہ کرنے والا کبھی مناظرہ میں کامیاب نہیں ہوتا اس کی زبان سے بجز سخت الفاظ کے کوئی معقول بات نکلتی ہی نہیں وہ اپنے نفس کے لئے غصہ کرے گا، اللہ عزوجل کے لئے گنا ہوں پر انکار نہ کرے گا، وہ تو مخاطب سے اپنے غصہ کی بھڑاس نکالنے میں رہے گا (اصلاح کا قصد نہ کرے گا) اس لئے (امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے اس کو ثواب تو کیا ملتا الٹا) گنہگار ہو جائے گا۔ حدیث[1] میں آیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے مگر وہ شخص جو نرمی کرنے والا ہو حکم کرنے میں بھی، اور روکنے میں بھی حکمت والا ہو امر کرنے میں بھی منع کرنے میں بھی ہم کو معلوم ہوا ہے کہ ایک واعظ نے (خلیفۂ وقت) مامون عباسی رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کی اور سخت الفاظ سے نصیحت کی کہ اس کو دھمکایا بھی، تو مامون نے فرمایا اے شخص! نرمی کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے بہتر کو مجھ سے بدتر کی طرف بھیجا تو ان کو نرمی کا حکم دیا چنانچہ (موسیٰ علیہ السلام سے) حق تعالیٰ فرماتے ہیں فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی اے موسیٰ وہارون تم دونوں فرعون سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے۔

ناصح میں اس بات کو نہ دیکھو کہ خود بھی عمل کرتا ہے یا نہیں

بزرگو! میں تم سے کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر یہ احسان ہے کہ جن باتوں کا میں تم کو حکم کرتا ہوں یا ترغیب دیتا ہوں پہلے ان سے خود آراستہ ہو چکا ہوں لیکن تمہاری بھلائی اس میں ہے کہ تم کسی واعظ یا ناصح سے اس شرط کا مطالبہ نہ کرو، اور اس بات سے شیطان کو اپنے اوپر بھی کامیاب نہ کرو کہ ہم تو اس وقت تک امر بالمعروف نہ کریں گے جب تک خود پوری طرح عمل نہ کر لیں اور بری باتوں سے اس وقت تک دوسروں کو منع نہ کریں گے جب تک خود سب برائیوں سے نہ بچ جائیں، اسکا انجام یہ ہوگا کہ احتساب (روک ٹوک) کا دروازہ ہی بند ہو جاویگا، کیونکہ گناہوں سے معصوم کون ہے؟ تم اچھی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم نے سب پر عمل نہ کیا ہو، بری باتوں سے روکو! اگرچہ تم

[1] لو اقف علیہ ولیکنی وجدتہ ممن یصبر عن مثل ھذا الحدیث ۱۲ ظ

سب برائیوں سے نہ بچے ہو، ہمارے نبی کریم علیہ افضل صلاۃ اللہ وسلامہ نے ہم کو یہی حکم دیا ہے۔

سعادت کی کنجی اتباع رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے

میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے تمام افعال میں جو آپ نے کئے ہیں اور جن سے آپ رُکے ہیں، اسی طرح آپ کی وضع کا کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے سونے بولنے میں بھی اتباع کیا جائے، تاکہ تم کو اتباع کامل نصیب ہو جائے، ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے (عمر بھر) خربوزہ نہیں کھایا، کیونکہ ان کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے، اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہلے پہننا شروع کر دیا تو اس (خلاف سنت حرکت) کے کفارہ میں کسی قدر گیہوں خیرات کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات کو معمولی بات سمجھ کر نہ ٹال دو

خبردار! ہمت کہنا کہ یہ باتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (عادات سے متعلق ہیں (عبادات سے متعلق نہیں) اور یہ کہہ کر ان کو چھوڑ دو، کیونکہ ان کا چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازہ کو بند کر دیگا، باقی عبادات میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرنے کے لئے میرے خیال میں کسی کے پاس کوئی بھی عذر نہیں ہو سکتا، سوا اس کے کہ اس کے دل میں کفر چھپا ہوا ہو، یا پورا احمق ہو، اللہ ہم کو اور تم کو اس سے بچائے۔

کوئی عاقل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات اور عبادات کی خوبی سے انکار نہیں کر سکتا،

برادر گو! خدا کی قسم میرے خیال میں تو روئے زمین پر کوئی بھی عقل والا جسے بھلے بُرے کی کچھ تمیز ہو ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں یہ اعتقاد، اور دماغ میں اس بات کا یقین نہ ہو کہ عبادات کی جو (صورت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے، اور عادت (کی جو شان) آپ نے اختیار فرمائی ہے وہی پسندیدہ اور بہتر اور کامل) حالت ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اور مخلوق کے نزدیک بھی،

لہ یہاں سے منکرین حدیث کا حال معلوم ہو گیا ہوگا جو عادات کے علاوہ عبادات و معاملات میں بھی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ جملہ امور کو مرکز نظام اسلامی کی پارلیمنٹ کے حوالہ کرنا چاہتے ہیں، خدا مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچائے ۱۲ ظ

اور یہی وہ آداب ہیں جو خالق کے نزدیک مقبول، اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہیں، دل کو اطمینان اور نفس کو سکون ان ہی سے ہوتا ہے، کیا نشہ میں مست ہونے والے اور ہوش والے، اور چوری کرنے والے، اور امانت والے، اور جھوٹ بولنے والے، اور سچ بولنے والے، اور زناکار، وعفت وعصمت والے اور تکبر کرنے والے، اور تواضع کرنے والے، اور سخاوت کرنے والے، اور ظلم کرنے والے اور انصاف کرنے والے، اور جھوٹا دعویٰ کرنے والے اور سچا دعوے کرنے والے اور مکر و فریب کرنے والے، اور رحم و کرم والے، اور عبادت کرنے والے، اور سونے والے اور عقل والے، اور پریشان خیال والے، اور نیک کام کرنے والے، اور بُرا کام کرنے والے، اور کافر و مومن کی حالت میں عقل (انسانی) کچھ فرق نہیں سمجھتی؟ (یقیناً سمجھتی ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ اب دیکھ لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا حکم دیا، اور جن عادات کو اختیار فرمایا ہے وہی سب سے اچھی ہیں یا نہیں) ان فی ذٰلک لاٰیاتٍ لاولی الالباب ○ بیشک اس میں بڑے دلائل ہیں عقل والوں کے لئے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکرر تاکید

اللہ اللہ! اس رسول عظیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو ہمارے پاس تمام عالم کے لئے رحمت، مخلوق پر حجت، اور موحدین کے لئے نعمت بن کر تشریف لائے ہیں پوری متابعت (اور کامل پیروی) کرو"

موت کو یاد رکھنے کی تاکید

خبردار موت کو نہ بھولنا، کیونکہ یہ بھول غفلت سے پیدا ہوتی ہے، اور غفلت اللہ کو کم یاد کرنے سے اور ذکر اللہ کی کمی ایمان کی کمی سے ہوتی ہے، اور قلت ایمان کی جڑ جہل ہے، اور جہل گمراہی ہے۔ بعض آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ حق تعالےٰ

شانہ ارشاد فرماتے ہیں، اے ابن آدم! تو میری (دی ہوئی) عافیت کے ذریعہ سے میری طاعت پر قادر ہوا، اور میری توفیق سے تو نے میرا فرض ادا کیا، (بتلا تو نے کیا کمال کیا؟) پھر میرا رزق کھا کر میری نافرمانی میں زور دکھانے لگا، (سوچ کر شرم و حیا بھی کوئی چیز ہے!) میری مشیت ہی سے تو جو کچھ چاہے اپنے نفس کے لئے چاہ سکتا ہے، (اگر میری مشیت امداد نہ کرے تو تو کچھ بھی نہیں چاہ سکتا اب سمجھ کہ تو میری مشیت سے میری نافرمانی ہی میں مدد لینا چاہتا ہے یہ کتنی بڑی بے حیائی ہے)، تو میری نعمت ہی سے کھڑا ہوتا۔ بیٹھتا لیٹتا ہے، میرے ہی دامن میں صبح کرتا، اور شام کرتا ہے، میرے ہی فضل سے جیتا، اور (سر سے پیر تک) میری نعمت میں (غرق ہو کر) چلتا پھرتا ہے، اور میری (دی ہوئی صحت، و) عافیت ہی کی وجہ سے تو خوبصورت بنا ہوا ہے، (اس پر بھی تیری حالت یہ ہے کہ) مجھے بھولتا ہے دوسروں کو یاد کرتا ہے، میرا شکریہ ادا نہیں کرتا، (مخلوق کے شکریہ میں ہر وقت بچھا جاتا ہے) اے ابن آدم! موت تیرے چھپے ہوئے بھیدوں کو ظاہر کر دے گی، قیامت تیری ساری حرکتوں کو آشکارا کر دے گی، اور عذاب (جہنم) تیرے پردوں کو توڑ دے گا، (پس یہ خیال نہ کرنا کہ تیری یہ بے حیائی یہ بے انصافی چھپی رہے گی ایک دن تمام مخلوق کے سامنے تیرا معاملہ ظاہر ہوگا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ ہوش سے کام لے بیہوش نہ بن) جب تو کوئی چھوٹا گناہ کرے تو اس کے چھوٹا ہونے پر نظر نہ کر، بلکہ اس کو دیکھ جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے، اور جب تجھ کو تھوڑا سا رزق ملے تو اس کے تھوڑا ہونے کو نہ دیکھ، بلکہ اس کو دیکھ جس نے تجھ کو رزق دیا ہے چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ تجھے خبر نہیں کہ کس گناہ سے تو میرا نافرمان بن جائیگا (ممکن ہو کسی وقت دریائے رحمت جوش میں ہو تو تیرے بڑے سے بڑے گناہ پر بھی

مواخذہ نہ ہو، اور کسی وقت عدل وانصاف کی ہوا چل رہی ہو تو تیرے چھوٹے گناہ پر بھی گرفت ہو جائے میرے خفیہ قہر سے بے فکر نہ ہو کیونکہ وہ تجھ پر اس چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے جو اندھیری رات میں پتھر پر چل رہی ہو، اے ابن آدم! کیا تو نے میری نافرمانی کرتے ہوئے میرے غضب کو بھی یاد کیا ہے؟ (اگر اس کو یاد کر لیتا تو میری نافرمانی کی جرأت تجھے نہ ہوتی)[1]

آٹھ آدمیوں کی صحبت سے آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں

جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں اللہ تعالیٰ آٹھ باتیں زیادہ کر دیں گے، جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں تکبر اور سنگدلی بڑھا دیں گے، جو مالداروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا اور دنیا کے سازوسامان کی حرص، جو فقراء کے پاس بیٹھے گا اس میں تقدیر پر رضا، جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہو ولعب (کھیل کود) کا شوق، اور جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دیں گے۔ اور جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں طاعت کی رغبت اور جو اہل علم کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دیں گے، اور جو فاسقوں کے پاس بیٹھے گا اس میں گناہ (کی) رغبت، اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دیں گے۔"

نیز وارد ہوا ہے کہ عاقل کی صحبت دین و دنیا و آخرت کی ترقی (کا سبب) ہے، اور بیوقوف کی صحبت (رہنے) دین و دنیا کا نقصان اور موت کے وقت حسرت و پشیمانی اور آخرت میں خسارہ ہوتا ہے) بزرگو! تین شخصوں کے لئے شفاعت ہے (یعنی ان کو دوسروں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا): عالم اور خادم[2] اور صبر کرنے والا فقیر۔

---

[1] افسوس اس مقام سے کچھ عبارت اصل کتاب میں حذف ہو گئی نہ معلوم یہ مضمون اور کتنا باقی رہ گیا ۱۲ ط [2] غالباً خادم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو خدمت خلق کا بہت خیال تھا خواہ جان سے یا مال سے یا بات سے ؎

بزرگی بجز خدمت خلق نیست ٭ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست ۱۲ ط

نصائح مختلفہ

بزرگو! غیب سے جو کچھ آئے، اور آسمان سے جو حادثہ بھی نازل ہو، اس کو خوشی اور فراخدلی سے لو، اللہ تعالیٰ (ہر حال میں) خوش رہو، اور تم سے جہاں تک ہو سکے مخلوق خدا کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، کیونکہ جو شخص دنیا میں اپنے بھائی مسلمان کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے" کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہو گیا ہو، یا مالدار آدمی محتاج بن گیا ہو تو اس پر رحم کیا کرو۔

کثرت سے صدقہ کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے بلاؤں کو دور کر دیتے ہیں، مہمانوں (کی خاطر داری اور ان) کا اکرام کرو کیونکہ نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت یہی تھی۔

لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ

لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، کیونکہ خلق حسن تمام اعمال (نافلہ) سے افضل ہے مثل مشہور ہے۔ اذا لم تسع الناس بمالك فسع الناس بخلقك اگر تم اپنے مال سے لوگوں کو آرام نہ دے سکو تو اپنے اخلاق ہی سے آرام پہنچاؤ (نیز کہا جاتا ہے) احسن الحسن الخلق الحسن، سب سے بہتر حسن اچھے اخلاق ہیں، اچھے اخلاق والا اپنے بستر پر پڑا ہی پڑا روزہ دار تہجد گذار کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، کیونکہ فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ یہی ہے، جب (لوگوں سے ملنے کے وقت) تیرا دل گھٹا ہوا ہے تو عبادت سے تجھ کو کیا نفع؟ کیونکہ تم اپنے کو دوسروں سے افضل سمجھتے ہو جب ہی تو ہر شخص سے دل کھول کر نہیں ملتے) اے مسکین! شاید تو اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ پر احسان رکھتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے (اور

ان کی عبادت سے مستغنی ہیں، جب تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اس کے دروازہ پر جھک کر اس کی چوکھٹ پر سر رکھ کر اس کی سلطنت کے سامنے عاجز بن کر، اس کی ہیبت سے کانپ کر، اس کے حقوق واجبہ کی ادائیگی سے اپنی کمزوری کا اعتراف (واقرار) کر کے، اپنے نفس اور عمل وغیرہ پر نظر کرنے سے الگ ہو کر، اس کی عزت وجلال کے دروازہ کو اپنی ذلت وخواری کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے ہوئے عبادت کر (مخلوق سے بڑا بننے اور اپنے کو ان سے افضل جاننے کا خیال دل سے نکال دے) اس وقت تیرے لئے قبولیت کی امید کی جا سکتی ہے۔ (اگر یہ نہیں تو عبادت کے قبول ہونے کی امید نہیں کی جا سکتی ۱۲)

حفاظت لسان کی تاکید

اپنی زبان کو بے فائدہ باتوں میں ملوث کرنے سے پاک رکھ، تاکہ تیرا کلام اللہ تعالیٰ کے مقدس دربار میں یعنی آسمانی عرش کے دربار میں جس کو اللہ تعالیٰ نے طلب کی جہت بنایا ہے جیسا کعبہ کو عبادت کی جہت بنایا ہے پہنچایا جا سکے الیہ یصعد الکلم الطیب اللہ (کے دربار) کی طرف پاکیزہ بات ہی پہنچتی ہے یعنی اس جہت کی طرف، جس کی جانب خدا نے اپنی مخلوق کی ہمتیں (اور ارادے) پھیر[1] دیئے ہیں۔ اس مقام کی طرف جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوتا ہے۔

---

[1] فطری امر ہے کہ انسان خدا کی طرف جب متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دل بلندی کی طرف چلتا ہے خدا کے قہر ولطف کو بھی اوپر سے آنیوالا سمجھتا ہے اسلئے یہ کہنا بجا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہمت وارادہ کو آسمانی عرش کیطرف پھیر دیا ہے ہر انسان کو جب خدا کا دھیان آتا ہے تو دل اوپر کی طرف مائل ہوتا ہے باقی عقلاً وشرعاً اللہ تعالیٰ جہت ومکان سے پاک ہیں وہ تو وراء الورا، ثم وراء، الوراء ہے اور عرش عظیم خدا کی جگہ نہیں ہے صرف نزول احکام وظہور تجلیات کا مقام ہے ۱۲ ظ

(پس اپنے کلام کو ایسا بنانے کی کوشش کرو کہ اس دربار میں پیش ہونے کے قابل ہو) تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کا حکم، اور لطف وکرم اوپر سے آوے۔ پھر تم اس کے سامنے جھک جاؤ، اپنے کو حقیر اور پست سمجھو اسرار قرآنیہ اس مطلب کے بیان کرنے میں بہت واضح ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وفی السماء رزقکم وما توعدون آسمان ہی میں تمہاری روزی بھی ہے، اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی جنت وغیرہ) نیز ارشاد ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے (پریشانی سے) نکلنے کا راستہ نکال دیں گے، اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا (پہلی آیت میں رزق کو آسمان میں فرمایا جو انسان کے فطری خیال کے مطابق ہے اور دوسری آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ آسمان سے رزق دیں گے بلکہ یہ فرمایا کہ ایسی جگہ سے دیں گے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ یہ حقیقت کے موافق ہے مطلب یہ ہے کہ متقی کو ہم اپنے پاس سے رزق دیں گے اور ہم تک کسی کا وہم وگمان نہیں پہنچ سکتا

عارفین کا کلام غور سے سُننا چاہیئے

صاحبزادے! جب تم اہل دربار کا کلام سنو! تو ہوشیار بن کر سنو! کیونکہ وہ ظاہر بھی ہوتا ہے، اور باریک بھی، حکمت وفصاحت والوں کے سردار اور نوع انسان میں سب سے زیادہ فصیح البیان (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع (اور پرمغز) کلمات سے تکلم فرمایا ہے جو مختصر ہیں فصیح وواضح بھی ہیں اور باریک بھی، یہی شان آپ کے نائبوں اور وارثوں کی ہے۔

انسان کے دل میں جو خیالات اپنی بڑائی کے آتے ہیں ان کا استقبال تواضع سے کرنا چاہیئے

عزیز من! مجھ سے ناراض نہ ہونا، میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ، جتنی باتیں تیرے دماغ میں گھومتی ہیں، جیسے اپنے اوپر نظر ہونا یا اپنے مال، خاندان نسب، علم، اور وطن، بیوی بچوں، اعمال، فتوحات، کرامات اور فضیلت، (وغیرہ) پر نظر ہونا یہ سب، خیالات ہیں، اگر تو نے ان کا استقبال عاجزی اور ذلت و مسکنت اور (اللہ کے) شکر و حمد کے ساتھ کیا، تو یہ تیرے حق میں کامیابی اور (فتح (کا سبب) بن جائیں گے، اگر ان کا استقبال عزت اور تکبر اور بڑائی اور غفلت کے ساتھ کیا تو یہ قباحت، اور وسوسہ (محضہ) اور (اللہ سے) جدائی (کا سبب) بن جائیں گے، پس اپنے آپ کو سنبھال، اور اپنی حالت کی اصلاح کر، (اور ان خیالات کے آنے کے ساتھ اپنی عاجزی و ذلت و مسکنت کو پیش نظر کرکے اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر بجالا تکبر اور بڑائی کو ہرگز دل میں جگہ نہ دے ورنہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہو جاؤ گے اور) جب تو اپنے آقا کی عبادت سے الگ ہو جاتا ہے، تو جس زمین پر تو نے اللہ کی عبادت کی تھی وہ بھی تجھ پر روتی ہے اور تیری محبت میں افسوس کرتے ہوئے گویا (زبان حال سے) یوں کہتی ہے ؎

وَدِدتُ الظن ان جبال رضوی تزول وان ودك لا يزول

ولكن القلوب لها انقلاب وحالات ابن آدم تستحيل

میرا گمان تو یہ تھا کہ پہاڑ ٹل جائیں گے مگر تیری دوستی کو زوال نہ ہوگا، لیکن اب معلوم ہوا کہ، قلوب پلٹ جاتے ہیں، اور ابن آدم کی حالتیں بدل جاتی ہیں، جب، زمین تجھ کو روتی ہے، اور بھلائی (نیکی) کی طرف تیرا لوٹ آنا چاہتی ہے

تو بتلا تیرا خود کیا حال ہونا چاہیئے؟ (عزیز من!) یہ حالت تو تیری شان کے زیادہ مناسب تھی، اور اگر خدا تجھے سمجھ دے تو تجھے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی (کہ اپنے اوپر روتا اپنی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ۱۲)

بعض اہل حال کے کلام کی تاویل اور اتباع سنت کی تاکید

مجھے اپنے بعض دوستوں کے متعلق جو اس زمانہ کے بزرگوں میں سے ہیں، معلوم ہوا ہے کہ وہ (اپنی ایک نظم میں) یوں فرماتے ہیں ؎

حللت بباب الدیر عقدۃ زناری ❊ وقلت خذوالی من فقیہ الحمیٰ ثاری

میں نے اپنے زنار کی گرہ بتخانہ کے دروازہ پر کھول دی، اور کہا کہ میرا بدلہ دربار کے فقیہ (عالم) سے لو، ان کا مقصود ان الفاظ[لہ] سے کچھ اور ہے، (لہٰذا ہر جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ ان کا مقصود نہیں مگر) خبردار! تم ایسی باتیں زبان سے نہ نکالنا ہم کو ان حضرت بزرگ کے ساتھ حسن ظن لازم ہے، مگر اس سے زیادہ دین کا ادب لازم، اور حق پر جمارہنا ضروری ہے، ہم نہ زنار باندھ سکتے ہیں، نہ بتخانہ کے دروازہ پر گذر سکتے ہیں، اور نہ فقیہ سے بدلہ لے سکتے ہیں بلکہ (فقیہ کے ہاتھ پیر چومیں گے، اس سے اپنے دین کا علم حاصل کریں گے، اور (ان بزرگ کے متعلق یوں کہیں گے کہ شیخ نے کسی اور مطلب کا قصد کیا ہے جس کو ان الفاظ میں چھپایا ہے مگر کاش وہ اس مطلب کا قصد ہی نہ کرتے، نہ اس کو

لہ غالباً زنار سے مراد زہد خشک ہے اور بت خانہ سے مراد صوفی کی خانقاہ ہے اور فقیہ سے مراد خشک ملّا ہے مطلب یہ ہے کہ میں زہد خشک کو چھوڑ کر طریق عشق میں داخل ہو گیا جو صوفیہ کی خانقاہ میں ملتا ہے اور اس کا انتقام عالم خشک سے لینا چاہیئے کیونکہ اس کی ریاکاری اور تکبر نے ہی مجھے مجبور کیا ہے کہ طریق علم و زہد خشک کو چھوڑ کر طریق عشق اختیار کروں ۱۲ ظ

(ان الفاظ میں) چھپاتے، (کیونکہ عوام کو ایسے الفاظ سے دھوکا ہوتا ہے وہ گمراہی میں مبتلا ہوجاتے اور علم و علماء سے نفرت کرنے لگتے ہیں، جس سے مذہب اسلام کی بنیاد دیں ہل جاتی ہیں، کیونکہ علماء شریعت کے محافظ ہیں) اگر عوام کو ان سے نفرت ہوگئی تو شریعت کی حفاظت دشوار ہوجائے گی، اور بدون شریعت کے تصوف کا وجود بھی قائم نہیں رہ سکتا، جیسا اوپر معلوم ہوچکا ہے اسی قسم کی باتوں نے عوام کے دل میں یہ بات جمائی ہے کہ شریعت اور ہے، طریقت اور ہے ۱۲) بلکہ بجائے اس کے یوں کہنا چاہیے تھا ؎

حللت بباب الشرع عقدة زناری وطهرت بالفقہ الالٰهی اسراری

وما الدیر والزنار الا ضلالة وما الشرع الا الباب للوصل بالباری

میں نے شریعت کے دروازہ پر اپنے زنار کی گرہ توڑ دی، اور علم الٰہی کے ذریعہ سے اپنے باطن کو پاک کیا، اور بت خانہ اور زنار تو نری گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ سے ملنے کا دروازہ تو صرف شریعت ہی ہے" ہاں اہل محبت کے دل پر جب کوئی حال غالب ہوتا ہے تو عقل جاتی رہتی ہے۔ اس وقت زبان سے ایسی باتیں نکلنے لگتی ہیں۔ جیسے مجنون یا نشہ والے یا مدہوش یا مالیخولیا والے کی زبان سے نکلتی ہیں، پس اس شخص کو خدا کے حوالہ کرو، (اس کی شان میں گستاخی نہ کرو) بس

لہ بعض صوفیہ کے کلام میں مے اور چنگ و رباب (شراب اور باجہ وغیرہ) کی تعریف بتخانہ اور شرابخانہ اور پیر مغاں کی ثنا اور تقویٰ و زہد و عبادت کی مذمت ظاہر میں معلوم ہوتی ہے اس سے ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ نرا زہد تقویٰ بدون محبت و اخلاص کے کافی نہیں شریعت کی توہین ان کا ہرگز مقصود نہیں مگر اس میں شک نہیں کہ عوام کو ان الفاظ سے دھوکہ ہوتا ہے اور یہ عنوان سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ہے اس لئے ایسے کلام کی تاویل کرکے متکلم سے تو حسن ظن رکھا جائے مگر اس کی تقلید نہ کی جائے۔ متبع سنت کو ایسے الفاظ سے وحشت و نفرت ہوتی ہے جن میں اچھی چیزوں کو برے ناموں سے ظاہر کیا گیا ہو اور بری چیزوں کو اچھے ناموں سے کہ اس سے بجائے اصلاح کے فساد بڑھتا ہے کہ لوگ بری چیزوں سے مانوس اور اچھی چیزوں سے متنفر ہوجاتے ہیں ۱۲

اس کی اتنی ہی رعایت تمہارے لئے کافی ہے، (اس سے آگے نہ بڑھو کہ تم بھی اس کی تقلید کر کے ایسی ہی باتیں منہ سے نکالنے لگو یا اس کے کلام کی تعریف یا تعظیم کرنے لگو ۱۲) تم (شریعت کی) اس مضبوط رسی کو پکڑے رہو، جس کا پکڑنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا یہ الفاظ اور اسی قسم کے دوسرے شطحیاتِ[1] جو تحدیث بالنعمۃ کی حد سے نکلے ہوئے ہیں، ان کے متکلم کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص پاخانہ میں (بیٹھا ہوا) سو جائے، اور خواب میں یہ دیکھے کہ میں بادشاہت کے تخت پر بیٹھا ہوا ہوں، جب آنکھ کھلی اور اپنی جگہ کو پہچانا تو شرمندہ ہو گیا اللہ اللہ! حدود پر جمے رہو، اور اس سردار عظیم (نبی کریم) صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو ؎

مالی والفاظ زید ٭ ووھم عمرو وبکر

وجہ الشریعۃ اھدی ٭ من سرذاک وسری

مجھے زید کے الفاظ اور عمرو و بکر کے وہم سے کیا لینا؟ شریعت کا (روشن) چہرہ اس کے اسرار اور میرے اسرار سے زیادہ راہ دکھلانے والا ہے، صدق اللہ وکذب بطن اخیک[2] اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ ہے، اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے،

---

[1] وہ کلام جو غلبہ حال میں یا بطور ناز کے سالک کی زبان سے نکلے ۱۲ ظ [2] یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو آپ نے خاص موقع پر فرمایا تھا جب کہ ایک صحابی کو دست آنے لگے آپؐ نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ اس سے اس کو اور زیادہ دست آنے لگے مریض کے بھائی نے آکر اطلاع دی آپ نے فرمایا اس کو شہد ہی پلاؤ اس کو اور زیادہ دست آئے آپؐ نے فرمایا اس کو شہد ہی پلاؤ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے (کہ شہد میں شفا ہے) اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے جس کی ظاہری حالت سے شبہ ہوتا ہے کہ شہد میں شفا نہیں اس کے بعد جو شہد پلایا گیا تو مریض کو شفا ہو گئی دست بند ہو گئے۔ اب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہر اس موقعہ پر بولا جاتا ہے جہاں کسی کا قول شریعت کے خلاف ہو ۱۲ ظ

اپنی حالت کو سنبھالو اور رحمت حق سے مایوس نہ ہو

عزیزو من! تم جس حالت میں ہو اگر وہ حلال ہے تو اس میں ثواب کچھ نہیں، اور اگر مباح نہیں (مکروہ ہے) تو تم سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی اور اگر تم نے حرام کا ارتکاب کیا تو جب اللہ تعالیٰ سے ملوگے اس وقت تمہارے سامنے یہ (قانون) پڑھا جاوے گا ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ جس نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے لئے راستہ بند ہو چکا، طوفان نے تم کو گھیر لیا (اب بچ نہیں سکتے) اور تم دروازہ کرم سے دور کر دئے گئے، نہیں اللہ کی قسم! کل کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا کرم و لطف اور فضل و احسان اس قدر ظاہر ہوگا کہ (ایک دفعہ) شیطان کی امید بھی ابھرنے لگے گی، ظالم کافر بھی رحمت کی امید کرنے لگیں گے، بلکہ میں تم سے (صرف) یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ سبحانہ گناہ کا بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا بھی ہے، اور (انصاف کرنے والا) سخت عذاب والا بھی ہے، پس تم توبہ اور پسندیدہ عمل کے ذریعہ سے دروازۂ مغفرت کے قریب پہنچ جاؤ، اور گناہوں کو چھوڑ کر عذاب کے راستہ سے دور ہٹ جاؤ، اللہ سے ایسا ڈرو جیسا اس کی عظمت و قدرت کا جاننے والا ڈرا کرتا ہے، اور دل میں ایسی امید رکھو جیسی اس کے کرم و احسان عام پر یقین رکھنے والا امید کرتا ہے کیونکہ مؤمن کی امید خوف کے برابر ہوتی ہے، حتیٰ کہ اگر دونوں کا وزن کیا جائے تو ایک دوسرے سے زیادہ نہ ہوگا۔

دنیا کی حقیقت کا بیان

(بزرگو!) اللہ کے پاس (سب کو) جانا ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے، ہر شخص اپنے ٹھکانے پر پہنچے گا، اور اس کی عمر (ایک نہ ایک دن) پوری ہو جائے گی، پھر اس کے

متعلق باز پرس ہوگی، (کہ عمر عزیز کو کس کام میں صرف کیا؟) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرىٰ ہم نے مٹی سے تم کو پیدا کیا اسی میں تم کو لوٹا دیں گے، پھر اسی سے دوبارہ زندہ نکالکر کھڑا کردیں گے، یہ غلہ جو تم کھا رہے ہو، تمہارے ہی جیسے آدمیوں کی مٹی سے اگا ہے (کیونکہ زمین کے اندر بیشمار مخلوق دفن ہے جن کے بدن مٹی میں مل گئے ہیں) ان میں قوت بھی تھی، اور سخت جنگجو تھے، (مگر سب چلدیئے اور (ایسے دنیا سے) جدا ہوگئے گویا کبھی تھے ہی نہیں ؎

هذا التراب لو تأمله الفتىٰ　　لرأى عليه من الجباه بساطا

وكانما ذراته لو ميزت　　صيغت لألسنة الأولىٰ اسقاطا

اس مٹی میں اگر آدمی تامل کرے تو اس پر بہت سی پیشانیوں کو بچھا ہوا پائے گا اور اگر اس کے ذرات کو الگ الگ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا لوگوں کی زبانوں کے لئے (ان ذرات کو) غلاف بنا دیا گیا ہے۔ صاحبو! ہم بہت سی زبانوں، پیشانیوں، رخساروں، لبوں، کو روندتے پھرتے ہیں۔

اے آنکھ والو! عبرت حاصل کرو، یہ دنیا ہے اور یہ ہے اس کی حالت یہ اس کے مکانات ہیں، اور یہ ہیں اس کے آدمی (جن کا انجام سوا اس کے کچھ نہیں کہ سب مٹی میں مل جائیں گے، تم کو خدا کی قسم! کیا اس غور و فکر اور اس عبرت کے بعد بھی دنیا، اور اس کے مکانات کی، اور ان کے بنانے سنوارنے کی کچھ طمع ہو سکتی ہے؟ (بتلاؤ!) کیا میں اس خانقاہ میں اس لئے تعمیر لگاؤں کہ اس میں (میری اولاد) صالح و ابراہیم و ابوالقاسم اور عورتیں (لڑکیاں) رہیں گی؟ یا اس گھر کو آباد کروں جس میں دوستوں سے جدا ہو کر مٹی سے کمر لگا کر مجھے خود رہنا ہے؟ کیا اس خانقاہ کو میرے باپ نے اپنے سوا کس

پیادوں (کی مدد) سے بنایا تھا اور بنا کر میرے لئے اپنے بعد چھوڑ گئے تھے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں! بلکہ یہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان سے عطا فرمائی، خدا کی مہربانی اور کرم سے سب کچھ ہوا، اور کیا یہ احسان کچھ میرے ہی ساتھ مخصوص ہے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں، بلکہ دنیا تو اللہ تعالیٰ ہر شخص کو دیتے ہیں جس سے اللہ کو محبت ہے اس کو بھی، اور جس سے محبت نہیں اس کو بھی، ہاں آخرت (کی نعمت) صرف اسی کو دیں گے جس سے ان کو محبت ہے، خدا تعالیٰ نے میرے باپ کو بھی گھر دیا، جگہ دی، کپڑا اور کھانا دیا، اسی طرح مجھے بھی سب کچھ دیا، اور میری اولاد و عیال کیلئے بھی اللہ کے علم میں رزق ہے جو لوح محفوظ میں مقدر ہو چکا ہے، اسی طرح تمام مخلوق کا حال ہے (کہ سب کے واسطے رزق مقدر ہے) پھر یہ (فضول) خیالات اور گمراہی کے راستوں میں بھٹکنا کس لئے (کہ لوگ ساری عمر اولاد و عیال کے لئے مکان بنانے جائداد وغیرہ حاصل کرنے میں ضائع کر رہے ہیں اپنے واسطے کچھ نہیں کرتے) ہوشیار (عقلمند) وہ ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرے اپنے کو عبادت میں لگائے رکھے، اور مرے پیچھے کے لئے کام کرے، اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصٰلحون ۝ ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھدیا ہے کہ زمین کے وارث میرے شائستہ بندے ہوں گے (پس لائق اولاد کے لئے تو فکر کی حاجت نہیں، اور نالائقوں کو تمہاری فکر سے کچھ نفع نہیں، وہ تو تمہارا جمع کیا ہوا خزانہ اور جائداد چار دن میں ختم کر کے مفلس ہو جائیں گے) اس آیت کی تفسیر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے (کہ زمین سے مراد یہی زمین ہے یا جنت کی زمین اور شائستہ لوگوں سے مراد نیک کام کرنے والے ہیں یا وہ جو سیاست اور حکومت کے لائق ہیں اور میراث سے مراد باطنی میراث

ہے یا ظاہری حکومت (بعض نے کہا ہے کہ مراد باطنی میراث ہے جس سے بندہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب بخوبی حاصل ہوتا ہے جب وہ زمین سے لگتا ہے (حاصل یہ ہوا کہ اس زمین کے اصلی مالک وہ ہیں جو زمین سے لگ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، کیونکہ انسان زمین پر اسی لئے بھیجا گیا ہے، اس کو مٹی سے اسی لئے بنایا گیا ہے تاکہ زمین سے لگ کر اپنی ذلت و عاجزی کا اظہار کرے، پس یہی لوگ زمین سے وہ کام لیتے ہیں جس کے لئے ان کو اور زمین کو بنایا گیا ہے تو یہی اس کے اصل مالک ہیں دوسرے لوگ جو زمین سے یہ کام نہیں لیتے وہ اصلی مالک نہیں بلکہ غاصب وظالم ہیں) اور بعض نے کہا ہے کہ ظاہری میراث (یعنی حکومت و سیاست) مراد ہے، یعنی زمین کے وارث (وحاکم) وہ لوگ ہوں گے جو مخلوق کے استحقاق کے موافق زمین کی حکومت اور سیاست و انتظام کے لائق ہوں، کیوں کہ لوگوں کے اعمال ہی حقیقت میں حکام ہیں۔ (اس لئے سب کے سب یکساں سیاست کے مستحق نہیں بلکہ بعض نرمی کے مستحق ہیں بعض سختی کے، تمہارا سب سے بڑا حاکم خود تمہارا عمل ہے، جیسے تم خود ہوگے ویسے ہی حاکم تمہارے اوپر مسلط کئے جائیں گے۔ اس تفسیر کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ زمین اللہ کی ہے وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے کرتا ہے (اس آیت میں یقیناً زمین سے مراد یہی زمین، اور میراث سے مراد حکومت و سلطنت ہے، کیونکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جس میں آپ نے بنی اسرائیل کو تسلی دی ہے اور اس میں یہ قید نہیں ہے کہ زمین کی حکومت صرف نیک بندوں کو ملے گی بلکہ عاقبت یعنی کامیابی آخرت کو متقین کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ والعاقبۃ للمتقین اور قرآن کی آیتوں میں تعارض نہیں ہو سکتا پس

ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ۝ میں اگر زمین سے دنیا کی زمین اور میراث سے حکومت مراد ہے تو صالحون کی تفسیر نیک بندوں سے نہ کی جائیگی بلکہ لائق اور قابل لوگ مراد لئے جائیں گے یعنی جن میں حکومت و سیاست خلق کی صلاحیت ہو خواہ مسلم ہوں یا کافر نیک ہوں یا فاسق ۱۲) اور بعض لوگوں نے اس آیت کی تفسیر جنت کی زمین سے کی ہے، (اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جنت کی زمین کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے) اور یہ سب کے سب ہدایت پر ہیں (ہر ایک کی تفسیر صحیح ہے کیونکہ قواعد شرعیہ کے خلاف کوئی نہیں۔ بہر حال یہ آیت بتلا رہی ہے کہ اگر اولاد قابل اور صالح ہوگی تو خود بخود زمین کی وارث ہو جائے گی اور نا قابل ہوگی تو باپ دادا کے ترکہ کو بھی برباد کر دے گی پھر اولاد کے لئے دنیا میں انہماک اور اس قدر فکر کیوں؟

دنیا کی ابتدا، اور انجام

عزیز مومن! کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے، تو حرص کے مارے مٹھی بند کئے ہوئے پیدا ہوتا ہے، اور جب یہاں سے جاتا ہے ہاتھ پھیلائے ہوئے نکلتا اور (گویا زبان حال سے) اقرار کرتا ہے، کہ جس عارضی سامان پر اس نے

لہ غالباً ناظرین کو اس تمام تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ۝ پر یہ اشکال وارد نہیں ہو سکتا کہ ہم تو اس کے خلاف کفار کی سلطنت کا مشاہدہ کر رہے ہیں جواب ظاہر ہے اور حضرت حکیم الامت نے ایک اور جواب دہلی کے وعظ میں دیا تھا کہ اگر میراث سے مراد حکومت و سلطنت اور صالحین سے مراد نیک لوگ ہوں جب بھی اشکال نہیں ہو سکتا کیونکہ آیت کا حاصل قضیہ مطلقہ ہے نہ دائمہ اور مطلقہ کے صدق کے لئے اتنا کافی ہے کہ ایک وقت میں مسلمانوں کو روئے زمین پر غلبہ ہو چکا ہے اور زمانہ دراز تک غلبہ رہا دوام غلبہ کی ضرورت نہیں کیونکہ آیت میں دوام پر کوئی لفظ دال نہیں، اہل علم اس جواب کو سمجھ جائیں گے، عوام اگر نہ سمجھیں تو ان کے لئے کتاب کی تقریر کافی ہے ۱۲ ظ

حرص کی تھی اس سے خالی ہاتھ رجا رہا ہے، نصیحت کے لئے موت بہت کافی ہے عبرت حاصل کرنے کو موت بس ہے ؎

ابکی ومثلی من یبکی اذا سبقت   قوافل القوم اهل العلم والعمل
بکاء قوم للقیا الوالهین به   وانی الخائف الباکی من الزلل

ترجمہ

میں رو رہا ہوں اور میری طرح کون روئے گا جس وقت اہل علم اور اہل عمل کے قافلے آگے بڑھ جائیں گے، بعض لوگ تو اپنے چاہنے والوں سے ملکر (خوشی میں) روتے ہیں مگر میں تو ڈر رہا ہوں اور اپنی لغزشوں (گناہوں) کی وجہ سے رو رہا ہوں،

عبدیت کی ترغیب

بزرگو! میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے پردے نہ کھولے ہوں اور لشکرِ ہمت کے ہاتھوں سے اس کے بادبان نہ اٹھا دیئے ہوں، میں نے ہر دروازہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہا، مگر ہر دروازہ پر بہت زیادہ ہجوم پایا، تو میں ذلت وانکسار کے دروازہ سے پہنچا، اس کو میں نے خالی پایا، اور اسی سے واصل ہوکر اپنے مطلوب کو پالیا، دوسرے طالب (ابھی تک) دروازوں ہی پر کھڑے تھے، (کسی کو دربار تک رسائی نصیب نہ ہوئی تھی) مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل وعطا سے وہ دیا، جس کو اس زمانہ میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گذرا"

حضرت شیخ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ

مجھ سے کرم خداوندی کے قاصد نے وعدہ کیا ہے کہ میرے مریدوں، محبت کرنے والوں، اور مجھ سے، میری اولاد سے، میرے خلفاء سے تعلق

رکھنے والوں کی دستگیری کرے گا، خواہ زمین کے مشرقی حصوں میں ہوں یا مغربی حصوں میں، اس وقت ہوں یا) قیامت تک (ہونے والے ہوں) تدابیر[ل] (و وسائل) کے منقطع ہونے تک، روحانی معاہدہ اسی طرح ہوچکا ہے (اور) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کیا کرتے۔

انبیاء علیہم السّلام کے سوا دوسروں سے اللہ تعالیٰ کا مکالمہ کیونکر ہوتا ہے

انبیاء و مرسلین کے سوا اور کسی مخلوق کا اللہ تعالیٰ سے مکالمہ نہیں ہوسکتا، اولیاء اللہ اور محبوبانِ الٰہی کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا وعدہ تین طریقوں سے منکشف ہوتا ہے، (ایک) نیند کی حالت میں بذریعہ خواب کے، اور (دوسرے) بذریعہ واسطہ محمدیہ کے صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم علیٰ ہذا النبی الکریم افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے وعدہ ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو آپ خواب میں کسی کو بشارت دیں یا کوئی بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا اور اس وقت آپ کوئی بشارت دیں) اور (تیسرے) الہام صحیح کے ذریعہ سے جو شریعت احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر سے کسی حال میں بھی اصلا خلاف نہ ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور انبیاء و مرسلین سے بذریعہ وحی کے مکالمہ ہوتا ہے یا پردہ کے پیچھے سے۔

مواھب الرحمٰن لا ینقضی وامۃ المختار مثل المطر

ل یعنی جب تک تدابیر اور وسائل کام دیں گے اس وقت تک مجھ سے تعلق رکھنے والوں کی کرم خداوندی دستگیری کریگا اور تدابیر و وسائل اس وقت تک کام دیں گے جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، دروازۂ توبہ کے بند ہوجانے کے بعد کوئی تدبیر نافع نہ ہوگی ۱۲

خزائن السر لاحبابه والاهل للحکمة نوع البشر

فقد یضلع السابق فی سیره ویسبق الضریلع المنتظر

اللہ تعالیٰ کی عطائیں ختم نہیں ہوسکتیں اور رسول مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مثل بارش کے ہے، اسرار کے خزانے آپ کے دوستوں کے لئے ہیں، اور حکمت کے اہل تو سب ہی آدمی ہیں، کبھی تیز چلنے والا لنگڑانے لگتا ہے اور دوسروں کا منہ تکنے والا لنگڑا آگے بڑھ جاتا ہے (اس لئے اگر کسی معمولی آدمی کو کوئی خاص نعمت حاصل ہوجائے تعجب نہ کرنا چاہیئے) اے اللہ مجھے حکمت و فہم اور معرفت و علم میں ترقی دیجئے اور مجھے اور سب مسلمانوں کو اپنا محبوب، اپنا مقرب، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا بنا دیجئے بیشک آپ جو چاہیں کرسکتے! اور جو چاہیں حکم دے سکتے ہیں اور آپ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں،۔

نعمت کی قدر کرو نیک بندوں سے تعلق رکھو

بزرگو! کھانے، پینے، پہننے اور امن و عافیت اور دین (وغیرہ) سب نعمتوں کی تعظیم کرو، تمہارے پاس ہمیشہ کے لئے یہ نعمتیں رہیں گی نیک بندوں کی توجہات کے ذریعہ یقین کو کامل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان پر برستی، اور اللہ کی مدد کے بادل ان پر سایہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے ان کو اپنے تک (پہنچنے کا) رستہ بتلایا، اپنا مقرب بنایا، اپنی معرفت دی، تو انھوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، اللہ تعالےٰ نے ان کے سینوں کو ایمان کے لئے کھول دیا، اور ان کو تمام انسانوں کا سردار بنایا، اللہ کو ان سے محبت ہے ان کو اللہ سے محبت ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی وہ اللہ تعالیٰ سے راضی، یہی ہے بڑی کامیابی اللہ پر توکل کے ستونوں کی بنیادیں مضبوط کرو، اپنی دعاؤں کے الفاظ اور عنوان ایسے بناؤ جن کے معانی اللہ تعالےٰ کے لئے خالص ہوں،

نفس اور شیطان سے بچتے رہو، اور ہر کام میں احتیاط کا خیال رکھو کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کام میں احتیاط کے ساتھ اپنی کمر کس لی، اور اللہ تعالیٰ کا قصد کر کے ہمت کی سواریوں پر سوار ہو گیا۔ وہ ناکام نہیں ہوتا۔

قرآن کی جامع اور پُر مغز نصیحتیں

وعظ کہنے والا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بعد کیا کہے گا؟ لتجزیٰ کل نفس بما تسعٰی ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا نصیحت کے واسطے یہ ارشاد بس ہے اختصار کرنے والا ارشاد خداوندی قل کلٌ[1] یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ سبیلا کے بعد اور کونسا عنوان اختیار کرے گا؟ خبردار کرنیوالا ارشاد خداوندی انا لا[2] نضیع اجر من احسن عملا کے بعد اور کیا وعدہ کرے گا؟ ڈرانے والا اللہ تعالیٰ کے ارشاد یعلم[3] السر واخفی یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور کے بعد اور کیا باریکیاں بیان کرے گا؟ نیک کاموں کی تاکید کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ارشاد وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا کے بعد اور کیا وضاحت کرے گا؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو کچھ دیں اس کو اختیار کرو اور جس سے روک دیں اس سے باز آجاؤ یہ ارشاد نیک کاموں کی تاکید کرنے کے لئے بس ہے۔ برے کاموں سے روکنے والا حق تعالیٰ کے ارشاد فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم کے بعد اور کیا اعلان کرے گا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] ہر شخص اپنی مناسبت کے موافق عمل کرتا ہے اور یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ سیدھے راستہ پر کون ہے ۱۲
[2] بیشک ہم اس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھی طرح (خلوص سے) کام کرے وعدہ کے لئے یہ ارشاد بس ہے ۱۲
[3] اللہ تعالیٰ خیانت کی آنکھوں کو بھی پہچانتے ہیں اور دل میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی اور وہ راز کو بھی جانتے ہیں اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی بات کو بھی ۱۲

حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ وہ کسی فتنہ میں یا سخت عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ برے کاموں سے روکنے کے لئے یہ ارشاد بہت واضح اور کافی ہے ۱۲، کوئی عقل والا اللہ تعالیٰ کے ارشاد فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره کے بعد اور کیا معیار بتلائے گا؟ (کہ جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا اس کے سامنے آجائے گی اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ بھی اس کے آگے آجائے گی یہ ارشاد ایسا جامع ہے کہ تمام اعمال کو شامل ہے اس سے بڑھ کر جامع قانون کون بیان کرسکتا ہے ۱۲) الٓمّٓ ذٰلك الکتاب لاریب فیه هدی للمتقین۔ یہ کامل کتاب ہے اس میں ذرا شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔

کتاب اللہ اور حدیث کی تعریف

یہ کتاب اللہ مضبوط حجت، اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے، یہ ہم کو ماکان اور مایکون کی خبر دیتی ہے، (یعنی پچھلے[1] اور اگلے واقعات کو ظاہر کرتی ہے) اس لئے ہمارے سامنے تمام چھپے ہوئے بھید کھول دیئے، جس نے اس پر عمل کیا اس نے نجات پائی، اور نفع حاصل کیا، جو اس سے ہٹ گیا وہ پشیمان ہوا، اور (خدا تعالیٰ سے) الگ ہو گیا، اور یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جو تمام نجات پانے والوں کے سردار، اور مناجات کرنے والوں کے وسیلہ ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم روشن راستہ ہے، جس کے پیچھے گمراہی کا نام بھی نہیں، اور یہی اس جماعت (صوفیہ) کا راستہ[2] ہے جس پر چلنے کا ثمرہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں، ان اللہ مع الذین اتقوا (بیشک اللہ ان لوگوں کے

---

[1] مطلب یہ ہے کہ انسان کی ابتداء وانتہا کو بتلائی اور دین کے متعلق جتنے اسرار پوشیدہ تھے ان کو ظاہر کرتی ہے ۱۲

[2] یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا ۱۲ ظ

ساتھ ہے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا)

صوفیہ کا طریقہ قرآن وحدیث پر عمل کرنا ہے

یہ آیت گواہی دے رہی ہے کہ ان کے لئے اللہ کی معیت[1] ہے (جس سے مراد خاص معیت ہے) یعنی قرب کی معیت، اعانت ومدد کی معیت پس جو اللہ پر اور اس کی کتاب پر ایمان لایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرتا رہا، اور اس جماعت (صوفیہ) کے راستہ پر چلتا رہا، (جن کی کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے میں سب سے زیادہ کمال حاصل ہے) اور ان کے ساتھ ہوگیا، ان کی جماعت میں شامل ہوگیا وہ کامیاب ہے۔ ان حزب اللہ ھم المفلحون بیشک اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔

عزیزمن! وسوسہ (اور شبہات) کے راستہ کو اپنے سے دور رکھو، اور لوگوں سے مانوس ہونا، (دل لگانا) چھوڑ دو، اللہ کے ساتھ رہو، (اسی سے دل لگاؤ) اللہ ہی سے حکومت لو، اسی سے حکمت (وعلم) حاصل کرو، یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا ۝ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے، اور جس کو حکمت دیدی گئی اس کو بڑی خیر مل گئی (حکمت سے مراد دین کی سمجھ اور اللہ کی معرفت ہے)

علم کا اثر صرف زبان ہی پر نہ ہونا چاہیئے بلکہ دل میں بھی ہونا چاہئے

تیرا سارا حصہ زبان ہی (میں) نہ ہونا چاہیئے (کہ علم حاصل کر کے صرف باتیں بنانا وعظ وتقریر کرنا ہی سیکھ لے اور دل میں علم کا اثر نہ ہو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

---

[1] یعنی ساتھ ہونا ۱۲ ظ

(اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علماء ہیں، پس علم حاصل کر کے اللہ کے خوف سے دل کو رنگنا چاہیئے) تیری انتہا ایسی نہ ہونا چاہیئے کہ اپنی حالت سے خود اپنے آپ ہی کو جھٹلائے، (کہ زبان سے تو علم کی باتیں بیان کرے اور حالت وعمل سے یہ ظاہر ہو کہ تیرے دل میں خوف خدا اصلاً نہیں یہ علم کی شان نہیں بلکہ جہالت کی علامت ہے) ؎

بدلت بالحنا بیاضك احمرا وخدعت فیہ وقلت شعری احمر

تو مہندی سے اپنے سفید بالوں کو سرخ کر کے خود ہی دھوکہ میں پڑ گیا، اور دعویٰ کرنے لگا کہ میرے بال تو سرخ ہیں، (سفید نہیں حالانکہ جانتا ہے کہ در اصل تیرے بال سفید ہیں جن کو ہر ہفتے مہندی سے لال کرتا ہے اسی طرح تو اپنی عملی وقلبی حالت سے خوب واقف ہے کہ تیرے اندر علم کا ذرا اثر نہیں مگر زبانی تقریروں سے جیسا دوسروں کو دھوکہ دیا تھا خود بھی دھوکہ میں پڑ گیا اور اپنے کو سچ مچ عالم سمجھنے لگا)

پُر مغز نصائح

سچائی کی سواری پر مضبوطی کے ساتھ سوار ہو کر ہمت کے لشکروں سے (وسوسہ اور وہم کی صفوں کو، درہم برہم کرتا ہوا مخلوق کے چکر سے نکل کر خالق کے دھیان میں لگتا ہوا اس کی رسی کو مضبوط تھامتا ہوا تاکہ (ہاتھ سے رسی چھوٹ کر تو الگ نہ ہو جائے احتیاج کا جھنڈا اٹھا کر اس کے سامنے اپنی ذلت کا نقارہ بجاتا ہوا بیوی بچوں، مال، اور اپنی ہستی، اور اپنی عبادت، اپنی بیداری، اور اپنی غفلت کے پردوں سے الگ ہٹتا ہوا بارگاہ قرب کی طرف توجہ کر تیرا اپنے آپ کو بیدار سمجھنا بڑی غفلت ہے۔ تیرا اپنے کو منور سمجھنا گہری تاریکی ہے، جو چیز تجھے (بارگاہ قرب سے) حاجب (روکنے والی) ہو تو اسی میں سے مقصود[لہ] کا

لہ ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ فرماتے تھے کہ جب وساوس کسی طرح دفع نہ ہوں تو (بقیہ صفحہ ۱۷۶ پر)

ایک دروازہ کھول لے، اور جو مقصود آڑ بننے لگے تو اس سے الگ ہو کر معبود کی طرف راغب ہو جا بیوی کا غلام دنیا، اور دینار، و درہم، اور کرامت کا غلام برباد ہو گیا، مخلوق کا غلام اور وہ شخص جو بارگاہ قرب میں گھٹیا ارادہ (اور پست ہمت) سے چلنا چاہتا ہے، تباہ ہو گیا ۔

سر الخباب بھمۃ مرفوعۃ عن عالم التفصیل والاجمال

وارفع جنابک عن عبادۃ غیرہ بحقیقۃ الافعال والاقوال

اس بارگاہ میں ایسی ہمت سے چلو جو عالم تفصیل و عالم اجمال (یعنی دنیا و آخرت) دونوں سے بلند ہو اور اپنے آپ کو افعال و اقوال کی حقیقت میں غیر خدا کی عبادت سے بلند رکھو (یعنی کوئی کام اور کوئی بات ایسی نہ ہو جس کی تہ میں غیر خدا مطلوب ہو) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ٥ جن لوگوں نے (زبان و دل سے) اقرار کر لیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے (اور اپنے افعال و اقوال کو مخلوق کی عبادت سے بچاتے رہے) ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو اور اس جنت کی بشارت حاصل کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا تھا۔

انقلابات عالم سے عبرت حاصل کرو اور اپنی شہرت سے مغرور نہ ہو

اپنی بھوک، پیاس اور حالات کے انقلاب، اسی طرح تمام مخلوق کے احوال سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۵) ان ہی کو مرآۃ جمال حق بنانا چاہئے اب یوں سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت ہے کہ دل میں خیالات کا ایک دریا پیدا کر دیا جو کسی کے بند کئے بند ہی نہیں ہوتا یہ ہے حاجب میں سے مقصود کا دروازہ کھولنا اور بعضے مقاصد بھی بارگاہ قرب سے مانع ہونے لگتے ہیں مثلاً عبادت مقصود ہے لیکن اگر اس میں حظ نفس شامل ہو جائے تو بارگاہ الٰہی سے یہ عبادت مانع ہو گی اس وقت صرف معبود کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے ۱۲

عبرت حاصل کر، اپنی زباندانی کی شہرت سے خوش نہ ہو، جب کہ تو اللہ کو چھوڑ کر، غیروں کی طرح مائل ہے، اپنے علم کی آفت سے بے فکر نہ ہو، جبکہ تو روپیہ اشرفی کا شکار کرنے کے لئے اس پر جھکا ہوا ہے۔ اپنے فلسفہ پر ناز نہ کر جبکہ تو اللہ کی محبت سے خالی ہے، اپنے تصوف کے گھمنڈ میں نہ رہ جبکہ تو اللہ سے دور پڑا ہوا ہے ؎

کل العلوم اذا تخللها السوی صارت الی اعی الانفصال معالما

یہ تمام علوم جب ان میں غیر خدا گھسا ہوا ہو، اللہ سے جدا ہونے کی علامات ہیں،

خدا کے راستہ کی مثال

بزرگو! اللہ تک پہنچنے کا راستہ ایسا ہی ہے، جیسا ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کا راستہ ہوتا ہے، کہ اس میں بلندی بھی ہوتی ہے، نشیب بھی، سیدھا راستہ بھی ہوتا ہے، اور ٹیڑھا بھی، نرم زمین بھی ہوتی ہے، اور پہاڑی راستہ بھی، پانی اور آبادی سے خالی چٹیل میدان بھی ہوتا ہے، اور آبادی درختوں پانی کے چشموں سے ترو تازہ سرسبز زمین بھی، اور منزل مقصود ان سب سے آگے ہے اب اگر کوئی شخص بلندی (پر چڑھ کر اس) کی لذت میں رہ گیا، یا اتار کی ذلت (و مشقت) سے گھبرا گیا، یا ہموار زمین سے راحت (لینے) میں لگ گیا، یا ٹیڑھے راستہ کی پریشانی سے پریشان ہو گیا، یا نرم زمین کی سہولت (کو دیکھ کر اسی) میں رہ پڑا، یا پہاڑ کی دشوار گذار گھاٹیوں سے ہٹ گیا، یا چٹیل میدان اور پیاس کی سوزش سے گھبرا گیا یا درختوں اور چشموں کی تروتازگی اور سرسبزی سے مزے لینے لگا، یا راستہ کی آبادی سے دل لگا بیٹھا، وہ مقصود سے رہ جائے گا، اور جو ان چیزوں میں سے کسی پر بھی التفات نہ کرے، بلکہ راستہ کی مصیبتوں کو جھیلتا ہوا، اس کی لذتوں سے منہ موڑتا ہوا مقصود کی دھن میں برابر چلتا رہے وہ منزل مقصود تک پہنچ جائیگا اسی طرح اللہ کے راستہ میں چلنے والے کو اگر (درمیانی) حالت کی دشواریوں نے

ان حالات کے بدلنے والے (خدا) سے پھیر دیا تو اس کی غرض فوت ہو جائے گی مقصود سے رہ جائے گا، اور بلا شبہ (اس کا رشتہ) خدا سے ٹوٹ جائے گا، اور اگر راستہ کی تمام گھاٹیوں کو خواہ مزے دار ہوں یا تلخ پس پشت ڈال کر آگے بڑھتا رہا تو اعلیٰ درجہ پر کامیاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا آسان راستہ

بزرگوں نے میدان عرفات میں اللہ تعالیٰ سے اپنی غرض اور اپنے نفس (کی خواہش) اور مال (وغیرہ) کو چھوڑ دینے کا عہد کر لیا ہے (اگر تم بھی کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ان چیزوں سے الگ ہو جاؤ، ان کی محبت دل سے نکال دو)

کسی بزرگ کو خواب میں اللہ تعالیٰ سے بات چیت کا موقعہ ملا تو عرض کیا اے پروردگار! مجھے اپنے تک پہنچنے کا طریقہ بتلایئے، ارشاد ہوا اپنے نفس کو الگ کر دو[۱] اور آجاؤ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ مطہرہ کے لئے دایہ تلاش کرنے چلے کیونکہ ان کو دردزہ شروع ہو گیا تھا تو بیوی سے فرمایا تم یہیں ٹھہر جاؤ انی انست نارا لعلی اتیکم منھا بقبس او اجد علی النار ھدی میں آگ کی روشنی دیکھ رہا ہوں شاید وہاں سے تمہارے واسطے کوئی چنگاری[۲] لا سکوں یا اس کے آس پاس کوئی راستہ بتلانے والا مل جائے" کہ دایہ کو کہاں تلاش کروں۔

فلما اتھا نودی یا موسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس جب آگ کے پاس پہنچے تو آواز آئی اے موسیٰ میں تمہارا پروردگار ہوں پس اپنے دونوں جوتوں کو (یعنی نفس کو اور بیوی کو دل سے) الگ کر دو (دونوں کو میرے

---

[۱] یعنی نفس کی تجویز اور خواہش کو فنا کر دو ۱۲۔ [۲] سردی کی رات تھی آپ کی بیوی کو جنگل میں سردی کی بھی تکلیف تھی اس لئے فرمایا کہ شاید وہاں سے چنگاری ہی مل جائے جس سے آگ جلا کر تم سردی کی تکلیف سے بچ جاؤ ۱۲

حوالہ[لہ] کرو) کیونکہ تم مقدس میدان میں ہو (جو بیوی اور نفس پر نظر کرنے سے پاک ہے)

مسجد میں جوتہ پہنکر نہ آؤ یعنی ماسوا اللہ کو ساتھ نہ لاؤ

بزرگو! آپ کا میدان مسجد ہے جب مسجد میں قدم رکھو تو اجنبیت کی جوتیاں الگ کر دیا کرو (یعنی غیر خدا کو دل سے نکال کر مسجد میں جایا کرو) کیونکہ بندہ نماز میں اپنے پروردگار سے مناجات (عرض معروض) کرتا ہے، پس (خود ہی) دیکھ لو کہ تم کیونکر اپنے پروردگار سے عرض معروض کرتے اور کس طرح اس کے دربار میں ہم کلامی کے لئے کھڑے ہوتے ہو، یہ دربار احسان ہے جس کے دروازہ پر قلم قدسی نے یہ حدیث لکھی ہے اعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم نہیں دیکھتے تو وہ تو تم کو دیکھ رہے ہیں اور ان کے دیکھنے کا بھی مقتضٰی وہی ہے جو تمہارے دیکھنے کا ہوتا اس لئے عبادت اچھی طرح سنوار کر کرنا چاہیئے کیونکہ آقا کے سامنے کوئی بھی بُری طرح کام نہیں کیا کرتا

ماسوا اللہ کو چھوڑنے کا مطلب

تیرا اپنے نفس، اور اپنے گھر والوں میں مشغول رہنا تیرے جہل کی علامت ہے میں یہ نہیں کہتا کہ ان کو چھوڑ کر بے فکر ہو جا۔ اور اپنے لئے پہاڑوں میں عبادت کی جگہ بنالے، بلکہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں کی خدمت سے اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کرو (اپنے نفس کی لذت کے لئے ان کی خدمت نہ کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ان کی خبر گیری کرو) اپنے نفس کو راحت دو، اور سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرو، (کسی کام میں اپنی یا کسی دوسرے کی خوشی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا قصد کرو، کیونکہ شان خداوندی

لہ اس جملہ میں القوسین عبارت اصل کتاب ہی کی ہے اور یہ تفسیر علم اعتبار سے ہے حقیقی تفسیر نہیں کما لا یخفٰی علی اہل العلم ویجوز التفسیر بالاعتبار و لاخذ العبرۃ مالم یعتقد ہ تفسیرا حقیقیا فافہم ۱۲ ظ

ہر حالت میں شرک سے پاک اور برتر ہے (پس کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ دوسروں کی رضا کو مقصود نہ بناؤ) اعمال شرک مشرکین کی طرف لوٹا دیئے جاتے (اور ان کے منہ پر مار دیئے جاتے) ہیں اور موحدین کے اعمال توحید قبول کئے جاتے ہیں۔ الا للّٰہ الدین الخالص سن لو اللہ کے لئے خالص عبادت ہے (جس میں اس کے سوا اور کسی کی شرکت نہ ہو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا جو شخص اپنے پروردگار سے ملنا چاہتا ہو اس کو چاہیئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے،

توسل کی حقیقت

بزرگو! جب تم اللہ تعالیٰ کے (خاص) بندوں یعنی اولیاء اللہ سے مدد مانگو، تو اس مدد اور فریاد رسی کو ان کی طرف سے مت سمجھو (نہ ان سے فریاد کرو) کیونکہ یہ تو شرک ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگو، اس محبت کے وسیلہ سے جو اللہ کو ان بندوں سے ہے رُبَّ اشعثٍ اغبر ذی طمرین مدفوع علی الابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ بعضے پراگندہ بال غبار آلود پرانے پھٹے کپڑے پہننے والے جن کو دروازوں سے دھکہ دیا جاتا ہے (ایسے مقبول بارگاہ ہیں) کہ اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو ضرور پورا کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ

لہ توسل کی یہ صورت جو حضرت غوث رضہ نے بیان فرمائی ہے بعینہ وہی ہے جو ہمارے حضرت حکیم الامت دام مجدہم نے بیان فرما کر دعوی کیا ہے کہ ابن تیمیہ رح کے سامنے اگر کوئی یہ حقیقت بیان کر دیتا تو وہ اس کو ہرگز حرام نہ کہتے توسل حرام وہی ہے جس میں بزرگوں کو معین اور فریاد رس سمجھا جاوے اور یہی ابن تیمیہ نے توسل کے لفظ سے سمجھا مگر محققین اس توسل کے ہرگز قائل نہیں وہ جس توسل کے قائل ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حاجت مانگی جائے اللہ تعالیٰ ہی کو معین اور فریاد رس سمجھا جاوے اور بزرگوں سے جو اللہ تعالیٰ کو محبت اور خاص تعلق ہے اس کے وسیلہ سے دعا کی جائے ۱۲ ظ

نے ان کو مخلوقات میں تصرف عطا فرمایا ہے، ان کے لئے حقائق کو بدل دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا مرتبہ دیا ہے کہ جب وہ اللہ کے اذن سے کسی چیز کو کہتے ہیں ہو جاؤ وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک مارتے تو سچ مچ زندہ جانور ہو جاتا کام خدا کا تھا مگر ظاہر میں عیسیٰ علیہ السلام بناتے تھے انہوں نے اللہ کے حکم سے مردوں کو بھی زندہ کیا ہمارے نبی، ہمارے محبوب، تمام انبیاء کے سردار محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی طرف کھجور کے ستون نے اشتیاق[1] ظاہر کیا، (اور آپ کے فراق میں بلند آواز سے ایسا رویا جیسا بچہ رویا کرتا ہے کیونکہ آپ اس ستون سے اپنی کمر مبارک لگا کر خطبہ دیا کرتا کرتے تھے جب منبر بنکر تیار ہوا اور آپ ستون کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ دینے کے لئے تشریف لے گئے تو ستون سے رونے کی آواز زور شور کے ساتھ بلند ہوئی پھر آپ کے تسلی دینے سے اس کا رونا موقوف ہوا) اور پتھروں (پہاڑوں) نے آپ کو سلام کیا، اللہ تعالےٰ نے آپ میں وہ تمام معجزات جمع فرما دیئے، جو انبیاء و مرسلین میں متفرقاً موجود تھے اور آپ کے معجزات کے نمونے آپ کی امت کے اولیاء میں بھی جاری ہیں، جو ظاہر میں اولیاء کی کرامات ہیں، اور (حقیقت میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی معجزات ہیں (کیونکہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے آپ کے معجزات کے نمونے اولیاء امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر فرمائے، جن کو دیکھ کر لوگ قیاس کر لیں کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے اس شان کے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود کیسے ہوں گے؟

[1] یہ معجزہ مردوں کو زندہ کرنے سے کم عجیب نہیں کیونکہ مردوں میں کسی وقت تو حیات و عقل و شعور تھا لکڑی میں تو کسی وقت بھی حیات و عقل نہ تھی محض آپ کی برکت بدن آپ کے قصد و ارادہ اور تصرف و توجہ کے اس میں حیات و عقل پیدا ہو گئی اسی طرح پتھروں نے آپ کو از خود سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر دم کرنے اور توجہ فرمانے کی نوبت نہیں آئی"

اوراس طرح قیامت تک آپ کی رسالت پر حجت قائم ہوتی رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کو جو سب سے بڑا معجزہ ہے یعنی قرآن کریم، قیامت تک کے لئے محفوظ رکھا جس سے اہلِ عقل کو رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت واضح طور سے معلوم ہو سکتی ہے)

صاحبزادے! اے میرے عزیز! جب تم نے یوں کہا کہ اے اللہ میں آپکی رحمت کے وسیلہ سے یہ سوال کرتا ہوں، تو گویا تم نے یوں کہا کہ اے اللہ میں آپ کے بندے شیخ منصور اوران کے سوا دوسرے اولیاء کی ولایت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ ولایت بھی ایک قسم کی خاص رحمت ہے۔ یختص برحمتہ من یشاء اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے یہ خصوصیت عطا فرماتا ہے، پس اب خبردار رحمٰن کی قدرت مرحوم کو نہ دینا، وسیلہ (حقیقت میں) اللہ کی وہ رحمت[ل] ہے جس سے مقبول بندہ نوازا گیا ہے (پس کسی کے وسیلہ سے دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کو جو اس بندہ پر ہے وسیلہ بنایا گیا ہے خود اس بندہ کو وسیلہ نہیں بنایا گیا۔

اب تم اللہ کی رحمت، اور محبت وعنایت کو جس سے خاص بندے نوازے گئے ہیں اپنی حاجت کے وقت وسیلہ بنا سکتے ہو مگر ہر کام میں اللہ کی توحید کو ملحوظ رکھو، (بندہ کو فاعل اور موثر اور کام بنانے والا نہ سمجھو) کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت غیرت والے ہیں (شرک سے ان کو بڑی غیرت آتی ہے اور مشرک سے زیادہ ان کو کسی سے نفرت نہیں)

ل جب وسیلہ کی حقیقت یہ ہے تو بھلا اس قسم کے توسل کو کون حرام کہہ سکتا ہے؟ یقیناً جن علماء نے توسل کو حرام کہا ہے ان کو اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی محض عوام کی حالت دیکھ کے انھوں نے خود اس کی ایک حقیقت تصنیف کرلی اور اس کو حرام کہدیا ۱۲ ظ

بزرگو! جو شخص عاجزی کے ساتھ دروازہ پر پہنچا اس کے لئے دروازہ کھل جاتا اور اس کو قبول کرلیا جاتا ہے، اور جو شخص انکسار کے ساتھ دربار میں داخل ہوتا ہے وہ عزت کی جگہ میں بیٹھتا ہے۔

شیخ کی نصیحت اپنی جماعت کو اور تمام مسلمانوں کو

عزیزمن! شریعت کی پابندی اختیار کرو، ظاہری احکام میں بھی، اور باطنی احکام میں بھی، اور اپنے دل کو اللہ کی یاد بھلا دینے سے بچاؤ درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم سمجھو، اور نیک کاموں میں ہمیشہ سبقت کرو، سستی اور ملال کو راہ نہ دو، اللہ کی مرضی پر جمے رہو، خدا کے دروازہ پر کھڑے رہو، اپنے نفس کو رات میں عبادت کرنے کا عادی بناؤ، اعمال میں ریا، (دکھلاوے) سے نفس کو بچاؤ، اپنی خلوتوں اور جلسوں میں پچھلے گناہوں پر روؤ، صاحبزادے! یہ دنیا محض ایک خیال ہے، اس میں جو کچھ بھی ہے فنا ہونے والا ہے، صاحبزادے! دنیا والوں کو اپنی دنیا کی فکر ہے، اور آخرت والوں کو آخرت کی فکر ہے، خبردار! جھوٹے دعوے نہ کرنا، اور توحید کے دریاؤں میں غوطہ لگانے کا قصد نہ کرنا (یعنی فلاسفہ اور معتزلہ کی طرح توحید میں باریکیاں نہ نکالنا ورنہ شیطان بہت سے وساوس و شبہات میں مبتلا کردے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں گفتگو کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے کیونکہ اس کی کنہ تک انسان نہیں پہونچ سکتا) اپنا اعتقاد ثبوتی[1] رکھو (اور ایسا پختہ) جس میں تغیر نہ ہوسکے اور اپنے ذہن کو

[1] اعتقاد ثبوتی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات وجودی مانو معتزلہ اور فلاسفہ کی طرح صفات سلبی کا اعتقاد نہ رکھو تفصیل اس کی یہ ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صرف ایک صفت ثابت ہے یعنی وجود اور وجود کامل ہی کا نام قدرت بھی ہے، سمع، بصر (بقیہ صفحہ ۱۸۴ پر)

شیطانی وساوس سے الگ رکھو، اپنے آپ کو بُرے دوست کی صحبت سے بچاؤ کیونکہ اس کی دوستی کا انجام قیامت کے دن پشیمانی اور افسوس ہے، جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یوم یعض الظالم علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا یاویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا جس دن انسان اپنے ہاتھوں کو کاٹے کھائے گا اور کہے گا اے کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راستہ پر چلا ہوتا (ہائے افسوس) کاش میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (حتی اذا جاء نا) قال یالیت بینی وبینک بعد المشرقین فبئس القرین۔ یہاں تک کہ جب انسان ہمارے پاس آئے گا تو اپنے ساتھی سے کہیگا اے کاش میرے اور تیرے درمیان ایسی دوری ہوتی جیسی مشرق و مغرب کے درمیان دوری ہے، پس اپنے نفس کو برے ساتھی سے بچاتے رہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے افسوس کرتے ہوئے تم کو ان دو آیتوں سے اپنے دوست کو خطاب نہ کرنا پڑے، اور وہاں پشیمانی کچھ فائدہ نہ دے گی نہ تمہاری بات سُنی جائے گی۔

پُرمغز نصائح عامہ برخوردار من! جو تم نے کھا لیا فنا کردیا، جو پہن لیا اس کو پرانا کردیا (ان میں سے کوئی چیز تمہارے ساتھ نہ رہیگی) اور جو کام تم نے کئے ہیں وہ تمہارے سامنے آئیں گے۔ اللہ کے پاس پہنچنا یقینی اور پختہ ہے، دوستوں سے جدا ہوجانا اٹل بات ہے۔ دنیا کی ابتدا ضعف اور فتور ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۳) حیات وعلم، وخلق وغیرہ بھی ہے اب ان کے نزدیک قدرت کے معنی یہ ہیں کہ خدا عاجز نہیں علم کے معنی یہ ہیں کہ خدا جہل سے پاک ہے وغیرہ وغیرہ اور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ قدرت وعلم وحیات سمع وبصر وجود کے علاوہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے اسی طرح ثابت ہیں جس طرح وجود ثابت ہے پس صفات کے بارہ میں اہل سنت کا اعتقاد ثبوتی ہے اور معتزلہ وفلاسفہ کا اعتقاد سلبی ہے ۱۲ منہ

اور اس کی انتہا موت اور قبر ہے، اگر دنیا کے رہنے والوں کو بقار ہوتا تو یہ بہت سے گھر ویران نہ ہوتے، پس اللہ سے دل لگا دُما سوی اللہ سے رخ پھیر لو، اور اپنی تمام حالتوں میں اللہ کے سامنے گردن تسلیم خم کردو، درویشوں کے طریقوں کو تواضع کے ساتھ طے کرو، اور شریعت کے قدم بقدم (ان کی) خدمت میں جمے رہو اپنی نیت کو وساوس کے میل کچیل سے محفوظ رکھو، اور اپنے دل کو لوگوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھو، اللہ کے دروازہ سے سوکھی روٹی اور نمک ملا ہوا پانی ملے تو خوشی سے کھالو، دوسروں کے دروازہ سے تازہ گوشت اور شہد بھی ملے تو (ہرگز) نہ کھاؤ اپنی معاش کے لئے شریعت کے موافق حلال کمائی کا کوئی طریقہ اختیار کرلو، اور اسباب معاش کے لئے حیلہ (اور اہتمام اور فکر کرنا) چھوڑ دو، خبردار! درویشوں کا دل نہ توڑنا ان کو رنج اور تکلیف دینے سے بچتے رہو صلہ رحمی کرتے رہو قرابت داروں کی خاطر کرو، جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو، جو تمہارے مقابلہ میں تکبر کرے تم اس کے سامنے تواضع کرو، وزیروں اور حاکموں کے دروازوں پر آمدورفت نہ رکھو، درویشوں کی اور قبروں کی زیارت زیادہ کیا کرو (تاکہ دنیا سے دل سرد ہوجائے) مخلوق سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو اور ان کی عقل کے اندازہ سے کلام کرو (جو بات ان کی سمجھ سے باہر ہو ان کے سامنے بیان نہ کرو) اپنے اخلاق کو سنوارو، لوگوں سے اچھی طرح ملو، اور جاہلوں سے کنارہ کرو، یتیموں کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، ان کی خاطر کرو، جن غریبوں کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے ان کے پاس زیادہ آمدورفت رکھو، بیواؤں کی خدمت کے لئے سبقت کرو، تم (دوسروں پر) رحم کرو خدا تم پر رحم کرے گا، اللہ کے ساتھ رہو اللہ کو اپنے ساتھ پاؤ گے، تم تمام اقوال و افعال میں اخلاص کو اپنا ساتھی بناؤ مخلوق کو حق تعالیٰ کا راستہ بتلانے کی کوشش کرتے رہو کرامات اور ——

خوارق[1] عادات کی طرف رغبت نہ کرو، کیونکہ اولیاء کرامات کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کو چھپاتی ہے، اللہ کے دروازہ سے لگے رہو، اپنے دل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ رکھو، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی سے اپنے شیخ کے وسیلہ سے مدد حاصل کرو، اپنے شیخ کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ بدون کسی غرض اور حاجت کے جمے رہو، اس کے گھر کا کام زیادہ کرو اور سامنے باتیں کم کرو، تعظیم و وقار کی نگاہ سے شیخ کو دیکھو، تحقیر و تذلیل کی نگاہ سے (کبھی) نہ دیکھو، دوستوں کی خیرخواہی میں لگے رہو، ان کے دلوں میں الفت پیدا کرو، لوگوں کے درمیان صلح کراتے رہو سچائی (اور خلوص) کے ساتھ لوگوں کو درویشوں کے دروازہ پر جانے اور جماعت (صوفیہ) کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دو، اپنے دل کو ذکر (الٰہی) سے آباد رکھو، اور ظاہر کو فکر[2] سے آراستہ کرو، اپنے ارادہ اور نیت میں اخلاص کا نور پیدا کرو، اللہ سے مدد چاہو اللہ کی طرف سے جو مصیبتیں آئیں ان پر صبر کرو، اللہ سے راضی رہو اور ہر حالت میں الحمد للہ کہتے رہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود زیادہ بھیجو، اگر تمہارے نفس میں (کسی وقت) شہوت، یا تکبر کی حرکت پیدا ہو تو اللہ کے لئے نفل روزہ رکھو کہ اس سے شہوت اور تکبر میں کمی ہوجاتی ہے بشرطیکہ معقول مقدار میں روزے رکھے جائیں ایک دو پر بس نہ کیا جائے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اپنے گھر میں بیٹھو بازاروں اور سیرگاہوں میں زیادہ نہ جایا کرو، جس نے سیر سپاٹا[3] چھوڑ دیا

---

[1] خوارق عادات وہ کام جو کسی سے خلاف عادت ظاہر ہوں یعنی عادۃً جو کام دوسرے نہ کرسکیں اس کے ہاتھ سے ظہور میں آئیں پس کرامات اور خوارق عادات کا حاصل ایک ہی ہے ۱۲ ظ [2] یعنی ہر وقت آخرت کا فکر تم پر اس درجہ غالب رہے کہ دیکھنے والا صورت دیکھ کر پہچان لے کہ اس کو کوئی فکر لگا ہوا ہے ۱۲ ظ [3] طریق باطن میں یکسوئی اور جمعیت قلب کی زیادہ ضرورت ہے اگر سالک کو تفریح کی ضرورت ہو تو اکیلا جنگل کی طرف نکل جائے سیرگاہوں بازاروں میں جہاں لوگوں کا مجمع ہو نہ جائے ۱۲ ظ

اس نے کامیابی حاصل کرلی، مہمان کی خاطر کرو، اپنی بیوی بچوں، گھر والوں، خادموں سے ہمدردی کرو، ہر حالت میں اللہ کو یاد رکھو، اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کا اہتمام کرو، آخرت کے لئے اچھے اچھے کام کرو۔ اور دنیا کے کاموں کو بھی (حسن نیت سے آخرت کے کام بنادو، اور کہو اللہ پھر لوگوں کو ان کے مشغلوں میں کھیلتا ہوا چھوڑ دو (یعنی تم اللہ ہی کے لئے کرو جو کچھ کرو اسی کو ہر کام میں مطلوب و مقصود سمجھو۔ دوسروں کی حرص نہ کرو ان کو ان کے خیال میں مست رہنے دو۔ یہ ہے میری نصیحت تم کو اور ہر اس شخص کو، جو میرے طریقہ پر چلے اور اپنے دوستوں کو، اور تمام مسلمانوں اور اپنے چاہنے والوں کو اللہ تعالےٰ ان کی شمار بڑھائے (آمین) اور میں عظمت والے خدا سے تمام گناہوں کی خواہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر چھوٹے ہوں یا بڑے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں۔

عزیز من! مخلوق کے سردار (سیدنا رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ کے دل میں جو کچھ چھپا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ویسا ہی لباس پہنادیتے ہیں، اگر (اندر) بھلائی ہے تو (ظاہر میں بھی) بھلائی ہوگی اور اگر (دل میں) برائی ہے تو (ظاہر میں بھی) برائی ہوگی[1] (دل کا اثر ظاہر پر ضرور ہوگا)

باطن کا اثر ظاہر پر ضرور نمایاں ہوتا ہے

عزیز من! عالم کے سردار (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

[1] یہاں سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو کہتے ہیں کہ اصل مقصود تو باطن کا درست کرنا ہے ظاہر خراب ہو تو کیا حرج ہے ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ باطن و ظاہر میں ایسا قوی تعلق ہے کہ ایک کی اصلاح دوسرے کی اصلاح میں اور ایک کی خرابی دوسرے کی خرابی میں موثر ہے ورنہ پھر اصل تو روح ہے بدن فضول چیز ہے اس کی صحت اور تندرستی اور لباس و غذا کے اہتمام کی کیا ضرورت ہے آج سے یہ سب کام چھوڑ دو ۱۲ ظ

ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت فرماتے ہیں جو متقی ہو (مخلوق سے) مستغنی ہو، چھپا ہوا (گمنام) ہو۔

دنیا سے الگ رہو

عزیز من! اگر تیرے پاس سچی عقل ہے تو دنیا کی طرف نہ جھکے گا اگرچہ وہ تیری طرف (کتنا ہی) جھکے، کیونکہ وہ خیانت کرنے والی جھوٹی (مکارہ) ہے، اپنے چاہنے والوں کا مضحکہ اڑاتی ہے جو اس سے الگ رہا بچا رہا، اور جو اس کی طرف مائل ہوا تباہ ہوگیا، حدیث میں ہے، حب الدنیا راس کل خطیئۃ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے تو جیسا اس کی محبت گناہ کی جڑ ہے اسی طرح اس سے نفرت اور بے رخی کرنا تمام نیکیوں کی جڑ ہے، دنیا کی مثال سانپ جیسی ہے کہ چھونے میں تو نرم ہے مگر اس کا زہر ہلاک کرنے والا ہے۔ دنیا کی لذتیں جلدی زائل ہونے والی ہیں اور اس کے دن خیال ہی خیال میں گذر جاتے ہیں، پس اپنے کو دنیا میں پرہیزگاری اور خوف خدا میں لگائے رکھو، اللہ تعالیٰ کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہو، اگر ذرا بھی کسی وقت غفلت طاری ہو جائے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ اور یاد الٰہی کے دروازہ پر فوراً لوٹ آؤ اللہ کو یاد کرو، اس سے شرماؤ، اور تنہائی میں جلسوں میں اس کا خیال رکھو تنگی اور فراخی میں اللہ کی حمد اور شکر کرو، غیروں کو چھوڑو کیونکہ اللہ کے سوا کوئی رہنے والا نہیں۔

تصوف کی حقیقت

عزیز من صوفی صافی (سچے صوفی) بنو، منافق صوفی نہ بنو کہ تباہ ہو جاؤ گے، تصوف (کی حقیقت) غیر اللہ سے منہ پھیر لینا اور اللہ کی ذات میں غور نہ کرنا، اللہ پر بھروسہ کرنا اور ہر حالت کی باگ تفویض (و تسلیم و رضا) کے دروازہ پر ڈال دینا اور دروازۂ کرم کے کھلنے کا منتظر رہنا اللہ کے فضل پر اعتماد کرنا، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہنا اور تمام حالات

میں اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا ہے۔

علم پر عمل کرو

عزیزمن! جب تم کوئی علم حاصل کرو یا اچھی حکایت سنو! تو اس پر عمل کرو، ان لوگوں میں رداخل نہ ہو جو جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے، عزیزمن! عالم کی نجات اسی میں ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے عمل نہ کرنا اس کی تباہی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا۔ پس اپنے اوقات کو کھیل کود اور گانے بجانے اور ہنسانے والوں کی باتیں سننے میں برباد نہ کرو، خوش ہونا چھوڑ دو کیونکہ دنیا میں خوش ہونا جنون ہے، اس میں تو غمگین رہنا ہی عقلمندی ہے، یہاں ہمیشہ رہنا محال ہے تو دنیا پر گرنا پڑنا نادانی اور حماقت ہے۔

عزیزمن! ان لوگوں میں خیال دوڑاؤ جو تم سے پہلے گذر چکے جن میں انبیاءؑ اور مرسلین بھی ہیں، اور بڑے بڑے سلاطین بھی، سب مر گئے گویا تھے ہی نہیں وہ پہلے گذر گئے ہم ان کے بعد جانے والے ہیں، پس نیک بندوں کے راستہ پر چلتے رہو تاکہ ان کی جماعت میں شامل کرلئے جاؤ، ان کی پارٹی میں داخل ہو جاؤ یہی اللہ کا لشکر ہے، اور یاد رکھو اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔ (شیطان کا لشکر کبھی کامیاب نہ ہوگا)

اللہ تک پہنچنے کا راستہ کھلا ہوا ہے

برزرگو! حقیقت کا راز ظاہر ہے معرفت کا جھنڈا بلند ہے، اللہ تک پہنچنے کا دروازہ کھلا ہوا ہے، مگر آپ کو ان نفیس چیزوں کے دیکھنے سے دنیا کی محبت اور موت سے غفلت نے روک رکھا ہے، جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) ضرور مرے گا تعجب ہے کہ وہ موت کو کیسے بھولتا ہے؟ جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) دنیا سے جدا ہونے والا ہے تعجب ہے کہ وہ دنیا پر کیسے گرتا پڑتا ہے

جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہے تعجب ہے کہ وہ خدا سے کیونکر ہٹتا اور دوسروں کی طرف کیسے متوجہ ہوتا ہے؟ خدا کی قسم! تمہاری یہ غفلت بڑی مصیبت ہے، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، تم دل کھول کر جھوٹی باتیں بناتے ہو، اور جہالت کے باغوں میں چرتے پھرتے ہو، رزق کے معاملہ میں تو حیلہ اور تدبیریں کرتے ہو، اور عذاب سے (بالکل) بے فکر ہو شاید تم نے یہ آیت نہیں پڑھی، افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے؟ یا شاید تم نے یہ آیت نہیں سنی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما ارید منہم من رزق وما ارید ان یطعمون۔ میں نے انسان کو اور جنوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں، نہ میں[۱] ان سے رزق مانگتا ہوں نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلا دیں۔ روزی دینے کے تو وہ خود ذمہ دار رہیں، مگر تم پھر بھی اس کے حیلہ میں لگے ہوئے ہو، اور جنت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے کسی کے واسطے نہیں لی، (بلکہ اس کے ذمہ دار تم خود ہو اور تمہارے اعمال، مگر تم وہ کام نہیں کرتے جن پہ جنت کی بشارت دی گئی ہے تم نے کھیل اور بھول چوک میں اوقات برباد کر دیئے، غفلت اور گناہ میں دن گنوا دیئے، تمہاری دل لگی پشیمانی سے بیفکر ہونے والی کیسی دل لگی ہے، تمہارا کھیل ان لوگوں جیسا کھیل ہے جن کے کانوں نے قیامت کے دن کی بات ہی نہیں سنی، شاید تم نے قبروں کو نہیں دیکھا، جو لوگ ان میں

لہ مشرکین کی عادت ہے کہ بتوں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں کوئی حلوا ان کے سامنے رکھتا ہے، کوئی روٹی چاول لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن معبودوں کو کھانے کی حاجت ہو وہ معبود بننے کے لائق نہیں تمہارا حقیقی معبود تم سے روزی نہیں مانگتا بلکہ وہ تو خود تم کو روزی دیتا ہے ۱۲ ط

جا بسے ان سے بھی تم کو عبرت نہیں ہوئی (بتلاؤ) تمہارے باپ دادا کہاں ہیں جو تم سے پہلے زمانہ میں تھے؟ وہ لوگ کہاں ہیں جنھوں نے تم سے بھی زیادہ مال جمع کیا تھا، اور تم سے زیادہ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے، کیا تم اللہ کے منکر ہو گئے یا اللہ کے مقابلہ میں تکبر کرتے ہو! دوستو! جس نے اپنا فنا ہونا، اور اللہ تعالےٰ کا (ہمیشہ ہمیشہ) باقی رہنا معلوم کرلیا، وہ اپنے کو دنیا سے ہٹا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هي المأوىٰ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور نفس کو اس کی خواہشوں سے روکتا رہا اس کا ٹھکانا جنت ہے، اللہ تعالےٰ اپنے حبیب (صلے اللہ علیہ وسلم) سے جو جواہر اسرار الٰہیہ مخفیہ[لہ] کے معدن ہیں یوں خطاب فرماتے ہیں انك ميت وانهم ميتون یقیناً آپ بھی (مرنے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں (موت سے کوئی نہیں بچ سکتا) پس اپنی ہمتوں کو پچھلے بزرگوں کے درجوں پر پہنچنے کے لئے جمع کرلو، تاکہ اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کا مصداق نہ بنو فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا ۔ کہ ان نیک بندوں کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کردیا اور شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے یہ عنقریب جہنم کے طبقہ میں پہنچیں گے کریم کے دروازہ کو بیچینی اور احتیاج کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے رہو اور ذلت وانکسار کے راستہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاؤ، کیونکہ خدا کی قسم مجھے اور تمہیں سب کو دار آخرت کی طرف کوچ کرنا ضروری ہے، میرا اور تمہارا مٹ جانے والی قبروں میں رکھا جانا یقینی ہے فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره پھر جو ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کو (اپنے سامنے)

لہ یعنی اللہ کے چھپے ہوئے بھیدوں کے جواہر کی آپ کان ہیں ۱۲ ظ

دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا اس کو بھی (سامنے) دیکھ لے گا، پس نجات پانے والا وہ ہے جس نے اللہ سے تقویٰ کا معاملہ کیا اور زندگی میں اس سے ڈرتا رہا۔

محبوب سے فراق اور دشمن کی صحبت سخت مصیبت ہے

دوستو! محبوبوں سے جدائی اور دشمنوں کی معیت، سب مصیبتوں سے بڑھ کر سخت مصیبت ہے، اور دشمنوں سے علیحدگی، دوستوں کی ہمراہی، تمام چیزوں سے زیادہ شیریں ہے، پس تم برے کاموں سے الگ (ہو جاؤ) تاکہ قبروں میں اپنے نیک اعمال کی رفاقت میں رہو، کیونکہ خدا کی قسم قبر کی گہرائی میں نیک عمل کے سوا آدمی کا کوئی دوست ساتھ نہ دے گا، دوستو! اگر تم کو حکام اور بڑے لوگوں کا لباس، ان کی زیب و زینت، ان کے ہتھیار للچانے لگیں، اور تمہارا دل اس سامان سے (اپنی خراب حالت کا موازنہ کر کے) تنگ ہونے لگے تو قبرستان میں چلے جاؤ اور اپنے اور ان کے باپ دادوں کو دیکھ لو سب کو مٹی میں (ملا ہوا) پاؤ گے (مٹی میں مل جانے کے بعد امیر و غریب سب برابر ہو گئے) اور اس کی خبر اللہ ہی کو ہے کہ راحت میں کون ہے عذاب میں کون ہے (یوں ہی تم بھی (ایک دن) ان (امیروں حاکموں) کے برابر ہو جاؤ گے۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اور جلد ہی ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی حالت میں کیا زبردست انقلاب ہو گیا۔

فضول باتیں اور فضول کام چھوڑ دو

برخوردار من! فضول باتوں، اور فضول کاموں میں مشغول ہونے سے بچو، اپنے نفس کو غفلت کے راستہ سے ہٹاؤ اور بیداری کے دروازہ سے پہنچو، ذلت و انکسار کے میدان میں جمع ہو جاؤ، بڑائی اور تکبر کے میدان سے نکل آؤ کیونکہ تمہاری ابتدا خون کی ایک بوٹی اور انجام ایک بے جان لاشہ ہے۔ پس اپنی ابتدا اور انجام

کے درمیانی زمانہ میں اس طرح رہو کہ جیسا ان کے درجہ کے مناسب ہے۔

برخوردار من! حسد سے بچو، کیونکہ حسد تمام گناہوں کی جڑ ہے، شیطان نے جب آدم علیہ السلام سے حسد کیا تو ان کے مقابلہ میں تکبر اختیار کیا ان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے جھوٹ بولا کہ آدم و حوا کے سامنے قسم کھا کر کہدیا انی لکما لمن الناصحین خدا کی قسم میں تم دونوں کا پورا خیر خواہ ہوں، آخرکار اللہ کی رحمت سے دور کیا گیا، پس جھوٹ اور تکبر و حسد بندے کو اللہ کے دروازے سے دور کرنے کے اسباب ہیں، تم اپنے نفس کو ان خصلتوں کا ہرگز عادی نہ بنانا، اپنے کو سب سے الگ کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اور خوب جان لو کہ رزق مقدر ہو چکا ہے جب اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لوگے تو کسی سے حسد نہ کروگے، خوب جان لو کہ تم مرنے والے ہو، جب اس بات کو پیش نظر رکھوگے تو کسی پر تکبر نہ کروگے، اور خوب سمجھ لو کہ تم سے حساب لیا جائے گا، جب اس مضمون کو دل میں جما لوگے تو جھوٹ کبھی نہ بولوگے،

لوگوں کے عیوب سے نگاہ ہٹالو

لوگوں کی ناموس سے بھی اپنی نگاہ کو ہٹالو برے کام تو الگ رہے، کیونکہ جیسا کروگے ویسا بھروگے، اگر تمہارے ایک آنکھ ہے تو دوسروں کے بہت سی آنکھیں ہیں، جیسے تم خود ہوگے ویسا ہی افسر تمہارے اوپر ہوگا۔ اپنی زبان مخلوق کو برا کہنے سے روک لو، کیونکہ (اگر تمہارے ایک زبان ہے تو مخلوق کی بہت سی زبانیں ہیں اپنے عیبوں کے) اندر نظر کرنا تم کو بس ہے، جیسا تم دوسروں کی نسبت کہوگے، ویسا ہی وہ تمہاری نسبت کہیں گے، ہر دن اپنے نفس (کے اعمال) کا حساب لو اور اللہ تعالیٰ سے بکثرت استغفار کرو، اپنے نفس کے طبیب اور رہنما بنو، کیونکہ جب تک خود تم کو اپنی اصلاح کی فکر اور سیدھے راستہ کی طلب نہ ہوگی کوئی مرشد اور

طبیب روحانی کچھ نہیں کر سکتا، اپنے نفس کا حساب لینے سے غفلت نہ کرو، اور حظ نفس میں مشغول ہونے سے بچو۔

اللہ سے اُنس پیدا کرنے کا طریقہ

بزرگو! اللہ سے انس اسی بندہ کو حاصل ہوتا ہے جس کی طہارت کامل اور ذکر صاف ہو گیا ہو کہ جو چیز اللہ سے غافل کرتی ہو اس سے وحشت ہونے لگے، (طہارت کامل یہ ہے کہ کھانے پینے میں حرام اور مشتبہ مال سے بچ جائے۔ ذکر کا صاف ہونا یہ ہے کہ دل پر اللہ کی یاد ایسی غالب ہو جائے کہ بے تکلف اللہ کی طرف متوجہ ہونے لگے ذکر کے وقت دوسری چیزوں کی یاد سے کشاکشی نہ ہو ۱۲) توحید دل میں اللہ تعالیٰ کی خاص عظمت کا محسوس کرنا ہے، جو تعطیل اور تشبیہ (دونوں) سے (ذہن انسانی کو) دور رکھتی ہے (تعطیل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کارخانۂ قدرت فلاں بزرگ یا رسول یا فرشتہ کے حوالہ کر دیا ہے، اب اللہ تعالیٰ خود کچھ نہیں کرتے جو کچھ کرتے ہیں دوسرے کرتے ہیں، اور تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو مخلوق کی ذات وصفات کے مشابہ سمجھے یہ دونوں اعتقاد غلط اور باطل ہیں) کشف ایک مقناطیسی قوت ہے، جس کی خاصیت یہ ہے کہ چشم بصیرت کی روشنی کو عالم غیب کی طرف کھینچ لے جاتی ہے، چشم بصیرت کا نور عالم غیب سے اس طرح ملتا ہے جیسا صاف آئینہ سے شعاع نظر ملتی ہے، جبکہ آئینہ شعاع پھیلنے کے وقت اس کے سامنے ہو پھر جیسا شعاع نظر آئینہ سے مل کر آفتاب کی روشنی لئے ہوئے آنکھ کی طرف لوٹتی ہے اور اس انعکاس سے آدمی کو اپنا چہرہ وغیرہ آئینہ میں نظر آتا ہے اسی طرح چشم بصیرت کا نور عالم غیب کی روشنی لئے ہوئے صاف دل پر منعکس ہوتا ہے، پھر ترقی کر کے یہ نور خزانۂ عقل میں چمکتا اور اندر ہی اندر

اس سے ایسا بن جاتا ہے کہ عقل کی روشنی دل کے میدان میں پہنچنے لگتی ہے، جس کے اثر سے لطیفۂ سر کی پتلی میں دل کی روشنی چمکنے لگتی ہے۔ اب لطیفۂ سر ان چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے جہاں نگاہ (ظاہری) نہیں پہنچ سکتی نہ سمجھ اس کا تصور کر سکتی تھی اور دوسروں کو اس کا دیکھنا دشوار تھا۔

صلاح قلب کے مراتب بزرگو! جب دل درست ہو جاتا ہے تو (کبھی) وحی کے لئے منزل بن جاتا ہے، (جیسے انبیاء علیہ السلام کے قلوب) اور (کبھی) اسرار و انوار اور فرشتوں کا گہوارہ بن جاتا ہے (جیسے اولیاء اللہ کے قلوب) اور جب بگڑتا ہے تو تاریکیوں اور شیطانوں کا گھر بن جاتا ہے۔ جب دل درست ہوتا ہے تو آدمی کو آگے پیچھے سے خبردار کر دیتا اور وہ باتیں بتلا دیتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکتی تھیں، اور جب بگڑتا ہے تو ایسی بیہودہ باتیں کرنے لگتا ہے جن میں نہ بھلائی کا پتہ ہوتا ہے نہ کامیابی کا نام و نشان، اسی لئے میرے نزدیک درویش کو لازم ہے کہ اپنے ہر سانس کو کبریت احمر بلکہ اس سے بھی زیادہ قیمتی سمجھے۔ ہر سانس کو عمدہ سے عمدہ حالت میں رخصت کرے جو اس کے مناسب ہے تاکہ اس کا کوئی سانس برباد نہ ہو، معاملہ تمہارے گمان اور (وہم سے کہیں زیادہ سخت اور سنگین ہے (اس لئے عمر کو فضول باتوں بیہودہ کاموں میں برباد نہ کرو، اس قیمتی عمر سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کی سلطنت خرید لو ۱۲

تمام طاعات میں فکر سب سے افضل ہے تمام طاعات و عبادات (نافلہ) میں افضل عبادت یہ ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو (اللہ تعالیٰ سے اُنس کی علامت یہ ہے کہ (تمہارے) دلوں کے درمیان اور علام الغیوب (خدا) کے درمیان سے

پردے اٹھ جائیں، محبت کی شاخیں دلوں میں پھیلتی ہیں پھر عقل کے موانع بھی دیتی ہیں، شہرت کا طالب، بدبخت کے سوا کوئی نہیں ہوتا، تصوف اس کا نام نہیں کہ (صوفی لوگوں سے یہ کہے) مجھ سے محبت کرو، میری تعظیم کرو، میری زیارت کرو (جو صوفی ہوگا وہ ہرگز لوگوں سے ملنے ملانے کا مشتاق نہ ہوگا) جس شخص کو کامل معرفت حاصل ہے، وہ دنیاداروں کے دروازہ پر کھڑا نہیں ہوتا مخلوق سے (دل کا) مانوس ہونا حق تعالیٰ سے جدا ہونا ہے، جو اللہ کے سوا کسی اور سے عزت حاصل کرے گا ذلیل ہوگا، جو درجہ یقین سے محروم ہے وہ متقیوں کے درجے سے گر گیا، جو اللہ کے واسطے (سب سے) الگ ہوگیا اللہ تعالیٰ اس کو (سب سے) ملا دے گا (گر با ہمہ چو بے منی بے ہمہ، ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ) اللہ کی طرف یکسو ہوجانا اہل حال کی خاص حالت ہے، جو اللہ کے ساتھ ان کو حاصل ہے، اگر میں آپ کے سامنے زبان حال سے گفتگو کرنا چاہوں تو اللہ کے حکم سے ساٹھ اونٹوں کا بوجھ (کاغذوں سے) بھر سکتا ہوں، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ

زیادہ بولنا کمال نہیں

اگر کوئی بولنے والا اتنا بولے کہ (سننے والے کے) کانوں کو بہرا بنادے مگر ظاہر (شریعت) کے نزدیک اس کا کلام مردود ہو تو اس کا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ اور اگر کوئی اتنا خاموش رہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والے کو یہ خیال ہوجائے کہ یہ (کبھی) نہ بولے گا پھر وہ ایک بات ایسی کہے جو دل سے نکلی اور ظاہر میں تیر گئی، شریعت کے نزدیک پسندیدہ ہوئی، اللہ نے اس کے سننے کے لئے سامعین کے دلوں کو کھول دیا، سننے والوں نے اس کو اپنے دلوں میں جگہ دی، تو اس کی یہ ایک بات ہی بس ہے۔

جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ ہے

جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ (اور بے دینی) ہے۔ اگر تم کسی کو ہوا میں چار زانو بیٹھا ہوا بھی دیکھو لو (ہرگز) اس کی طرف التفات نہ کرو، جب تک (شریعت کے) امر ونہی کے موقعہ پر اس کی حالت کو نہ جانچ لو۔

صوفیہ اور علماء چار قسم کے ہیں

بزرگو! اس جماعت (صوفیہ) کی تمام حالتیں اول سے آخر تک چار درجوں میں منقسم ہیں اسی طرح علماء وفقہاء کی حالتیں بھی چار درجوں میں منقسم ہیں، جماعت (صوفیہ) کی حالت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص مرشد کا طالب اس لئے ہوا کہ عام لوگوں کو صوفیہ کی طرف مائل دیکھا تو اس نے بھی عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا، اور خانقاہ سے (اور اپنی) جماعت اور شان سے خوش ہونے لگا، دوسرا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مرشد کی تلاش اس لئے کی کہ اس کو اس جماعت کے ساتھ نیک گمان ہے، وہ ان سے محبت کرتا ہے اور ان کے طریقہ سے بھی اور جتنی باتیں ان سے منقول ہیں ان کو نہ دل سے پاکیزہ اور سچے اعتقاد سے قبول کرتا ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ (مرشد تلاش کرنے کے بعد اس نے مقامات میں چلنا شروع کیا، گھاٹیوں کو طے کیا، اور اس راستہ کے بلند درجوں پر پہنچ گیا، مگر کسی وقت حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سنریہم آیاتنا فی الآفاق (وفی انفسہم) کہ ہم اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کی جانوں میں ان کو دکھلائیں گے سُن کر ٹھہر گیا، اب کبھی تو مخلوق کو خدائی نشان سمجھ کر اس کے مشاہدہ میں پڑ گیا اور ایسا مشغول ہوا کہ (اس خالق) سے بھی غافل ہو گیا جس نے یہ نشان دکھلایا تھا، اور کبھی اپنے نفس پر یہ سمجھ کر نظر کرنے لگا کہ اس بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا نشان (قدرت

وحکمت، دکھلایا ہے، اور اس میں پڑ کر اللہ تعالیٰ سے غافل ہو گیا، اور یہ مقام مقام ادلال (و ناز) ہے اسی سے شطحیات (دعوے) اور حد سے بجا و بے جا پیدا ہوتا اور اونچے درجات میں پہنچنے کا اظہار اور شاہی حالت اور قول و فعل اور طاقت وقوت کا ظہور ہوتا ہے، اور چوتھا درجہ یہ ہے کہ آدمی ہر فعل و قول اور ہر حالت وعادات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم قدم پر اتباع کرتا ہوا عبدیت کا جھنڈا بلند کرتا ہوا دربار الٰہی میں ذلت کے ساتھ اپنی پیشانی کو بچھاتا ہوا طریق کو طے کر کے ہر چیز کے سر پر کل شیء ھالک الا وجھہ (ہر چیز خدا کی ذات کے سوا فنا ہونے والی ہے) کا مشاہدہ کرتا، اور مخلوقات میں ہر ذرہ کی پیشانی پر الا للہ الخلق والامر یاد رکھو اللہ ہی کا حکم چلنے والا ہے وہی پیدا کرنے والا ہے لکھا ہوا پاتا ہے، اپنی حد پر ٹھہرا رہتا، اور زمین ادب پر اپنا رخسارہ لگائے رہتا ہے، نشانہائے قدرت کی گھاٹیوں پر درمیان سلوک میں گذرتا ہے، تو ان سے ہٹ کر معبود کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا، پس پہلے درجہ والا تو محجوب (اور محروم) ہے دوسرے درجہ والا محب (و عاشق) ہے تیسرے درجہ والا (راستہ طے کرنے میں) مشغول ہے، (ابھی مقصود تک نہیں پہنچا) اور چوتھے درجہ والا کامل ہے، پھر ان سب درجوں میں اور بہت سے درجے ہیں جو عارف کو انسان کی حالت (میں غور کرنے) سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

اب علماء و فقہاء کے درجات معلوم کرو، ان میں پہلا درجہ تو یہ ہے کہ انسان جھگڑنے بحث کرنے، فخر کرنے، اور مال جمع کرنے بہت باتیں بنانے کے لئے علم حاصل کرے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ کسی نے بحث و مناظرہ اور بڑا بننے کے لئے تو علم حاصل نہیں کیا، لیکن اس کو یہ خواہش ہے کہ میرا شمار علماء میں ہو جائے تاکہ کنبہ اور خاندان والے مجھے اچھا کہیں، اسی مقصود پر اس نے کفایت کی اور ظاہر شریعت

پر چلتا رہا آگے کچھ نہیں، تیسرا درجہ اس شخص کا ہے جس نے مشکل مسائل کو حل کیا منقولات و معقولات کی باریک باتیں معلوم کیں، مناظرہ کے دریاؤں میں گھس گیا، اور ان تمام باتوں میں اس کی نیت یہ ہے کہ (علم حاصل کر کے) شریعت کی مدد کرے گا، مگر اس کے اندر غرور علم ہے، علم کی وجہ سے دوسروں کو اپنے سے کم سمجھتا ہے، جب (کسی مسئلہ میں) شریعت کی حمایت کو کھڑا ہوتا ہے، اس وقت اگر کوئی اس کی دلیل پر اعتراض کر دے تو اپنے نفس کی حمایت میں ایسا مغلوب ہو جاتا ہے کہ حد سے نکل جاتا، اور مدمقابل کے خلاف دلیلیں قائم کرنے لگتا، اس کو برا بھلا کہنے لگتا اور بعض اوقات اس کو کافر بنا دیتا، اس پر طعن کرنے لگتا ہے، اور ایسا حملہ کرتا ہے جیسا درندہ (شکار پر) حملہ کیا کرتا ہے، شریعت کی مقرر کردہ حد کی (بالکل) رعایت نہیں کرتا، نہ اپنے حالات میں، نہ مدمقابل کے معاملات میں۔ چوتھا درجہ اس شخص کا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا تو اس نے اپنے آپ کو غافلوں کے جگانے اور جاہلوں کو راستہ بتانے، بھاگنے والوں کو واپس لانے، اور مفید علوم اور نصیحت (کی باتیں) پھیلانے کے لئے وقف کر دیا، جو باتیں شرعاً بری ہیں (نفسانی) غرض سے پوری طرح الگ ہو کر ان پر انکار کرتا ہے۔

اور جو شرعاً پسندیدہ ہیں ان کو پسند کرتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ اچھی بات وہی ہے جس کو شریعت نے اچھا بتلایا، اور بری وہی ہے جس کو شریعت نے برا بتلایا، (اپنی غرض کے لئے کھینچ تان کر کسی چیز کو اچھا بنانے یا برا بنانے سے وہ اچھی یا بری نہیں ہو جائے گی) عقلمند بن کر (حکمت کے ساتھ) نیک کاموں کا حکم کرتا ہے، نہ بات میں سختی کرتا ہے نہ برتاؤ میں، مہربان بن کر برے کاموں سے روکتا ہے نہ حد سے بڑھتا ہے نہ کسی پر ظلم کرتا ہے، پس پہلے درجہ والا تو برا ہے دوسرے

درجہ والا محروم ہے۔ تیسرے درجہ والا دھوکہ میں ہے، چوتھے درجہ والا صاحب معرفت (سچا عالم) ہے۔ پھران درجات میں سے بھی ہر درجہ میں بہت سے درجات ہیں جو آدمی کی حالت سے معلوم ہو سکتے ہیں اور معصوم وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ بچالیں حقیقت تمہارے سامنے ظاہر ہی ہو چکی۔

صوفیہ اور علماء دونوں کے طریق کا منتہیٰ ایک ہے

بزرگو! صوفیہ کے طریق کا منتہیٰ وہی ہے جو فقہاء کے طریق کا منتہیٰ ہے اور فقہاء کے طریق کا منتہیٰ وہی ہے جو صوفیہ کے طریق کا منتہیٰ ہے، جن گھاٹیوں میں پھنس کر فقہاء (مقصود کی) طلب سے رہ جاتے ہیں انہی گھاٹیوں میں صوفیہ بھی اپنے سلوک میں مبتلا ہوتے ہیں (دونوں کو مقصود سے روکنے والی ایک ہی چیز ہے یعنی غرض نفسانی اور حبِّ دنیا و حب جاہ اور دونوں کو مقصود تک پہنچانے والی بھی ایک ہی چیز ہے یعنی اخلاص اور ماسوائے حق سے رخ پھیر لینا) طریقت عین شریعت ہے اور شریعت عین طریقت ہے۔ دونوں میں صرف لفظی فرق ہے اصل اور مقصود اور نتیجہ (دونوں کا) ایک ہے میرے نزدیک جو صوفی فقیہ (عالم) کی حالت پر انکار کرے (اس کو برا کہے) یقیناً مبتلائے قہر ہے اور جو فقیہ صوفی کی حالت پر انکار کرے (اس کو برا کہے) وہ بھی راندۂ درگاہ ہے، ہاں اگر کوئی عالم صرف اپنی زبان سے حکم کرتا ہو شریعت کی ترجمانی نہ کرتا ہو یا صوفی اپنے طور پر راستہ طے کر رہا ہو شریعت کے موافق نہ چلتا ہو تو پھر ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں) کسی پر گناہ نہیں۔

صوفی اور عالم اگر محقق ہوں تو ایک دوسرے پر انکار نہیں کر سکتے

یہاں صوفی کامل اور فقیہ عارف مراد ہے جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں ان دونوں کی نہایت ایک ہے اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے پر انکار نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے تو یقیناً وہ تصوف اور علم شریعت سے ناواقف ہیں، صوفی عارف اس وقت کیا کرے گا جب اس سے کوئی عالم عارف یہ سوال کرے کہ کیا تم اپنے مریدوں سے یوں کہہ سکتے ہو کہ نماز نہ پڑھو! روزہ نہ رکھو، گناہوں سے نہ بچو، اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدود پر نہ ٹھہرو، تم کو خدا کی قسم! کیا وہ اس (سوال) کے جواب میں حاشاللہ (اور نعوذ باللہ) کے سوا کچھ اور بھی کہہ سکتا ہے؟ (اسی طرح) فقیہ عارف اس وقت کیا کرے گا جب کوئی صوفی عارف اس سے یہ کہے کہ کیا تم اپنے شاگردوں سے یہ کہہ سکتے ہو کہ ذکراللہ زیادہ نہ کرو، مجاہدات کے ذریعہ نفس کے ساتھ جنگ نہ کرو، اللہ کے لئے سچا (اور کامل) اخلاص حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، تمہیں خدا کی قسم! کیا وہ بھی اس کے جواب میں حاشاللہ (اور استغفراللہ) کے سوا کچھ کہہ سکتا ہے! بس اب (معلوم ہو گیا کہ دونوں کی) اصل اور مقصود اور نتیجہ ایک ہی ہے[له] صرف لفظ کا فرق رہ گیا اور کچھ نہیں پس جب صوفی کو لفظوں کا پردہ اصل اور مقصود اور

له نماز روزہ زکوٰۃ کی فرضیت اور گناہوں کی حرمت پر دونوں کا اتفاق ہے اسی طرح کثرت ذکراللہ اور مخالفت نفس اور تحصیل اخلاص کی ضرورت پر بھی دونوں متفق ہیں صرف اتنی بات رہ گئی کہ نماز روزہ وغیرہ بجالانے گناہوں سے بچنے کا نام لوگوں نے شریعت رکھ لیا اور کثرت ذکر مخالفت نفس اور تحصیل اخلاص کا نام تصوف رکھ لیا مگر نام کے بدلنے سے حقیقت نہیں بدل سکتی مقصود اور نتیجہ دونوں کا ایک ہے ۱۲ ظ

نتیجہ کے سمجھنے سے روک دے وہ جاہل ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا۔ (پس یہ صوفی یقیناً ولایت سے کورا ہے) اور جس فقیہ (عالم) کو یہ لفظی حجاب حقیقت سمجھنے سے روکدے وہ بھی محروم ہے اے اللہ! میں اس علم سے آپکی پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

عزیز من! ان مسکین صوفیوں سے جو حجاب میں پڑے ہوئے ہیں کہہ! کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے شہروں میں کوئی ایسا عالم موجود رہے جو بے دینوں بدعتیوں اور گمراہوں کے شبہات کا روشن دلیلوں سے جواب دیتا رہے؟ اگر نہیں چاہتے تو یہ تمہاری جہالت وحماقت ہے اور اگر چاہتے ہو تو علماء کی ضرورت کو تم نے تسلیم کرلیا پھران پر انکار واعتراض کیوں کرتے ہو؟

عزیز من! (اسی طرح) ان غریب علماء سے بھی جو حجاب میں پڑے ہوئے ہیں پوچھو! کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ تمہارے شہروں میں کوئی ایسا شخص رہے جو زبردست کرامتوں سے منکروں گمراہوں (اسلام کے مخالفوں) معاندوں کو دبا دے (اور مغلوب کردے جن کو دیکھ کر مخالفین اسلام خود ہی بول اٹھیں کہ واقعی اسلام سچا مذہب ہے بحث وتکرار کی نوبت ہی نہ آئے ۱۲) کیا تمہارا دل یہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی زبان (کا سلسلہ) بند ہوجائے؟ تمہارے نفس یہ خواہش کرتے ہیں کہ معجزات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت جاتی رہے؟ (اگر تمہاری یہی تمنا ہے تو اپنے ایمان کی خیر مناؤ اگر نہیں تو بتلاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی ترجمان کون ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا نمونہ کس کے پاس ہے؟ تمہارے یا صوفیہ کے اگر یہ لوگ نہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی اور باطنی کمالات کا نمونہ دنیا کو کون دکھلائے گا؟

(آیت) یوم لا یخزی اللہ النبی والذین اٰمنوا معہ نورھم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم گواہی دے رہی ہے کہ نبوت احمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ (باطنی) زبان اور یہ سلطنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ باقی رہے گی (آیت) نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ ان حقائق کے دوام (بقار) کو ثابت کر رہی ہے تم (اس تفریق سے کہ صوفی علماء پر اعتراض کرتے ہیں اور علماء صوفیہ پر) اپنی بربادی کے لئے اپنے ہاتھوں سے کنواں کھود رہے ہو، اے خواص! اے عوام! اے وہ حضرات! جو دونوں قسم کی شان رکھتے ہیں تم سب ایک ہی جماعت ہو۔

ان الدین عند اللہ الاسلام ط

فرقہ بندی نہ کرو تم سب مسلمان ہو

اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے یعنی اسلام، تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق نہ بنو یریدون ان یطفئوا نور اللہ با فواھھم ط (ترجمہ) وہ اپنے منہ سے

لہ ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا کر ان کے ساتھ ہوئے رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے آگے اور دائیں طرف چلتا ہوگا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین پر کفار کی طرف سے کسی قسم کا الزام قائم نہ ہو سکے گا کیونکہ ان کے ساتھ ایک ایسا نور ہے جو خود بخود لوگوں پر ان کی حقانیت ثابت کرتا ہے اور یہ نور سب سے زیادہ صوفیہ کرام میں نمایاں ہے جو کثرت ذکر اللہ اور تقویٰ سے پیدا ہوتا ہے وکان الاستدلال بقولہ تعالیٰ او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمٰت لیس بخارج منہا الاٰیۃ کان اولی ۱۲

لہ مسلمانوں سے فرشتے قیامت میں کہیں گے کہ ہم تمہارے مددگار تھے دنیا میں بھی اور ساتھی ہیں آخرت میں بھی اور غیبی امداد کا صوفیہ کے ساتھ ہونا بہت زیادہ ظاہر ہے جس پر ان کی کرامات دلالت کرتی ہیں ۱۲ ط

سہ یعنی علم شریعت اور علم طریقت دونوں کے جامع ہیں ۱۲ کہ اللہ اللہ آجکل ہم مسلمان کہاں سے کہاں پہنچ گئے کوئی اپنے کو شافعی کہتا ہے کوئی حنفی کوئی امدادی کوئی رحمانی کوئی چشتی کوئی سبحانی کوئی رشیدی کوئی اشرفی اور محمودی، اے قوم، تم سب کا ایک ہی نام ہے مسلم، یہ نام خدا کا دیا ہوا ہے خلیل اللہ کا دیا ہوا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے نام اپنے لئے تجویز نہ کرو کہ شیطان کو اسی سے تفرقہ اندازی کا (بقیہ صفحہ ۲۰۴ پر)

مصداق نہ بنو یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ط ترجمہ "وہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں" پس تم ایسا نہ کرو، اللہ کے ایک دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو، تم کو چاہیے کہ تمہارے اندر جو عالم ہو وہ جاہل کو نصیحت کرے، کامل ناقص کو (کمال کی طرف اپنے) کھینچے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتا ہوا وتعاونوا علے البر والتقوی (باہم ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں) سختی کے ساتھ نہیں، دھوکہ (اور فریب) اور ظلم و تکبر اور بڑائی کے ساتھ نہیں، (بلکہ نرمی اور خیر خواہی سے نصیحت کرو، تدبیر و حکمت سے راستہ پر لاؤ (۱) اس کا مضائقہ نہیں کہ تم جس بات کا حکم کرنا چاہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بن کر صاف صاف کہو، مگر صاف کہنے سے پہلے (مخاطب کو) سمجھا دو (کیونکہ) سمجھی ہوئی بات (خود ایک) مقناطیس ہے جو اپنی طرف (کھینچنے والی ہے،

وعظ و نصیحت میں نرمی کرو سختی نہ کرو

اے صوفی! اے عالم! اے وہ جس نے دونوں شانیں جمع کر لی ہوں! تو سختی کر کے) کیا چاہتا ہے؟ کیا لوگوں کو گالی دینا ' ان پر سختی کرنا ان سے بڑا بننا' اور حد سے آگے بڑھنا چاہتا ہے؟ خدا کی قسم! یہ تو تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نہیں، نہ یہ تیرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب

(بقیہ از صفحہ ۲۰۳) موقوفہ ملاحظہ منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ہے، ایک ہی اس کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک ہے، حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک ہے، کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک ہے، فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں، کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں ۱۲ ط ۱ یعنی اپنی طرف سے حکم نہ کرو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کر کے نصیحت کرو، اگر تم اپنی طرف سے حکم کرو گے مخاطب پر گرانی ہوگی اور اگر یہ کہو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے تو مسلمان اس کے آگے سر جھکا دے گا مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی دفعۃً بیان نہ کرو بلکہ پہلے مخاطب کو نرمی سے سمجھاؤ پھر حدیث بیان کرو ۱۲

(کسی کو) کسی بات سے منع کرنا چاہتے تھے تو کرنے والے کا نام نہیں لیتے تھے، بلکہ یوں فرماتے لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسے ایسے کام کرتے ہیں بعض آدمی کیسے ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں۔ (او کما قال وکان یقول) اے ام عبیدہ[1] کے رہنے والو! تمہارا کیا حال ہوا اگر میں تم سے کہوں کہ تم ایسے ہو تم ویسے ہو تم کو برا بھلا کہوں، تمہاری شان میں سخت الفاظ استعمال کروں تمہاری طرف بری بری باتیں منسوب کروں پھر اسی مجلس سے ہوا میں اڑ جاؤں، اور تھوڑی دیر میں واپس چلا آؤں، تو کیا تمہارے دلوں میں میرے برا بھلا کہنے اور سخت الفاظ استعمال کرنے کی تلخی باقی نہ رہے گی؟ گو تمہارے اوپر میرے اڑنے کی شوکت اور میری حالت کی ہیبت بھی (کسی قدر) طاری ہو جائے۔ کیوں نہیں خدا کی قسم !! اس کرامت کے دیکھ لینے کے بعد بھی سخت کلامی کی تلخی ضرور دل میں رہے گی) انسانی طبیعت کا مقتضیٰ یہی ہے اور کیا عجب ہے کہ اس وقت فقیہہ ابوشجاع[2] اپنے دل میں یوں کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وعظ ونصیحت میں ایسی سختی کبھی نہیں کی کہ (سامعین کو) برا بھلا کہا ہو، نہ آپ نے کسی کا نام صاف طور سے لیا، نہ ہوا میں اڑ کر معجزہ کی قوت سے طبائع پر قبضہ جمایا، اور ممکن ہے کہ شیخ عمر فاروقی (اپنے دل میں) یوں فرمائیں کہ اللہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولك (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آدمی آپ کے پاس سے بھاگ جاتے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو نرمی اور شفقت کی تعلیم ہے، پھر دوسروں کو وعظ و نصیحت میں

---

[1] یہ حضرت شیخ کے شہر کا نام ہے ۱۲ [2] ایک بڑے عالم کا نام ہے جو شیخ کی مجلس میں اس تقریر کے وقت موجود تھے اسی طرح شیخ عمر فاروقی بھی ۱۲ ظ

سختی[1] کا کیا حق ہے، اور اگر کوئی واعظ مسجد شط[2] میں ٹوٹے ہوئے بوریئے پر بیٹھ کر پھٹے پرانے کپڑے پہن کر تم سے یوں کہے، اے دوستو! اے بھائیو! شراب پینے والا ملعون ہے، جھوٹ بولنے والا ملعون ہے، ظلم کرنے والے پر لعنت ہے، اور اس مجلس میں کوئی ایسا شخص بھی ہو جو ان کاموں میں مبتلا ہو تو (بتلاؤ) اس وقت کیا حال ہوگا؟ کیا اس کا نفس غرور میں آکر اس واعظ سے نفرت کرے گا یا اس کی فقیری اور عاجزی کی حالت اس کو توبہ کی طرف کھینچ لے گی گو نفس کتنا ہی بہانہ کرے، اور (بتلاؤ) کونسی حالت جلدی اصلاح کرنے والی ہے۔

نرمی اور تواضع کی نصیحت جلدی اثر کرتی ہے

کیوں نہیں خدا کی قسم! آدمی کا اپنے نفس (کی نفسانیت) اور اپنی شوکت دعوت سے الگ ہو کر نصیحت کرنا دبا دینے والی زوردار حالت سے زیادہ دلوں پر اثر کرتا اور جلدی اثر کرتا ہے، کیونکہ دبا دینے والی زوردار حالت چاہے کیسی ہی (زبردست) ہو (مخاطب کے) دل میں اس کی وجہ سے کچھ خلش ضرور رہ جاتی ہے، اور عاجزی کی حالت (میں جو نصیحت ہو وہ) کسی چیز کو نہیں چھوڑتی، وہ نفس کے اندر پہنچتی ہے، اور اس کو پاک کر دیتی ہے پھر دل کے اندر پہنچتی ہے، اور وہاں جم جاتی ہے، عاجزی کے ساتھ اس کی ضد کبھی جمع نہیں ہو سکتی (تو مخاطب کے دل میں واعظ کی عاجزانہ نصیحت سے اپنی بڑائی

---

[1] خلاصہ یہ ہے کہ مشائخ طریقت کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہمارے مریدوں کے دلوں پر سخت الفاظ سے اس لئے گرانی نہیں ہو سکتی کہ وہ ہماری کرامات دیکھ کر گرویدہ ہو چکے ہیں ولی کی کرامات نبی کے معجزات کی برابر نہیں ہو سکتیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اگر آپ سخت کلام سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے حالانکہ صحابہ کی شان جاں نثاری معلوم ہے کسی شیخ کے مریدان کے برابر جاں نثار نہیں ہو سکتے جب ان پر بھی سختی کا یہ اثر ہوتا تو اور لوگوں کا پوچھنا ہی کیا؟ ۱۲ ظ [2] ایک مسجد کا نام ہے ۱۲ ظ

اور اینٹھ مروڑ کا خیال ذرا بھی نہ آئے گا کیونکہ واعظ کی عاجزانہ حالت نے اس میں گھر کرلیا اور تواضع وانکسار پیدا کر دیا ہے) پس جب تم لوگوں کے سامنے وعظ کہو کسی کا نام صاف صاف کبھی نہ لو، بلکہ اشارہ سے کام لو کیونکہ اس میں سنت (نبویہ) صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ، اور مشک بوئے رسالت کی مہک ہے اور خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اسی سے قلوب کی اصلاح فرماتے ہیں اس کے ہوتے ہوئے تمہارے احوال (مواجید وکرامات) کی کچھ ضرورت نہیں، (صاحبو!) یہ کیا حالت ہے (کہ تم اپنے وجد اور حال اور کرامات سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہو سو) جس کو لوگوں سے بڑا بننے کی طلب ہے، جو اپنے آگے لوگوں کی گردنیں جھکانا چاہتا ہے۔ اس سے میں یہ کہوں گا کہ اے مسکین! اس خیال کو چھوڑ دے تیرے سامنے گردنیں جھک گئیں تو دل نہیں جھکیں گے۔ جس وقت تیرا حال اور وارد اتر جائے گا اسی وقت لوگوں کے دل بھی تجھ سے پھر جائیں گے، ان کے قدم تجھ کو روند ڈالیں گے، اور تو اپنا سامنہ لے کر رہ جائیگا (اور اگر یہ مقصود[1] نہیں بلکہ باطنی توجہ کا اثر صرف اس لئے ڈالا جاتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف کھنچ آئیں ان کے دلوں میں خدا کی محبت پیدا ہو جائے تو اس سے کہہ دینا چاہئے کہ

توجہ اور تصرف سے ہدایت نہیں ہوسکتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتی ہے

تیری توجہ اور ہمت سے کسی کو ہدایت نہیں ہوسکتی مخلوق کو ہدایت اسی وقت ہوگی جب خود اللہ تعالیٰ ان کو کھینچنا چاہیں گے، بزرگی اور تقدس اور ہمت و توجہ و کرامت کے زور سے مخلوق کو ہدایت ہو جایا کرتی تو امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے مقصود

[1] اس جگہ عبارت بین القوسین اصل کتاب کی عبارت کا واضح الفاظ میں حاصل مطلب ہے، ترجمہ اس لئے نہیں کیا کہ مضمون باریک تھا ترجمہ سے عوام کی سمجھ میں نہ آتا ۱۲ ظ

ہیں ضرور کامیاب ہو جاتے، کیونکہ انھوں نے بشریت کے تقاضے سے جس حق شرعی کے لئے کوشش کی تھی وہ ان کا حق ضرور تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ اس حق کو اس غرض سے نہیں طلب کر رہے تھے کہ لوگوں کی گردنیں اپنے سامنے جھکا دیں، بلکہ اس لئے طلب کر رہے تھے کہ مخلوق کو اللہ کے سامنے جھکا دیں، دنیا سے ہٹا کر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف کھینچ لائیں، مگر انھوں نے (مخلوق خدا کو) اللہ کے ارادے سے پہلے کھینچنا چاہا اس لئے شانِ ربوبیت کی غیرت نے ان کی روح کو مقام صدق[لہ] کی طرف اٹھا لیا جب روح اپنے بلند درجہ میں قرار پا چکی تو اس کو اپنے جسم مبارک کا اشتیاق اور دشمنوں نے جو برتاؤ اس کے ساتھ کیا تھا اس سے رنج ہوا۔ اس پر اللہ کی طرف سے ان ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی، اور انصاف کی تلوار نے دونوں طرف اپنا کام کیا، امام کی شہادت تو ان کے حق میں بلندی درجات کا سبب ہو گئی اور دشمنان خدا کی کامیابی ان کے لئے رسوائی اور ذلت کا باعث ہوئی، دشمنوں نے آپ کا کچھ نہیں بگاڑا گو ظاہر میں ان کو تھوڑی بہت کامیابی ہو گئی، مگر درحقیقت امام کے جسم میں جو کچھ تصرف کیا غیرت خداوندی نے کیا، اور گویا آپ سے یوں کہا گیا کہ تم لوگوں کو میری طرف لانا چاہتے تھے اور میں تم کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا میرے ارادہ نے تمہارے ارادہ کا مقابلہ کیا تو ان لوگوں کے ہاتھوں تم کو اپنے پاس بلا لیا جن کو میں نے اپنے سے دور کر دیا تھا، اور بتلا دیا کہ جو میں چاہتا ہوں وہی کرتا ہوں اور دوسرے میرے واسطے میرے ارادہ سے پہلے جو کچھ کرنا چاہتے ہیں اس کو میں پورا نہیں کرتا، مگر تم کو اپنی طلب کا ثواب مل گیا کیونکہ تم نے مخلوق کی گردنوں کو

لہ ولایت کا بہت بلند درجہ ہے ۱۲

میرا آگے جھکانا چاہا تھا، اپنے آگے نہیں، اگر تم مخلوق کو اپنی طرف بلاتے تو میں تم کو اپنی طرف نہ کھینچتا۔ جو شخص لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا چاہے، وہ دو خطروں میں سے ایک میں مبتلا ہوتا ہے یا تو میرا قہر جلد نازل ہوتا ہے، یا ڈھیل دی جاتی ہے، اگر میں اس پر قہر نازل کروں تو ان لوگوں کے ہاتھ سے نازل کروں گا جن کو میں نے اپنا مقرب بنایا ہے ان کے ذریعہ سے اس نالائق کو اپنے سے دور کر دیتا ہوں، اور اگر ڈھیل دیدی تو وہ گمراہی میں پڑا رہتا ہے،

بزرگو! اللہ کے دشمنوں کو ولی اللہ کے صاحبزادے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، اللہ کے محبوب، محبوبان الٰہی کے فرزند (امام حسین رضی اللہ عنہ) پر جن کا مبارک اور بزرگ جسم اللہ کی طرف بلا رہا تھا اور روح پرندہ بن کر اللہ کی بارگاہ قدس کی طرف اڑ رہی تھی، اسی لئے جرأت کا موقعہ مل گیا کہ انھوں نے اللہ تعالےٰ کے ارادہ سے پہلے (مخلوق کو) اللہ کی طرف کھینچنا چاہا تھا، تو اب اس شخص کا کیا حال ہوگا جو لوگوں کو خود اپنے نفس کی طرف بلاتا ہو اس کا تو جسم برباد اور روح پر پھٹکار ہوگی، اور اس کی حالت خود ہی اس کی (نیت) پر گواہ ہوگی،

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب سے پیش آؤ

اللہ اللہ، خدا کے ساتھ ادب کرو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ مخلوق خداوندی کا ادب کرنا سیکھو کیونکہ) یہ مخلوق الٰہی (دربار خداوندی کی) دہلیزیں اور دروازے ہیں، اگر تم کو مخلوق الٰہی کے ادب کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو جانے کے دروازے بھی تمہارے واسطے کھلے رکھے ہیں، اگر تم مخلوق الٰہی کا ادب بجا لانے سے واقف نہ ہوئے تو مخلوق میں پھنس کر

اللہ تعالیٰ سے رہ جاؤ گے، (مخلوق کا ادب یہ ہے کہ لوگوں کا دل ہاتھ میں لو ان کی دلداری کرو) اسی لئے جن حضرات کو معرفت اور سچا ذوق حاصل ہے وہ دلوں کے جوڑنے ہی میں لگے رہے، انھوں نے لوگوں کے پیروں تلے راستوں میں اپنے رخسارے بچھا دیئے، اور (اس تواضع و خاکساری کی بدولت) ان کی روحیں مقبولیت کے درباروں میں باطنی بازوں سے اڑنے لگیں، پس انھوں نے مخلوق کے ذریعے حق تعالیٰ کو پہچان لیا اور اللہ تعالےٰ کو مخلوق سے بہت دور پایا' حدیث قدسی انا عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی (میں ان کے پاس ہوں جن کے دل میرے واسطے انکسار و خاکساری اختیار کرتے ہیں) تم کو بتلا رہی ہے کہ مخلوق کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کو کیونکر پہچانا جا سکتا ہے، وہ طریقہ یہی ہے کہ مخلوق کے سامنے تواضع اور خاکساری اختیار کرو مگر اس کا منشا کوئی دنیوی غرض نہ ہو بلکہ صرف اللہ کے لئے ہو ۱۲) اور اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ (کی ذات) میں خیال نہ دوڑاؤ، جس فکر کا (یہاں) حکم کیا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ مخلوقات کے اندر صانع عالم جل و علا کے ادب[1] کو سوچو،

---

[1] یعنی یہ سوچو کہ مخلوق الٰہی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کا حق ادب ادا ہو جائے اس بات کو جتنا سوچا جائے گا اسی قدر مخلوقات کے ساتھ تواضع و انکسار سے پیش آنے اور شفقت و ہمدردی کرنے کا تقاضا ہوگا کیونکہ اس وقت ہر مخلوق میں صانع عالم کی تجلی نظر آئے گی ؎ برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار ۔۔ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ۔۔ اور یہ تجلی انسان میں دوسری مخلوقات سے زیادہ نظر آئے گی کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ نظر آئے گی کہ اصلی انسان وہی ہیں کفار حقیقت میں آدمی نہیں کیونکہ وہ طریقہ آدم چھوڑ کر طریقہ ابلیس پر چل رہے ہیں اور جو شخص اپنے باپ کا طریقہ چھوڑ کر دشمن کا ساتھ دے وہ اس کے خاندان سے باہر ہے گو برائے نام اس کی طرف (بقیہ صفحہ ۲۱۱ پر)

نبوت کی عظمت اور مراتب انبیا و اولیا کا بیان

بزرگو! عالم نبوت بہت بڑا عالم ہے جو تمام جہانوں کو جامع اور گھیرے ہوئے ہے، انبیاء علیہم السلام ہی زمین میں درحقیقت اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، ان کی ہمتیں آسمانی ہیں، قلوب عرشی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار (بھید) ان پر منکشف ہوئے ہیں، اغیار سے وہ بالکل الگ ہیں، مخلوق کو اللہ کی طرف کھینچنے والے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے کے ابتدائی درجات اور صدیقین کے انتہائی درجات کے درمیان تین لاکھ اڑسٹھ ہزار درجے ہیں، صدیقین کے لئے انبیاء کے درجات میں سے کسی درجہ پر پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اور انبیاء علیہم السلام کے مراتب اور سید المخلوقین (سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے کے درمیان بہت سے درجات و مراتب ہیں آپ کے درجۂ محبوبیت ہی میں اس قدر درجات اور مقامات ہیں جن کی حد اور شمار نہیں ہوسکتی کوئی آن نہیں گذرتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ بلند نہ ہوتا ہو، درجہ نہ بڑھتا ہو، ہر وقت آپ کو ایک خاص مقام ملتا ہے جس میں پہلے سے زیادہ اللہ کا قرب

(بقیہ از صفحہ ۲۱۰) منسوب ہو اللہ تعالیٰ نے پسر نوح کی بابت صاف فرما دیا ہے انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح وہ آپ کے اہل وعیال سے خارج ہے کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں پس آدمی وہی ہے جو آدم علیہ السلام کے طریقہ پر صاحب ایمان اور موحد قائل آخرت ہو جو ایسا نہیں وہ آدمی نہیں ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا ؎ ایں کہ می بینی خلاف آدم اند ؛ نیستند آدم غلاف آدم اند ؛ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قرآن میں تو باپ دادا کی تقلید سے انکار کیا گیا ہے جواب یہ ہے کہ قرآن میں انہی باپ دادوں کی تقلید پر انکار کیا گیا ہے جو آدمی نہ تھے جانور تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے اولو کان اباؤھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون کیا اگرچہ ان کے آبا و اجداد کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں اور راستہ گم کر چکے ہوں (جانوروں کی طرح بیوقوف بن کر بھٹکتے پھرتے ہوں کیا پھر بھی ان کی تقلید کی جائے گی خوب سمجھ لو ۱۲ ظ

حاصل ہوتا ہے، اس مقام کو اسرار (باطنیہ) احاطہ نہیں کر سکتے، نہ کسی کا وہم وفکر وہاں تک پہنچ سکے، یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ آپ پر نعمت کو تمام کر دیا جائے، اور شرف محبت کو کامل کر دیا جائے، (اور اس کے لئے ہر آن میں ترقی کی ضرورت ہے کیونکہ بارگاہ قرب الٰہی غیر متناہی بارگاہ ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست ہرچہ بروئے میرسی بروے مایست

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ اپنے لئے علم و معرفت کی ترقی کی دعا فرماتے رہیئے۔ وقل رب زدنی علما (۱)

صدیقین کے ابتدائی درجات اولیاء مقربین کے انتہائی درجات کے درمیان ایک ہزار ایک سو باون درجے ہیں جن کا راستہ تو اولیاء مقربین[لہ] کے واسطے کھلا ہوا ہے مگر وہ ان کے انتہائی درجات تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور قطبیت جامعہ کے اٹھاسی ہزار سولہ درجہ ہیں ہر درجہ کسی ایک عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور اولیاء زمانہ کے تمام درجے قطب جامع (کامل) کے مرتبہ کے سامنے گویا زمین پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور اس کا درجہ آسمانوں کے دروازوں میں چڑھا چلا جاتا ہے، اولیاء کے درجات اور امامت کے ان صلحاء کے درجات میں جن کا شمار اولیاء میں نہیں ہے ایسا فاصلہ ہے جیسا زمین و آسمان میں، صلحاء کے مراتب اور عام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کے درمیان دو درجے ہیں (ایک[ملہ]) توبہ (دوسرے) نیک عمل (ان

لہ یعنی اولیاء مقربین صدیقین کے مقامات کی سیر کر سکتے ہیں مگر وہاں ٹھہر نہیں سکتے سیر کے بعد پھر اپنے درجہ پر نیچے آجائیں گے ۱۲ (۱) یہاں سے دور تک علوم کشفیہ ہیں جو خواص کے قابل ہیں عوام ان میں غور نہ کریں بلکہ تبرکاً بڑھ لیں ۱۲ ملہ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام گناہوں سے خواہ حق اللہ کے متعلق ہوں خواہ حق العبد کے سچے دل سے توبہ کرے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے بندوں کے حقوق ضائع کئے ہوں تو ان سے معافی طلب کرے اور جو حقوق ایسے ہیں جن کی قضا واجب ہے جیسے گذشتہ نمازیں وزکوٰۃ وغیرہ یا کسی کا (بقیہ صفحہ ۲۱۳ پر)

دونوں کو اختیار کر کے عام مسلمان صلحاء میں داخل ہو جاتے ہیں پھر عمل میں اخلاص اور احسان کا درجہ کاملہ حاصل کر کے اولیاء کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ پھر عبدیت و اتباع سنت میں کمال حاصل کر کے اولیاء مقربین بن جاتے ہیں ۱۲ ظ)

خواب کی تحقیق

اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں کا ایک حصہ ہے اور یہ (حقیقت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب ہے (یعنی حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں کا ایک حصہ ہے اس سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب مراد ہے) کیونکہ آپ کی رسالت (کی مدت) تیئیس[۲۳] سال ہے جس کے چھ[۶] مہینے میں آپ پر خواب میں وحی نازل ہوتی تھی اب اگر تم اس تمام مدت کے چھ چھ مہینہ بنا کر دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب آپ کی نبوت کا (چھیالیسواں) حصہ ہے، اور آپ کی عظیم الشان نبوت کے تمام درجے محفوظ ہیں، خواہ بیداری ہو یا خواب (پس آپ کا خواب بھی وحی ہے اور وہ بھی نبوت کا ایک مرتبہ ہے دوسروں کا خواب نبوت کا حصہ نہیں ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ نیک بندوں کا اچھا خواب نبوت کے چھیالیسویں حصہ سے مناسبت رکھتا ہے ۱۲) اور مسلمان کا خواب وحی (کے مشابہ) اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ملائکہ (خواب میں) اس کے پاس آئیں، اور ملائکہ (خواب میں) اسی کے پاس آ سکتے ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اس کی یاد کرتا ہو، اور اللہ کی مرضیات پر جما ہوا ہو، اس وقت فرشتوں کا اس کے پاس آنا بشارت، اور اطمینان کا باعث ہوگا۔

(بقیہ از صفحہ ۲۱۲) قرض ذمہ ہو یا کسی کا مال ضائع کیا ہو تو ان کو ادا کرے یعنی ادا کی فکر میں لگ جائے اور بقدر ہمت ادا کرنا شروع کرے اور جس کا ادا کرنا دشوار ہو اس کے متعلق فتویٰ شرعی حاصل کر کے اس کے موافق عمل کرے اور آئندہ کے لئے تمام گناہوں سے بچنے کا عزم کرے اور جب غلطی سے گناہ ہو جاوے فوراً توبہ کرے۔ عمل سے مراد یہ ہے کہ جتنے کام شریعت میں واجب ہیں فرض ہیں ان کا پابند ہو جاوے ۱۲ ظ

آیت الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الاتخافوا ولاتحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاخرۃ الآیۃ اس مضمون پر شاہد عدل ہے جو ہم نے بیان کیا۔ بزرگو! حدود مراتب کا لحاظ رکھو ورنہ خدائی لشکر کے گھوڑے تم کو اپنے سموں سے روند ڈالیں گے،

ولی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا

(یاد رکھو!) ولی کسی صدیق یا صحابی کے انتہائی درجہ پر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ان حضرات کو مبارک اور پاک نظر محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اوپر کو اٹھا دیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت تک پہنچا دیا ہے، انہوں نے آپ سے محبت کی آپ نے ان سے محبت کی، اللہ ان سے راضی ہوگیا وہ اللہ سے راضی ہوگئے یہی بڑی کامیابی ہے (ولی چاہے کتنی ہی عبادت کرے اس کو یہ بات کہاں نصیب ہوسکتی ہے جو صحابہ کو حاصل ہوئی وہ اپنے واسطے نظر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں سے لے آئے گا) پس تم اگر اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کی پیروی سے قرب حاصل کرو۔ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ان کے راستہ کی پیروی کرو۔ انہی کے متعلق ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماگئے ہیں اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ میرے اصحاب ستاروں جیسے ہیں ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرلوگے ہدایت پالوگے۔

لہ ترجمہ:۔ جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر وہ اس پر جمے رہے ان کے پاس فرشتے آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ تم کچھ اندیشہ نہ کرو نہ غم کرو اور جنت کی بشارت حاصل کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور رفیق ہیں آخرت میں بھی ۱۲

ولایت محض عطاء حق ہے

عزیز من! اہل حال تجھ سے کہتے ہیں کہ تیرا پروردگار تجھ کو پیدا کرتا ہے، پھر فنا کر دیتا ہے، آنکھیں دیتا ہے پھر تجھ کو اندھا کر دیتا ہے، اس کے بعد اس حالت میں کہ تو کچھ نہیں ہوتا محبوبیت کے تخت پر بٹھلاتا اور باتیں کرنے کے لئے مقام انس میں کھڑا کرتا ہے، اس کے بعد اپنے جلال وعظمت کے دبدبہ سے تجھ کو ان چیزوں سے الگ کر دیتا ہے جو اللہ نے اپنے ظہور سے ظاہر کی تھیں، پھر تجھ کو تعظیم وتوقیر کا لباس پہناتا، اور گفتگو کے آداب سے کامیاب بناتا ہے، اس وقت تیرے اندر توفیق اور پختگی کا نور جم جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے فرماتا ہے کہ جو کچھ میں نے دیا ہے اس کو میری توفیق کی قوت سے لے، اپنی بشری طاقت اور انسانی قوت سے بیزار ہو جا، اللہ کی عطاؤں پر پروردگار کی بخششوں کا شکر کر، اپنے تمام معاملات میں رضا اور تسلیم کے دامن تلے آجا، جو کچھ میں نے دیا ہے اس کو لیلے اور شکر کرنے والوں میں ہو جا! یہ سب کچھ اللہ کا فضل ہے تیری کمائی نہیں اس کی عطا ہے تیری کوشش (کا ثمرہ) نہیں اس کی کشش ہے، تیری حرص (کا نتیجہ) نہیں، اس کا الہام ہے تیرا علم نہیں، اس کا احسان ہے تیرا کچھ استحقاق نہیں۔ ظاہر میں سب خاکی پتلے برابر ہیں اور فضیلت میں جو ایک دوسرے سے الگ ہے محض اللہ کے ظہور اور اس کی تجلی کی وجہ سے جتنا ظہور ہو گیا وہ صرف تقدیر سے ہے (بندہ کے اختیار سے نہیں۔ اگرچہ عالم اسباب میں عادت الٰہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی بندہ کی طلب اور عمل کے بعد ہوتی ہے، مگر حقیقت میں طلب اور عمل کو اس میں دخل نہیں (اللہ تعالیٰ کی تجلی کے لئے کوئی چیز علت نہیں) جب بادل پھٹے گا اور صبح چمکے گی، نور کی روشنی خاکی پتلے پر پڑے گی، اور آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی، پھر یہ نور بڑھتے بڑھتے سب چیزوں میں نمایاں ہو گا،

اور اس کا غلبہ سب کو دبالے گا، اس کی سلطنت پختہ ہوجائے گی اور ظاہری صورتوں میں حقائق جلوہ گر ہوں گے، اس وقت صور پھونکا جائے گا۔ نامہ اعمال لکھا ہوا سامنے آجائے گا، اور چھپی ہوئی غائب چیزیں نظروں کے سامنے آشکارا ہوجائیں گی قبروں سے مردے اٹھ کھڑے ہوں گے دلوں کی باتیں کھل جائیں گی، دھوکہ جاتا رہے گا متقی لوگ خوشی سے کامیاب ہوں گے، اور محبوب بندہ انتہائی مسرت سے پھولا نہ سمائے گا۔ ان اسرار کے پیچھے ایک ایسی حقیقت ہے جس سے اکثر مخلوق کی آنکھیں (اس وقت) اندھی ہیں، ان کو وہی سمجھتا ہے جس کے اندر خود اس کی ذات سے وہ حقیقت ظاہر ہوئی اور اس کے شواہد و دلائل خود اسی سے اس کے اوپر جلوہ گر ہوئے، اس کے آثار خود اس کے وجود سے اس کے اوپر ظاہر ہوئے ہوں ذلك من آيات الله من يهد الله فهو المهتد یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کریں وہی راہ پانے والا ہے۔

قرب الٰہی کی تحقیق

اے عزیز! خدا کی قسم! اس مقام (قرب الٰہی) میں نہ وصال ہے نہ جدائی، نہ حلول ہے نہ انتقال، نہ حرکت ہے نہ سکون، نہ چھونا ہے نہ پاس ہونا، نہ سامنا ہے نہ مقابلہ، نہ برابری ہے نہ مماثلت، نہ ہمجنس ہونا ہے نہ ہمشکل ہونا، نہ کوئی جسم ہے نہ تصور، نہ اثر قبول کرنا ہے نہ تغیر و تبدل۔ یہ تو سب کے سب تیرے حدوث کی صفات ہیں، حق سبحانہ تیری ان تمام صفات و کیفیات سے منزہ ہے، کیونکہ یہ تو اسی کی بنائی ہوئی ایجاد کی ہوئی ہیں، پھر وہ ان کے ذریعہ سے یا ان کے اندر یا ان کے پاس ہوکر اور دور ہوکر کیونکر ظاہر ہوسکتا ہے، یہ سب چیزیں خود اسی سے ظاہر ہوئی ہیں، وہ ان سے ظاہر نہیں ہوا، وہ تو ان شکلوں اور صورتوں اور معنوں سے پاک اور وراء الورا ہے، نہ وہ ان میں چھپا ہوا ہے نہ ان سے

ظاہر ہوا۔ نہ کسی کا فکر اس تک پہنچا نہ کسی کی نظر نے اس کو گھیرا گفتگو کا دائرہ حقیقت حال کے بیان سے قاصر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس کرو

اشارہ کے طور پر (اللہ تعالیٰ کے متعلق) جو کچھ بیان کیا جاتا ہے یہ محض انسان کے سمجھانے کے لئے ہے پس (اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے) جس صفت کو تم بغیر اپنی صفات پر قیاس کئے نہیں سمجھ سکتے اس کو محض تمہارے سمجھانے کے لئے ایسے عنوان سے بیان کیا گیا ہے جس کی حقیقت تمہاری طاقت کے موافق تمہارے ذہن میں آسکتی ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس صفت کی جو حقیقت تم سمجھے ہو وہی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ ان معانی سے پاک ہے جن پر صفات کے ظاہر الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ظاہر الفاظ کی اس دلالت سے جو مخلوق کی صفات پر قیاس کرنے سے حاصل ہوتی ہے بالکل منزہ ہے، اور الفاظ صفات اپنی دلالت میں اس قیاس سے جدا نہیں ہو سکتے، پس اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان کی جاتی ہیں، اور جو کچھ اس کی تعریف کی جاتی ہے، وہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کا مستحق ہے ان کو ثابت کیا جائے۔ اور (در حقیقت) وہ جس جس بات کا مستحق ہے وہ تو علم کے احاطے سے اور سمجھ اور عقل کے ادراک سے بہت دور ہے (لا یحیطون بہ علما) لوگوں کا علم اس کو محیط نہیں ہو سکتا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے) لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اے اللہ میں آپ کی پوری تعریف نہیں کر سکتا بس آپ ویسے ہی ہیں جیسا آپ نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

حضرات کیا کہا جائے، کیا بیان کیا جائے؟ خدا کی قسم! زبانیں گونگی

عقلیں حیران اور دماغ پریشان دل سوختہ ہیں، حیرت اور دحشت کے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں زدنی فیک تحیرا اے اللہ اپنے بارہ میں میری حیرت کو اور زیادہ کیجئے (کہ یہ حیرت ہی مطلوب ہے جس کو یہ حیرت میسر نہیں وہ محروم ہے)

حقیقی توحید تک پہنچنا دشوار ہے	صاحبو! آپ کو ظاہری توحید پر نرمی اور مصالحت کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا

تاکہ تم دعوتِ (توحید) کے جھنڈے تلے آجاؤ، چونکہ مصالحت اور تقسیم مقصود ہے، (تم کو) پریشان کرنا مقصود نہیں، اس لئے تمہاری (ظاہری) طاعت اور دعوے (توحید) پر اکتفا کیا گیا تاکہ تم اُلٹے نہ لوٹ جاؤ۔ اسلام کے بعد مرتد نہ ہو جاؤ، اِسی لئے (ظاہری توحید اور اسلام کو قبول کرکے) تمہارا نام مسلم رکھدیا گیا، اور ان سب کی حقیقت کا مطالبہ نہیں کیا گیا، کیونکہ وہ تو تمہاری طاقت سے باہر ہے، اور خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتے، کسی پر اس کی قوت سے زیادہ بوجھ نہیں لادتے پس جس شہادت توحید کا تم سے مطالبہ کیا گیا ہے اسلام سے تمہارا حصہ وہی ہے، اور اسی کی بدولت تم منکروں کے زمرہ سے نکل گئے، اگرچہ ابھی تک (حقیقی) مومنوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہوئے، عارفین کے رتبہ یا اہلِ کشف کے بلند درجہ پر پہنچنا تو الگ رہا قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ گاؤں والے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے فرما دیجئے تم ایمان نہیں لائے ہاں یوں کہو کہ تابعدار بن گئے۔

لہ دو رہنیان بارگاہ الست ٭ غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست ٭ مصلحت نیست مرا سیری ازاں آب حیات زادنی اللہ بہ کل زبان عطشا ٭ سے ایں مدعیان در طلبش بیخبرانند ٭ آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد ۱۲ ظ
لہ عارفین اور محققین کے سامنے عام مسلمان ایسے ہی ہیں جیسے مخلص صحابہ کے سامنے اُس وقت کے گاؤں والے تھے ۱۲

تم کو جو کچھ علم حاصل ہے، انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کے علم کے سامنے وہ ایسا ہی (قلیل) ہے جیسا انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے بلکہ ممکن ہے کہ تمہارا علم تو انبیاء کے علم کا جزو ہو مگر ان کا علم اللہ تعالےٰ کے علم کا جزو بھی نہیں،

یہ مت گمان کرنا کہ کسی کو توحید کی حقیقت کا ادراک ہو گیا ہے، بس ہر شخص کی توحید اس کے (درجہ کے) یعنی کشف (الٰہی) سے جو حصہ اس کو ملا ہے اس کے موافق ہے (ورنہ حقیقت توحید کو کون پا سکتا ہے) متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا، حادث[1] قدیم کا ادراک نہیں کر سکتا، بس جو کچھ ہے کشف (الٰہی) کی عطائیں ہیں، اگر لوگ حقیقت کو پالیتے تو ترقی مطلوب کی غایت پر پہنچ جاتے، اور غایت پر پہنچنے کے بعد ترقی نہ ہوتی اور نہ کمالِ معرفت کے بعد کچھ زیادتی ہوتی (اور ایسا ہو نہیں سکتا) اگر ایسا ہو سکتا تو سب سے زیادہ کامل علم اور بڑے کشف والے سب سے اونچے مرتبہ اور سب سے بلند شان والے (سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے یوں نہ کہا جاتا وقل رب زدنی علما کہ دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب میرے علم کو بڑھاتے رہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، جس دن میں مجھے ایسا (نیا) علم حاصل نہ ہو جو مجھے میرے پروردگار کی طرف (پہلے سے زیادہ) قریب بنا دے تو اللہ تعالیٰ اس دن میں برکت نہ دے (او کما قال اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر دن نیا علم حاصل ہوتا تھا جس سے قرب میں دن بدن ترقی ہوتی تھی جب)

---

[1] حادث مخلوق کو کہتے ہیں اور قدیم اللہ تعالیٰ کو ۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی حشمت و عظمت والی ہستی

بھی زیادتی کی طالب ہے اور آپ بھی (برابر)
ترقی میں ہیں کسی غایت پر پہنچکر ٹھہرے ہوئے نہیں (تو کسی دوسرے کی تو کیا مجال ہے جو یہ دعوی کر سکے کہ میں نے قرب الٰہی کے تمام مراتب اور وصول کے تمام درجات طے کر لئے اور ایسی غایت پر پہنچ گیا ہوں جس سے آگے کوئی درجہ اور مرتبہ نہیں رہا) اگر یہاں کوئی حد اور غایت ہوگی تو (اللہ تعالےٰ کے لئے) نہایت ہوگی، اور اگر ان کے لئے نہایت ہوئی تو احاطہ ممکن ہوگا اور اگر ان کا احاطہ ہو سکا تو ان کی ذات کے لئے اجزا، ہو جائیں گے اگر ان کے لئے اجزا، ہوئے تو فنا (ممکن) ہو جائے گا اور اگر اللہ تعالیٰ کو ان کے سوا کسی نے احاطہ کر لیا تو یہ دوسرا زیادہ وسعت والا ہوگا اور حادث قدیم سے زیادہ وسعت والا نہیں ہو سکتا۔ (اس لئے درجات قرب کی کوئی غایت اور نہایت نہیں ہو سکتی) اور یہ تمام فرضی کلام محض لفظی (دلائل اور سمجھانے کے لئے) عنوانات، اور علم کلام کی تاویلات اور مناظرانہ عادات ہیں، ورنہ جن حقیقت شناسوں کے پاس (حقیقت کی) کچھ خبر ہے ان کے پاس تو وہ براہین اور دلائل قطعیہ ہیں جن کے ہوتے ہوئے ان کو ان لفظی دلائل اور مناظرانہ عنوانات کی کچھ ضرورت نہیں، وہ اپنی حقیقتِ حال سے جانتے ہیں کہ ان کا سرمایہ عجز ہے، اور انتہا یہ ہے کہ (سمجھنے سے) قاصر ہیں، جس کا ہاتھ پہنچے تک پانی میں ہے وہی پانی کی گرمی اور ٹھنڈک کا احساس کرتا ہے۔ (بدون ہاتھ ڈالے ہوئے دلائل اور زبانی باتوں سے پانی کی گرمی اور ٹھنڈک کو کون محسوس کر سکتا ہے؟) پس خوب سمجھ لو کہ جو لوگ دلائل سے حق تعالےٰ کی صفات توحید وغیرہ کو سمجھتے اور سمجھاتے ہیں وہ ابھی تک حقیقت سے

دور ہیں) زبان سے جو کچھ بیان کیا جاتا، اور دلیل سے جو کچھ سمجھا یا جاتا، اور دل میں جو کچھ سوچا جاتا ہے، اس کی نہایت ایک حد پر ہے اور اس کی غایت سمجھ میں آگئی ہے (اللہ تعالیٰ سب سے منزہ ہے) یہاں تک کہ (آخر میں) یہ سب باتیں اپنے بیان کرنے والوں کو عجز اور تقصیر (کے اعتراف) پر پہنچادیں گی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم (پہلے ہی سے) ارشاد فرما چکے ہیں لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک ۔ اور ایک عارف کا قول ہے کہ بڑی سمجھ یہی ہے کہ سمجھنے سے عاجز ہونے کا ادراک ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ کچھ حاصل نہیں اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہورہا ہے کہ ایک قسم کا مشاہدہ محقق ہے مگر اللہ تعالیٰ کا وجود اس سے منزہ ہے جو ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے۔

وجود حق ظاہر مگر ذات و صفات کی حقیقت باطن ہے

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اللہ تعالیٰ کو کاف خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ میں نے آپ کے وجود کو تو پہچان لیا مگر آپ کی صفات کے احاطہ اور ذات کے ادراک پر قادر نہیں ہوں اور وجود کی معرفت اس طرح ہوئی کہ خود میرا وجود آپ کے وجود کو مستلزم[1] ہے کیونکہ میں آپ کے علم میں موجود ہوں اور آپ میرے ساتھ ساتھ ہیں تو آپ کے وجود کا اقرار تو مجھ پر لازم ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ آپ کا میرے اندر جلوہ گر ہونا مجھے آپ کی طرف کھینچتا ہے، کیونکہ میرا آپ کی طرف محتاج ہونا ظاہر ہے، اور یہی میرے عجز و قصور اور نقصان کی دلیل ہے۔ اس کے بعد میں نے آپ کی غیر متناہی صفات کمال کو اپنی متناہی صفات نقص کے ساتھ معلوم کرنا چاہا تو میں آپ کی شان کا اندازہ نہ کرسکا، اور آپ کے انوار جلال نے عظمت کے

---

[1] ولیس من ضرورۃ الاستلزام تاثیر الملزوم فی اللازم ۱۲ اشرف علی

پردوں کے پیچھے سے آواز دی کہ اے حادث متناہی! اپنے درجہ حدوث کی طرف الٹا لوٹ جا! کیونکہ تو بڑے کام کا ارادہ کرتا ہے، (جو تیری طاقت سے باہر ہے) اب میں حیران ہوں کہ آپ کو کیونکر تلاش کروں جبکہ آپ (ہردم) میرے ساتھ ہیں، اور آپ کا مشاہدہ کیسے نہ کروں جبکہ آپ میرے پاس ہیں اور اس سے بڑھ کر عجیب یہ ہے کہ آپ کو کس طرح پہچانوں؟ جبکہ آپ کسی پہچانی ہوئی چیز کے ہمجنس نہیں، نہ کسی محبوب کے ہمشکل! نہ آپ متناہی ہیں کہ کوئی آپ کا احاطہ کرسکے، نہ آپ جسم کے ساتھ ہیں کہ اس کا تصور کرلیا جائے نہ آپ کسی صورت سے متصف ہیں جو دیکھ لیا جائے، اب کوئی کیسے آپ کو پہچانے اور کیونکر اندازہ کرے؟ آپ نہ تو غائب ہیں کہ تلاش کی ضرورت ہو، نہ سامنے حاضر ہیں کہ ادراک کرلیا جائے، نہ بالکل ظاہر ہیں کہ آپ کو پالیا جائے، نہ بالکل چھپے ہوئے کہ انکار کردیا جائے، نہ کسی پر آپ کو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مثال ہی سے سمجھ لیا جائے ؎

فیا غائباً حاضراً فی الفواد فدیتک من غائب حاضر

اے (نگاہوں سے) غائب اور دل میں موجود ہیں آپ کے قربان کہ غائب بھی ہیں اور حاضر بھی)

(ولنعم ما قال محبنا المجذ دب وکانہ کوشف بھذا الشعر فترجمہ بعینہ فی الھندیۃ[1] ؎

اے پردہ نشیں میں تیرے اس ناز کے قرباں؛ پنہاں مری آنکھوں سے ہویدا مرے دل میں[2]

آپ قریب بھی ہیں کیونکہ تمام اشیاء کا وجود آپ ہی سے ہے، پس آپ سے زیادہ قریب کوئی نہیں، اور دور بھی ہیں کیونکہ آپ میں اور اشیاء عالم میں کوئی مناسبت نہیں اس لئے آپ سے زیادہ دور بھی کوئی نہیں ؎

فقلت لاصحابی ھی الشمس ضوءھا قریب ولکن فی تنا ولھا بعد

---

[1] ولد ایضاً ؎ سوجھے مجھے بس ظاہر و باطن میں تو ہی تو ؛ آجا مری آنکھوں میں سماجا مرے دل میں ۱۲ ظ

ہیں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ وہ آفتاب (کے مانند) ہے کہ اس کی روشنی تو قریب ہے مگر اس تک پہنچنا دشوار ہے مجھے اس شخص پر بہت تعجب ہے جو میری بات کا انکار کرتا ہے اور اس کی ہمت کا ہاتھ اس کے سمجھنے کے لئے لمبا نہیں ہوتا اس کی عقل کا آفتاب ہمیشہ غروب ہی رہتا ہے (کسی وقت طلوع نہیں ہوتا) کیا مشاہدات میں اس کے سامنے ایسی چیزیں نہیں ہیں جو ظاہر بھی ہیں[1] اور باطن بھی ہیں اور ظاہر بھی (پھر اللہ تعالیٰ کی ذات ظاہر بھی ہو اور باطن بھی تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟)

اللہ تعالیٰ کے ظاہر و باطن ہونے کی مثال

کیا تم نے نہیں دیکھا؟ کہ آفتاب کی روشنی جب زمین پر پھیلتی ہے تو اس سے اشیاء کا رنگ اور ان کی شکلیں ظاہر ہو جاتی ہیں، اور چھپی ہوئی چیزیں نظر کے سامنے آجاتی ہیں، اور پردہ کی چیزیں باہر نکل آتی ہیں، جب آفتاب کی روشنی سے تمام چیزوں کی صورتیں اور شکلیں ظاہر ہو چکتی ہیں تو اب خود روشنی کا وجود شدت ظہور کی وجہ سے دیکھنے والوں پر مخفی ہو جاتا ہے چنانچہ بعض لوگ جن کو حقائق اشیاء کا کچھ علم نہیں یہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ ہمارے سامنے رنگ اور شکلوں کے سوا اور کوئی چیز ان سے زیادہ نہیں یہ تمام الوان و اشکال خود بخود ظاہر ہیں (کسی کے ذریعہ سے ظاہر نہیں ہوئے) مگر جب سایہ ایک دم بڑھتا ہوا آگیا اور تاریکی نے پردے چھوڑ دیئے، اور

---

[1] انسان اگر سوچے تو وہ خود بھی ایسا ہی ہے کہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی کیونکہ جسم حقیقت میں انسان نہیں بلکہ اس کی روح انسان ہے اور روح کو کسی نے نہیں دیکھا وہ باطن ہے، ہاں جسم میں روح کے تصرفات کو دیکھا گیا ہے اس لحاظ سے وہ ظاہر ہے یوں اللہ تعالیٰ کے تصرفات تو تمام عالم میں جلوہ گر ہیں اس لحاظ سے وہ ظاہر اور سب سے زیادہ ظاہر ہیں مگر خود ان کو کسی نے نہیں دیکھا اس لئے باطن ہیں اور سب سے زیادہ باطن ہیں ۱۲ ظ

اپنے دامن تلے دنیا کو چھپالیا ، اب ان کو نور اور ضو میں کھلا ہوا فرق محسوس ہوگیا (کہ خود چمکنے والی شے اور ہے اور دوسرے کی چمک سے ظاہر ہونے والی اور) اب انھوں نے جانا کہ یہ چیزیں خود بخود ظاہر ہوتیں تو درات کے وقت) ہرگز پوشیدہ نہ ہو جاتیں، اب ان کو خبر ہوئی کہ الوان و اشکال کو ظاہر کرنے والی دوسری چیز تھی (یعنی روشنی آفتاب) جو صرف شدۃ ظہور کی وجہ سے مخفی تھی، اپنے چمکتے ہوئے نور ہی کی وجہ سے حجاب میں تھی، تو دیکھو (روشنی اپنے ظہور کی حالت میں بھی شدۃ ظہور کی وجہ سے باطن ہے، قرب کی حالت میں بھی زیادۃ قرب ہی کی وجہ سے بعید ہے، اور باوجود باطن ہونے کے وہ اپنی ذات سے ظاہر ہے، اور ظاہر کیسے نہ ہوگی جبکہ تمام الوان و اشکال اسی سے اور صرف اسی سے ظاہر ہو رہے ہیں، اور باوجودیکہ وہ ادراک (اور التفاتِ ذہن) سے دور ہے پھر بھی قریب ہے (دن میں جب آدمی کسی چیز کو دیکھتا ہے تو اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ میں نے اول روشنی آفتاب کو دیکھا ہے اس کے بعد سامنے نظر آنے والی چیز کو دیکھا مگر) روشنی قریب کیسے نہ ہوگی کہ (بغیر اس کے تو کسی چیز کا نظر سے ادراک ہو ہی نہیں سکتا) پہلے تو اسی کا سامنا ہوتا ہے، اس کے بعد نگاہ سے) دوسری چیزوں کا ادراک ہوا، مگر اس بات کی طرف کسی کے ذہن کو ذرا بھی توجہ نہیں ہوئی کہ ہم نے باغات اور بازار کی سیر کرتے ہوئے پہلے روشنی کو دیکھا تھا ۱۲) اور عقلمند جانتا ہے کہ روشنی آفتاب خود بخود روشن ہے، اور وہی دوسری چیزوں کو ظاہر کرنے والی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ تمام الوان و اشکال اسی کی تجلّی سے ظاہر ہوئے اور اسی کی چمک سے چمکتے ہیں ورنہ یہ سب کے سب فی نفسہ تاریک تھے۔ کیونکہ کثیف اور سخت اجسام طبعی اور فطری طور پر تاریک ہی ہیں، ان میں جو کچھ

نور ہے دوسرے سے مستعار[1] ہے دمانگا ہوا ہے اسی لئے غروب آفتاب کے ساتھ ہی سب چیزیں تاریک ہو جاتی ہیں پھر ان کے دیکھنے کے لئے چاند یا آگ کی روشنی کی ضرورت پڑتی ہے اور چاند ستارے اور آگ میں بھی آفتاب ہی سے روشنی آتی ہے)

وحدۃ الوجود کی تحقیق

یہ تقریر ممکن ہے کسی وقت تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے سمجھنے تک پہنچا دے ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورھ[2] اوکما قال) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ سب تاریکی میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کا چھینٹا ان پر ڈالا، پس حقیقی ظہور اس کا ہے جو سب کو ظاہر کرنے والا ہے نہ ان کا جو ظاہر (میں نظر آرہی) ہیں، اسی لئے عارفین (کے دلوں) میں پہلی معرفت (اور جان پہچان) اس کی ہوتی ہے جو ظاہر کرنے والا ہے نہ اس کی جو ظاہر ہو رہا ہے،

---

[1] اسی طرح تمام عالم کو سمجھو کہ اپنی ذات سے لاشے اور کالعدم اور فانی محض ہے اور ان میں جو کچھ وجود بھی نام نظر آرہا ہے وہ صرف اس لئے کہ آفتاب وجود (حق سبحانہ وتعالیٰ) تجلی فرما ہے اس کے وجود کا پرتو عالم پر پڑ رہا ہے اس لئے یہ سب موجود نظر آتے ہیں اگر وہ فیضان وجود کو روک لے تو سب فنا ہو جائیں پس جیسا کہ تم دن میں آفتاب کی روشنی کو پہلے دیکھتے ہو پھر دنیا بھر کی چیزوں کو دیکھتے ہو اسی طرح وجود حق سبحانہ کو اول دیکھتے ہو پھر دنیا کی موجودات کو دیکھتے ہو مگر تم کو اشیاء عالم کا نظارہ کرتے ہوئے وجود حق کے دیکھنے پر التفات نہیں ہوتا جیسا کہ دن میں دنیا بھر کی چیزیں دیکھتے ہوئے اس کا خیال نہیں ہوتا کہ ہم نے آفتاب کی روشنی کو اول دیکھا اور اس کے ذریعہ سے تمام چیزوں کو دیکھا ہے ۱۲ ظ

[2] اگر حدیث اتنی ہی ہوتی تو اس کا یہ محل ہو سکتا تھا مگر بقیہ حدیث میں تصریح ہے کہ بعض پر وہ نور واقع ہوا اور اس کو ہدایت ہوئی اور بعض پر نہیں ہوا وہ گمراہ ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں نور وجود کا ذکر نہیں نور ہدایت کا ذکر ہے حضرت شیخ کو جوش بیان میں اس بقیہ کی طرف التفات نہیں ہوا ۱۲ اشرف علی ۔ مگر آئندہ کرام سے معلوم ہوگا کہ حضرت شیخ نے نور ہدایت ہی مراد لیا ہے وہاں میں نے اس پر تنبیہ کر دی ہے ۱۲ ظ

(یعنی عارفین کی نظر اول خالق پر پہنچتی ہے پھر مخلوق پر) اسی لئے بعض دفعہ یہ سب شکلیں اور (صورتیں اور) رنگ وغیرہ ان کے سامنے سے غائب ہو جاتی ہیں اور کسی کی زبان سے (بے ساختہ) نکل جاتا ہے (لا موجود الا النور[1] کہ نور حق کے سوا اور کوئی موجود نہیں اور جاہلوں کا اعتقاد اس کے خلاف ہے اور وہ پہلے مخلوق کو موجود مانتے ہیں پھر مخلوق سے خالق کے وجود پر استدلال کرتے ہیں) نیز یہ تقریر شاید کسی وقت تمہارے ذہن کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوۃ اللہ وسلامہ علیہ کی بات سمجھنے کی توفیق دیدے، جب انھوں نے ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھ کر فرمایا ھٰذا ربی ھٰذا ربی یہ میرا رب ہے، یہ میرا رب پروردگار ہے، یہ میرا خدا ہے کہ وہ (دراصل) مخلوق سے پار ہو کر خالق تک پہنچ گئے تھے (وہ چاند، سورج اور ستاروں کو رب نہیں کہہ رہے تھے بلکہ ان میں وجود خالق کی تجلی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہہ رہے تھے) نیز کسی وقت تم حضرت صدیق رضی کے اس قول کو بھی سمجھ جاؤ گے ما رأیت شیئاً الا رأیت اللہ قبلہ میں کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا مگر اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتا ہوں (کیونکہ ہر چیز کا ظہور اللہ تعالےٰ سے ہے پہلے وہ ظاہر ہیں پھر سب مخلوقات کا ظہور ہوا اس لئے ہر چیز کو دیکھ کر ظاہر کرنے والا ان کو پہلے نظر آتا ہے ۱۲) اور شاید کسی وقت تم پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا راز منکشف ہو جائے، اولم یکف بربک انہ علی کل شئ شھید کیا تیرے رب (کی قدرت اور علم) کے لئے یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے، ہر چیز کے ساتھ ہے ہر شے کا وجود اسی سے وابستہ ہے) مگر بیوقوف آدمی اس کے خلاف سمجھتا ہے وہ تو اشکال والوں کے سوا کچھ نہیں دیکھتا، انہی پر ٹھہر جاتا ہے اور ان کے ظاہر کرنے والے کو مشاہدہ نہیں کرتا، یہ شخص سرنگوں ہے، منہ کے

[1] بس یہی وحدۃ الوجود ہے جس پر بعض علماء نے شور برپا کر دیا ۱۲ ظ

بل چلتا ہے، الٹے پیروں پیچھے کو لوٹا دیا گیا ہے، کیونکہ یہ پہلے شخص کے جو حقیقت کا مشاہدہ کر رہا ہے خلاف دیکھتا ہے اور شاید یہ بیان کسی وقت تم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سمجھنے کی توفیق دیدے افمن یمشی مکبا علیٰ وجھہ اھدیٰ ام من یمشی سویا علیٰ صراط مستقیم کیا جو شخص الٹا اپنے منہ کے بل چل رہا ہو زیادہ راہ پانے والا ہے یا وہ جو سیدھا ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے اب اگر یہ نادان جاہل اور بیوقوف غافل! شکلوں اور صورتوں کے اوپر ٹھہرنے کے بجائے غور و فکر کے ذریعہ آگے ترقی کرے، اور جب روشنی چھپ جائے تاریکی پھیل جائے اس وقت اپنی ذات سے روشن ہونے والے اور دوسرے کے ذریعہ روشن ہونے والے میں فرق معلوم کرلے، اور تمام اجسام و اشکال کی حالت اس پر منکشف ہوجائے، اور یقینی و قطعی دلائل سے اس کو معلوم ہوجائے کہ یہ تمام چیزیں اپنی ذات سے تاریک ہیں نہ اپنے آپ کو ظاہر کر سکتی ہیں نہ دوسرے کو، اگر ایک وجود ان سے الگ نہ ہوتا جس کا نام نور (اور جلوۂ وجود باری) ہے تو ان چیزوں میں سے ایک بھی مشاہدہ میں نہ آسکتی، نہ ایک کی شکل و صورت دوسرے سے ممتاز ہوسکتی، نہ کسی مقدار اور شکل میں امتیاز ہوسکتا اور یہ نور (الٰہی) نہ ان چیزوں کے اندر گھسا ہوا ہے، نہ ان سے دور ہے بلکہ ان کے اوپر چمک رہا ہے، اور ان کو ظاہر کر رہا ہے، اس وقت یہ شخص اہل ارادت[1] میں داخل ہوگا، جن کی نظر (ابھی تک) اطراف عالم ہی میں مقید ہے کہ آفاق جہاں سے آگے ان کی نگاہ نہیں پہنچی، کیونکہ اس نے ابھی تک

---

[1] صوفیہ کی اصطلاح میں اہل ارادت اور مرید اس کو کہتے ہیں جو ہنوز اللہ تعالیٰ کی طلب میں مشغول ہے مقصود تک پہنچا نہیں، پھر جب طلب و ارادت کامل ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی عنایات اس پر متوجہ ہوتی ہے اور اس کو بارگاہ قرب کی طرف کھینچ لیا جاتا ہے تو یہ مرید، مراد اور عاشق محبوب بن جاتا ہے ۱۲ ظ

نور ذاتی کو نہیں پہچانا، صرف اس تعلق کو دریافت کیا ہے جو اس میں اور دوسری چیزوں میں ہے" اور شاید اس کلام سے تم کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو سمجھنے کی توفیق ہو جائے۔ سنریھم ایتنا فی الآفاق و فی انفسہم حتّٰی یتبین لھم انہ الحق ہم ان کو اپنی نشانیاں (اور دلائل وجود قدرت) دکھلائیں گے اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات روشن ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی سچا (اور حقیقی موجود) ہے، (اس کے سوا جو کچھ موجود ہے برائے نام ہے) یہ لوگ (جو کہ مخلوق میں غور کر کے خالق کو پہچانتے ہیں) دوسرے درجہ میں ہیں، اور جس نے تمام چیزوں کو نور (حق) سے دیکھا اسی سے مشاہدہ کیا، نور کو اور چیزوں کے ذریعہ سے نہیں پہچانا، (وہ پہلے درجہ میں ہے) یہ دوسرے (درجہ والا) تو نیچے سے اوپر کو ترقی کر رہا ہے، اور وہ اوپر سے نیچے کو آرہا ہے، وہ (اول) نور کو دیکھتا ہے پھر ان صورتوں شکلوں پر توجہ کرتا ہے جو نور کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی ہیں، یہ شخص اس قابل ہے کہ رازدانی اور تعلیم میں اہل استدلال سے آگے بڑھے، تاکہ ان کو وہ باتیں بتلائے جو ان سے مخفی ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ذکر رسول رکھا گیا۔ فلسفی نہیں رکھا گیا کیونکہ آپ نے خالق کے وجود و صفات کو اہل فلسفہ کی طرح پیچیدہ دلائل سے نہیں ثابت کیا بلکہ پیغام الٰہی سے دلوں کی آنکھیں کھول کر لوگوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے) آپ بندوں کے سامنے اللہ کی کھلی ہوئی روشن آیتیں پڑھتے اور ان کو اس بات پر متنبہ کرتے ہیں کہ (اللہ کے سوا) ہر موجود اپنی ذات سے معدوم ہے، اور جس طرح تمام اجسام اپنی ذات سے تاریک ہیں، صرف نور آفتاب کی چمک سے ظاہر ہوئے ہیں اسی طرح تمام حادثات تاریک (و معدوم) تھے، خلق الخلق فی ظلمۃ " (اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایسے حال میں

پیدا کیا کہ پہلے سب کے سب تاریکی میں تھے) خالق جل وعلیٰ کی ان میں تجلّی ہوئی تو اس نے ان کو روشنی (اور ہستی) دیدی، اگر اس عالم میں اس کے وجود کی روشنی نہ پہنچتی تو کوئی چیز بھی ظاہر نہ ہوتی، اور یہ جو وجود خالق کی روشنی (عالم میں) ظاہر ہوئی ہے بمنزلہ چھینٹے کے ہے نہ بمنزلہ قبض واستتار کے، (یعنی وجود خالق کی روشنی مخلوقات کے قبضہ میں نہیں آئی نہ وہ ان کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے بلکہ چھینٹے کے طور پر ان سے الگ ہے مگر ساتھ ساتھ ہے ۱۲) ثم رش علیھم من نورہ (اس پر دال ہے) پس جس کو اس نور کا چھینٹا اچھی طرح لگ گیا وہ (ابھر گیا اور پوری طرح) زندہ ہو گیا اور جو اپنی طبیعت کی تاریکیوں اور جسم کی صورت کے سایہ میں رہ گیا (اس کو نور حق کا چھینٹا پورا نہیں لگا اس لئے وہ برائے نام زندہ ہے اور حقیقت میں مردہ ہے) وہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص ایسے سایہ میں پناہ لے جس کے تین حصے ہیں نہ تو وہ راحت دینے والا ہے، نہ گرمی کی لپٹ سے بچانے والا، اور (یہ تین حصے والا سایہ جسم ہی کا سایہ ہے کیونکہ) جسم کے بھی تین حصے ہیں طول وعرض وعمق (لمبائی، چوڑائی، گہرائی) ہم اس کی طرف واپس ہونے اور اس کی قید میں گرفتار ہونے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، کیونکہ یہ انسان کی دنیا ہے۔

دنیا وآخرت کی تحقیق

عالم ظاہر میں جو انسان کے مشاہدہ میں آگیا وہی دنیا ہے اور عالم غیب وملکوت میں سے جو کچھ

لہ حضرت غوث کا یہ کلام صاف بتلا رہا ہے کہ وہ مخلوقات کے وجود کو خالق کا وجود یا اس کے وجود کا جزو نہیں مانتے وہ صرف اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی تجلی مخلوقات پر ہوئی تو اس تجلی سے ان کو وجود حاصل ہو گیا باقی اس تجلی اور اس کے تعلق بالمخلوق کی کیفیت کوئی نہیں بیان کر سکتا صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وجود صرف ایک ہے اور مخلوقات کا وجود اسی ایک وجود کی وجہ سے ہے اگر اس وجود کی تجلی مخلوق پر نہ ہو تو سب معدوم ہو جائیں ۱۲ ظ

چھپا ہوا ہے وہ آخرت ہے جس کی طرف موت کے بعد بندہ لوٹایا جائے گا۔ اور سب چیزوں سے زیادہ ظاہر انسان کے نزدیک اس کا بدن ہے، کیونکہ وہ تمام اجسام عالم سے زیادہ اس کے قریب ہے اور دنیا کو دنیا اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بندہ کے قریب ہے، پس انسان کے احوال میں جو حالت سب سے زیادہ اس کے قریب ہے وہ اس کی دنیا ہے، اور جو سب سے زیادہ دور ہے وہ آخرت ہے، اور چونکہ وہ دور ہے اسی لئے اس کا انکشاف موت کے بعد پر رکھا گیا۔ جب انسان سے کہا جائے گا فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید ہم نے تیرے پردے اٹھا دیئے تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے اور انسان کہیگا۔ ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحاً غیر الذی کنا نعمل اے پروردگار! ہماری آنکھیں کھل گئیں اور ہمارے کان ہوگئے، اب ہم کو (دنیا میں) واپس کردیجئے تاکہ کچھ نیک کام کرلیں ان اعمال کے خلاف جواب تک کیا کرتے تھے ان کو جواب دیا جائے گا (اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا سمجھ جائے اور تمہارے پاس تو ڈرانے والا بھی آیا تھا (جس نے اس دن سے اچھی طرح خبردار کردیا تھا) پس (اے انسان!) تیرے جو حالات ظاہر میں مشاہد ہیں وہی حقیقۃ تیری دنیا ہے، اور ان سب سے زیادہ ظاہر تیرے نزدیک وہ حالات ہیں جو تیرے اعضائے جسم سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے طبعی الذات اور حسی شہوات یہی تجھ کو بارگاہ الٰہی کی طرف قدم بڑھانے سے روکتے اور دربار قدسی میں پہنچنے سے

لہ اصل کتاب کے جواب کے موقع پر دوبارہ اسی آیت کو لکھدیا ہے جس کو پہلے ذکر کیا تھا یعنی فکشفنا عنک غطاءک میرے خیال میں یہ ضابطہ سے سہوا ہوا ہے اس لئے میں نے بین القوسین وہ جواب لکھدیا ہے جو خود قرآن شریف میں فارجعنا نعمل صالحاً غیر الذی کنا نعمل کے بعد مذکور ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ ظ

ہٹاتے رہتے ہیں، کیونکہ دنیا مومن کا جیل خانہ ہے وہ اس پر ایمان اور یقین رکھتا ہے کہ جس دائمی راحت اور عمدہ جگہ کی طرف اس کو جانا ہے وہ اس جگہ سے بدرجہا اشرف و اعلیٰ ہے جس سے وہ الگ ہو جائے گا اور کافر کی جنت ہے جس کی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے وہ پاکیزہ جمال الٰہی کے مشاہدہ سے روک دیا گیا ہے اور جب تک انسان کو ان تاریک اجسام سے کچھ بھی تعلق اور لگاؤ ہے اس وقت تک اس کو دربارگاہ الٰہی کی (پوری اطلاع نہیں ہو سکتی جس میں (غلطی کی) ذرا آمیزش نہ ہو، اور جو شخص جیل خانہ میں (مقید) ہو اس کو کیا لذت مل سکتی ہے اور کیا تصرف اور کشف حاصل ہو سکتا ہے؟ جو دل اجسام ہی کے مشاہدہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بتوں کو پوجنے والے ہیں یہ بدن دنیا ہے۔

الدنیا سجن المومنین وجنۃ الکافر کی تحقیق

اور ایمان دل کی صفت ہے، اور مومن (دراصل) دل ہی ہے

پس دنیا کا مومن کے لئے جیل خانہ اور کافر کے لئے جنت ہونا بالکل سچ ہے۔ (اس میں مبالغہ کچھ نہیں) کیونکہ یہ بدن دل کا جو کہ (دراصل) مومن ہے جیلخانہ ہے۔ (دل جہاں پہنچنا چاہتا ہے بدن کے تعلقات اس کو وہاں پہنچنے سے روکتے ہیں) جس وقت یہ بدن کے علائق سے چھوٹ کر، اس کی آفات اور بلیات سے نجات پا جائے گا جب ہی آفتوں سے اور تمام خطرات سے اس کو چین ملے گا، اور تاریکیوں سے نکل کر نور سے جا ملے گا۔ الا من اتی اللہ بقلب سلیم ط وہاں جو اللہ کے پاس صحیح و سالم دل لے کر پہنچے گا وہی کامیاب ہوگا

وما کل جسم غیر سجن لاھلہ ۔ واخوافات النفوس وفاتھا

ولو علم الانسان ما الموت القنیت ۔ نفوس الوری ان الممات حیاتھا

یہ تمام بدن اپنے مالکوں کے لئے جیل خانوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اور جانوں کیلئے سب سے بڑی اور آخری آفت موت ہے، اور اگر آدمی کو معلوم ہو جائے کہ موت کیا چیز ہے تو تمام جانوں کو یقین ہو جائے کہ مرنا ہی ان کی زندگی ہے۔[1] پس یہ بدن بھی اپنے مالک کے حق میں کس قدر تاریک، اور انوار سے کس قدر دور کرنے والے ہیں؟ جو شخص بدن ہی (کی فکر) میں لگا ہوا ہے، وہ تو چاروں طرف سے گھرا ہوا اور پیمائش و مقدار یعنی بدن کے طول و عرض اور گہرائی کی دیواروں میں قید ہے، اور یہی تین حصے تاریک، غفلت میں ڈالنے والے (ترقی سے) روکنے والے زمین کی پیداوار ہیں جو اپنی ذات ہی سے تاریک اور ظلماتی ہیں۔

نصاریٰ صورت پرستی ہی کی وجہ گمراہ ہوئے

نصاریٰ (عقیدہ) تثلیث[2] (کے چکر) میں اسی لئے گمراہ ہوئے کہ وہ عالم اجسام سے آگے نہیں بڑھتے (جسم کے ہی چکر میں رہے) ان کے مقدر میں قسمت والوں کے ساتھ اس (نور حق[3]) کے چھینٹے سے کوئی حصہ نہ تھا اس لئے لامحالہ ظاہری صورتوں کے پردہ میں الجھ گئے اور (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر) نشان (قدرت) کے

---

[1] زندگی نام ہے دنیا سے گذر جانے کا اور حیات ابدی نام ہے مرجانے کا ۱۲ ظ

[2] تثلیث کے معنے ہیں تین خدا ماننا، نصاریٰ کے نزدیک تین خدا ہیں باپ، بیٹا، روح القدس، پھر چکر یہ کہ ہو کہ تینوں ایک بھی ہیں اور تین بھی، توحید کا بھی دعویٰ ہے اور تثلیث کا بھی عقیدہ ہے، اللہم انا نعوذ بک من الکفر و الشرک وسوء الکبر ۱۲ ظ

[3] اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیہم من نورہ میں حضرت شیخ کے نزدیک بھی نور ہدایت ہی مراد ہے اسی لئے نصاریٰ کو نور حق کے چھینٹے سے محروم مانتے ہیں حالانکہ نور وجود سے کوئی موجود بھی محروم نہیں پس اوپر جو تقریر گذری ہے جس سے حدیث میں نور وجود مراد ہونا مفہوم ہوتا ہے یا تو وہاں ضابطہ سے ضبط میں کوئی کوتاہی ہوئی یا حضرت شیخ نے ہدایت ہی کو اصل وجود اور گمراہی کو کالعدم قرار دے کر تقریر فرمائی ہے کما فی قولہ تعالیٰ اومن کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ ظ

ظاہر ہونے سے دھوکہ کھا گئے، ظاہر کو دیکھ کر باطن سے اندھے ہو گئے، جیسا وہ فرقہ اندھا ہو گیا تھا جس کی نظر رنگ برنگ صورتوں اور شکلوں ہی پر رہی اس نور تک نہ پہنچی جس نے ان صورتوں کو دیکھنے کے لئے ان کی آنکھیں کھولی تھیں کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون ثم انھم لصالوا الجحیم ثم یقال ھذا الذی کنتم بہ تکذبون۔ یقیناً یہ لوگ اپنے پالنے والے سے اس دن بھی حجاب میں رہیں گے، پھر یقیناً یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، اس وقت (ان سے) کہا جائے گا کہ یہی وہ (جہنم) ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے اور آخرت میں ان کے محجوب ہونے کا سبب یہ ہوگا کہ دنیا میں ان کی نظر تنگ تھی، (کہ عالم اجسام سے آگے بڑھ کر خالق اجسام تک نہ پہنچی) ومن کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہوگا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور (اندھے سے بھی) زیادہ راہ سے بھٹکا ہوا ہوگا، اور آخرت میں زیادہ بھٹکا ہوا اس لئے ہوگا کہ دنیا میں تو سوانکھا بننے کی امید کی جا سکتی ہے کیونکہ یہاں ایسا ممکن ہے (کہ انسان اپنی غلطی کو سمجھ کر سیدھے راستہ پر آجائے) اور آخرت میں (ایسا نہیں ہو سکتا وہاں) تو انسان اپنے مقصد پر پہنچ جائے گا اس کی تقدیر میں جو لقب لکھا ہوا ہے اس پر ٹھہر جائیگا فمنھم شقی وسعید کوئی شقی (بدبخت) ہے اور کوئی سعادتمند (نیکبخت) ہے بس (جو شخص دنیا میں حق سے الگ رہا اور مرتے دم تک سیدھے راستہ پر نہ آیا) اس کے نام کے ساتھ حقیقت میں شقاوت لگی ہوئی ہے۔ سعادت سے اس کو کچھ واسطہ نہیں، کیونکہ (اب) استفادہ کے راستے اس پر بند[1] ہو چکے ہیں، اب اس کی حالتوں میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اسی لئے وہ (آخرت میں دنیا سے) زیادہ بھٹکا ہوا گمراہ ہوگا، اور اس گمراہی کی صفت سے موصوف ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اسی لائق ہوگا

[1] اب وہ غلط راہ کو چھوڑ کر سیدھا راستہ کسی سے معلوم نہیں کر سکتا۔

کہ تنگ مکان اور بری خوابگاہ میں رکھا جائے (کیونکہ دنیا میں گمراہ کا دل بےچین رہتا ہے اور وہ اپنی اس بےچینی پر عمر بھر راضی رہا تو اس کی پسند کے موافق وہاں بھی اس سے برتاؤ کیا جائے گا) پس اس کے باطن (قلب) میں حسرت اور ناکامی کی آگ

کافر دنیا میں بھی دوزخ میں ہے اور آخرت میں بھی دوزخ میں رہے گا

(یہاں بھی) بھڑک رہی ہے کیونکہ وہ تاریک جسمانی صورتوں کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے روح معرفت اور وسعتِ علم اور لذت مشاہدہ (جمال حق) سے محروم ہے، اور جب حسرت کی آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو اس وقت بھی وہ ان صورتوں ہی سے راحت کا طالب ہوتا ہے، حالانکہ نہ وہ اس کو سایہ (اور ٹھنڈک) دے سکتی ہیں نہ اس آگ کے شعلوں کو بجھا سکتی ہیں، بلکہ وسعت علم و فضائل معرفت کے درختوں اور شاخوں (کے سایہ تلے جانے) سے روکتی اور ہٹاتی رہتی ہیں پس کافر دنیا میں بھی دوزخ میں ہے (اور آخرت میں بھی دوزخ ہی میں جائیگا) اسی آگ سے یہ آیت ڈرا رہی اور اس کی خبر دے رہی ہے فانذرتکم نارًا تلظّٰی لا یصلاھا الا الاشقی الذی کذب و تولّٰی میں تم کو ڈراتا ہوں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے جس میں اس بدبخت کے سوا جس نے (حق کو) جھٹلایا اور (اس سے) بے رخی کی اور کوئی داخل نہ ہوگا، اور (ظاہر ہے کہ حق کو) جھٹلانا حجاب ہی کے ساتھ ہوتا ہے، اور بے رخی بھی ہمیشہ غفلت ہی سے ہوتی ہے، پس (کفار جہنم میں اسی لئے جائیں گے کہ انھوں نے دنیا میں اپنے دلوں کے

لہ گنہگار مسلمان اس آگ میں نہیں داخل ہوں گے ان کے لئے جہنم کا دوسرا طبقہ ہے جو طبقوں سے کم عذاب والا ہے وہ ایسا ہے جیسا دنیا میں میل کچیل دور کرنے کے لئے حمام ہوتا ہے مگر جہنم کا حمام بھی غضب کا جلا ہوا ہے اللہ ہر مسلمان کو اس سے پناہ دے اور ان کے میل کچیل کو دنیا ہی میں دور کردے آمین ۱۲ ظ

پردے نہ اٹھائے اور غفلت سے بیدار نہ ہوئے۔)

دل کی آواز کو سننا چاہیئے

اگر یہ جھٹلانے والے اپنے (دلوں کے) اندر سے حق کی آواز سن لیتے، جو ان کو اس بات پر ایمان لانے کی دعوت دے رہی ہے (جس کو زبان سے) جھٹلاتے ہیں تو یہ بھی ان لوگوں کی طرح ایمان لے آتے جن کا قول یہ ہے ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا۔ اے پروردگار! ہم نے ایک منادی کی آواز کو سنا جو ہم کو ایمان کی طرف بلا رہا تھا کہ اپنے پالنے والے پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اور یہ آواز ہر مسلمان کے دل میں جو موحد ہے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے ہمیشہ رہتی ہے، اگر کفار اس آواز کی حقیقت سمجھ جاتے تو ضرور سن لیتے، مگر وہ تو اس سے بے خبر اور منکر ہیں جب قیامت کے دن پردہ اٹھ جائے گا اور حسرت و ندامت کے ساتھ جہنم کی آگ میں جلیں گے اس وقت (اس آواز کی حقیقت اور) اس (مجلس عالم کے) معزز صدر (سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے درجہ کو پہچانیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے لنریہ من اٰیٰتنا انہ ھو السمیع البصیر (پاک ہے وہ (خدا) جو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا تاکہ ہم اس بندہ کو اپنی نشانیاں دکھلائیں بیشک وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے) جب کفار کو سننے اور دیکھنے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، اور وہ جان لیں گے کہ سننے اور دیکھنے کے لئے جسمانی آلات یعنی ظاہری کانوں اور آنکھوں کی ضرورت نہ تھی، بلکہ دل کے کان اور دل کی آنکھیں کھولنے کی ضرورت تھی) اس وقت کہیں گے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر اگر ہم نے (دل کی آواز کو سنا یا سمجھا ہوتا تو آج دوزخ والوں میں نہ ہوتے

مگر وہاں یہ عذر نہ سنا جائے گا، اور اگر وہ عذر پیش بھی کریں تو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہوگا، اب ان کا عذر کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی اس عذر کو زائل کر چکے اور ان کے پاس ایسے لوگوں کو بھیج چکے تھے جن کی بات مان لیتے تو اندھیرے سے روشنی میں پہنچ جاتے۔

انبیاء علیہم السّلام اپنے مرتبے سے نیچے اتر کر تبلیغ کرتے ہیں

تمام حضرات انبیاء علیہم السلام

اپنے (بلند) مرتبوں سے اتار کر کافروں اور جاہلوں کو سمجھانے کے لئے بھیجے گئے اور یہ امت (محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے نبی مختار (سیدنا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ) سے نوازی گئی، جو نیک بندوں کا راستہ بتلانے والے، اور بدوں کے راستوں سے بچانے والے اور باطنی اسرار کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم ایات اللہ مبینات لیخرج الذین امنوا وعملوا الصلحت من الظلمات الی النور اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ایسا رسول اتارا ہے جو یاد دہانی کرنے والے ہیں تمہارے سامنے اللہ کی روشن آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لے آئیں ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں پہنچا دیں، تاریکیوں سے مراد گمراہ باپ دادوں اور نئی نئی باتیں ایجاد کرنے والے استادوں کی تقلید کی تاریکیاں ہیں، کیونکہ اس زمانہ کے آدمی لکیر کے فقیر اور باپ دادا کے طریقہ پر مٹے ہوئے تھے وہ) لوگ یوں کہتے تھے انا وجدنا اباءنا علی امۃ وانا علیٰ اثارھم مقتدون (ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راستہ پر پایا ہے اور ہم انہی کے طریقہ پر قدم

لہ حضرات انبیاء علیہم السلام جس بلند درجہ پر ہیں اس کا مقتضا یہ تھا کہ ذات حق کے سوا وہ کسی پر توجہ اور التفات نہ فرماتے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ مخلوق کو اللہ سے ملانے کے لئے اپنے بلند مرتبہ سے اتر کر مخلوق کی طرف توجہ فرمائیں ۱۲ ظ

بقدم چلتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔ قل او لو جئتکم باهدی مما وجدتم علیه اباءکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اگرمیں اس راستہ سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے زیادہ سیدھا اور اچھا راستہ بتلا دوں کیا جب بھی تم اسی پر جمے رہو گے ؟ اور (ذرا کوئی ان سے پوچھے کہ) انھوں نے اپنے باپ دادا کو کس بات (اور کون سے کمال) پر پایا تھا ؟ (ان میں سے) کچھ لوگ تو بتوں کی پرستش پر جمے ہوئے تھے، جو محض تاریک اور کثیف اجسام تھے، حیوانیت کی بھی تمام باتوں سے کورے تھے، (انسان تو کیا حیوان تک بھی ان سے افضل تھے، ایسے بیکار کو معبود بنانا تو الگ رہا انسان سے افضل سمجھنا بھی کھلی حماقت تھی)

عبادت اصنام وعبادت مسیح کے اسباب

اور کچھ لوگ (حضرت سیدنا) مسیح (علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) کی عبادت پر جمے ہوئے تھے، یہ لوگ انہیں چیزوں پر ٹھہر گئے جو اللہ تعالےٰ نے ان کے ہاتھوں سے ظاہر کرائی تھیں (ان کی نظر آگے نہ بڑھی) یہ عیسیٰ علیہ السلام ہی کو خدائی کی نظر سے دیکھتے (اور انہی کو خدا سمجھنے) لگے، انھوں نے مسیح علیہ السلام کے جسم ناسوتی کے سوا جو اپنی حرکت (وسکون) میں اس کام کیلئے مسخر تھا کہ روح القدس (جبریل علیہ السلام ان کے باطن میں جو کچھ اللہ کی وحی اور الہام ربانی ڈالدیں اس کو ظاہر کر دیں، اور قدرت الٰہی اور عجیب معجزات اور وہ روحانی طاقتیں جو عادۃً انسانی طاقت اور اسباب طبعیہ اور خاصیات انفعالیہ فطریہ سے باہر ہیں ان کے ہاتھوں سے ظاہر ہو جائیں اور کسی چیز کو نہیں پہچانا، حالانکہ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ان کے لئے ہوا اور اللہ کی بات ہی پوری ہے، (اس کے سوا سب کی باتیں ادھوری ہیں) وتمت کلمت ربك

صدقًا وعدلًا تیرے رب کی بات سچا اور عدل میں پوری ہے، اللہ کی بات ہی سے ہوا جو کچھ ہوا، اور مسیح علیہ السلام کو اللہ کی بات ہی سے امداد دی گئی روح القدس سے قوت دی گئی، اذ ایدتك بروح القدس پس مسیح علیہ السلام اور ان کے سب کارنامے (حقیقت میں) اللہ تعالیٰ کی ایک بات سے (ظاہر) ہوئے جو مریم علیہا السلام میں پھونکی گئی تھی مسیح علیہ السلام خود اللہ کی ایک بات تھے اللہ کی بات سے (پیدا) ہوئے تھے ان کے ہاتھوں سے اللہ کی بات ظاہر ہوئی تھی جب وہ کسی چیز سے کہتے ہوجا تو وہ (اللہ کے حکم سے) ہوجاتی تھی، کیونکہ وہ کسی چیز میں قوت روحانی (اور حیات و زندگی) اپنی ناسوتی قوت سے نہیں پیدا کرتے تھے، بلکہ صرف اللہ کے حکم اور روح القدس کی تائید سے (جان ڈالتے تھے) اسی بات کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے فَتَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللهِ ط عیسیٰ علیہ السلام بیجان صورت میں پھونک ماردیتے تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا (نہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طاقت اور ان کے حکم سے) کیونکہ روح تو اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کی طرف ہی اس کی نسبت ہے اللہ ہی کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور وہ اللہ ہی کی چیز ہے (چنانچہ ارشاد ہے فاذا سویته ونفخت فيه من روحی جب میں اس کو (یعنی آدم کو) بنادوں اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکدوں پس یہ پہلا نفخ (اور پہلی بار روح پھونکنا) بلاواسطہ ہوا ہے جس نے نوع انسانی کی بنیاد ڈالی،

انسان کی عظمت

اور یہ نوع انسانی ایک ایسی قوت ہے جو (بلاواسطہ) اللہ کے وجود (اور اس کی تجلی) سے قائم ہوئی اس کی بارگاہ[له]

له یعنی انسان کی پیدائش میں کسی دوسرے کا واسطہ نہیں رکھا گیا دوسری مخلوقات کی پیدائش میں فرشتوں سے بھی کام لیا جاتا ہے مگر انسان کی بنیاد دست قدرت نے خود قائم کی ہے ۱۲

ہے اس کا ظہور ہوا ہے اسی لئے اس میں شان خداوندی کے آثار اور عظمت الٰہی کے علامات ظاہر ہوئے، جن کی وجہ سے انسان نے تمام معلومات کو جان لیا، اور اسی کے ذریعہ سے نئی نئی ایجادات کو ظاہر کیا، اور یہ قوت جو آدم علیہ السلام میں پھونکی گئی تھی ان کی اولاد میں بھی پہنچی جو ہمیشہ چلتی رہے گی اسی کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں نئی نئی ایجادیں اور عجیب و غریب علوم جزئی و کلی ظاہر ہوتے رہتے ہیں، یہ سب اسی نفخہ (اور بلا واسطہ روح پھونکنے) کا اثر ہے جس نے آدم علیہ السلام کو ایسی قوت عطا کی جس سے وہ زمین و آسمان سے باخبر ہو کر تمام چیزوں (کے مصالح اور منافع اور مضرتوں) پر مطلع ہو گئے اور (ان کے بعد) یہ قوت ان کی تمام اولاد میں تقسیم کر دی گئی، جو نسلاً بعد نسل چلی آتی ہے، انبیاء علیہم السلام نے اس قوت سے پورا حصہ لیا اسی لئے ان کے ہاتھوں سے عجیب و غریب علوم اور حکمتیں ظاہر ہوئیں جن میں طبعی اسباب اور خاصیات افعال (و کیفیات) کو اصلاً دخل نہیں، بلکہ یہ سب کچھ تنہا اسی قوت کا نتیجہ ہیں جو آدم علیہ السلام میں بلا واسطہ (روح پھونکنے سے پیدا ہوتی تھی یہ سب ازلی فوائد ہیں، اور ہر شخص کے ہاتھ سے اسی قدر منافع ظاہر ہوتے ہیں جتنا اس چھینٹے اور نفخ سے اس کو حصہ ملا ہے، اس سے زیادہ نہیں یہ ازلی تقسیم ہے ہر شخص نے اس میں سے اسی قدر پایا جتنا اس کی استعداد و قابلیت کے موافق اس پر چھڑک دیا گیا ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور اور جس کو اللہ ہی نے نور نہیں دیا اس کے لئے نور سے کچھ حصہ نہیں، اور جن لوگوں کو اس (نور) میں سے حصہ دیا گیا ہے وہ بھی اپنے حصہ کو پوری طرح اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک انتہائے کمال قرب کو اپنے درجہ کے مناسب نہ پہنچ جائیں، اور یہ (کمال قرب) صرف آخرت میں جنت ہی میں ہوگا اس وقت وہ جس چیز کو بھی

کہدیں، گے ہو جا تو فوراً ہو جائے گی، پس (حضرت سیدنا) عیسیٰ (علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی ایک نبی ہیں، اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ان کے درجہ اور زمانہ کے اعتبار سے اس نور کا پورا حصہ ملا ہے، وہ جو کچھ کرتے تھے (اللہ کے) حکم سے کرتے تھے خود نہیں کرتے تھے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فعل کا مظہر تھے، اللہ تعالیٰ ان میں روح القدس کے واسطے سے (نور) پھونکتے تھے، اور وہ دوسری چیزوں میں روح القدس کے ذریعہ سے (روح) پھونکتے تھے کیونکہ ان کو روح القدس سے تائید عطا کی گئی تھی، خود اپنی ذات سے اپنی طرف سے کچھ نہ کرتے تھے، ان کا ہر کام اللہ کے حکم پر موقوف تھا، وہ روح القدس کی تائید کے بھی محتاج تھے، (اور روح القدس بدون حکم الٰہی کچھ نہیں کر سکتے۔ ویفعلون مایؤمرون اگر نصاریٰ علیہ السلام کے ظاہری افعال کے ساتھ اس باطنی حکمت پر بھی جو ان کے پیچھے کام کر رہی تھی مطلع ہو جاتے تو امداد (الٰہی) کا نور چمکتا ہوا ان کو نظر آتا اور تائید الٰہی کا ایک ٹھنڈا جھونکا ان کو بھی لگ جاتا پھر اس جھونکے سے اپنا (ایمانی حصہ اسی طرح لے لیتے جیسا حواریین نے لے لیا تھا، ولکن کرہ اللہ انبعاثھم مگر اللہ کو ان کا ابھرنا ہی پسند نہ ہوا اس لئے بہرے گونگے اندھے بنے رہے، حقیقت تک نظر نہ پہنچی عیسیٰ علیہ السلام ہی کو خدا کہنے لگے) ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد اور جس کو اللہ ہی گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا فلا تاس علی القوم الفاسقین پس ان نافرمان لوگوں پر تم کو کچھ افسوس نہ کرنا چاہیئے۔

یہودیوں کی باطل پرستی کے اسباب

یہودیوں میں سے کچھ لوگ عزیر علیہ السلام کی پرستش پر جمے ہوئے تھے، یہ بھی اسی پردہ میں الجھ گئے، جس میں نصاریٰ الجھے تھے، اور یہ پردہ سراسر

ظلمت (اور اندھیرا ہی) تھا، یہود کی ایک جماعت توحید کا بھی دعویٰ کرتی اور اپنے قول کے مطابق عزیر علیہ السلام کی پرستش نہیں کرتی ہے، یہ لوگ خود سوچ سمجھ کر نہیں بلکہ (باپ دادا کی) تقلید اور سنی سنائی باتوں سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں مگر یہ بھی تقلید کی اندھیریوں میں الجھے ہوئے اور لوگوں کی باتوں پر جمے ہوئے ہیں، یقین کی آنکھوں سے انھوں نے حق کو نہیں دیکھا، اگر یہ لوگ حق کو خود دیکھتے اور پہچان لیتے تو اہلِ حق کو بھی ضرور پہچان لیتے۔

نہ کہ حق کو آدمیوں سے کیونکہ آدمیوں کو حق سے پہچانا جاتا ہے. حق کو آدمیوں سے نہیں پہچانا جاتا۔ اگر یہ لوگ نبوت اور رسالت و ایمان کی حقیقت سے واقف ہوتے اور نبوت کی حقیقت سے واقف ہونے کے بعد انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو پہچانا ہوتا، تو (سیدنا) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا کبھی انکار نہ کرتے، بلکہ آپ کو بھی اسی نگاہ سے دیکھتے جس نگاہ سے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تھا، کیونکہ اس وقت یہ لوگ حق سے واقف ہو چکے ہوتے اور اہلِ حق کو ضرور پہچان لیتے، مگر یہ تو انہی باتوں پر جمے رہے جو موسیٰ علیہ السلام کی خبروں میں سُنا اور معلوم کیا تھا کہ ان کے ہاتھوں سے بڑی قدرتوں کا ظہور ہوا اور عجیب و غریب نشانات و معجزات ظاہر ہوئے ہیں جن کے ساتھ آپ نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ دوسرا آدمی یہ کام نہیں کر سکتا، جو میرے ہاتھ سے ہو رہا ہے، جسے ہمت ہو مقابلہ کر کے دیکھ لے تو یہ لوگ انہی تاریک جسمانی صورتوں میں معجزات کی صورتوں میں الجھ کر رہ گئے۔ اور گمان کر بیٹھے کہ یہ سب کچھ موسیٰ علیہ السلام کی ذاتی طاقت اور ذاتی قدرت سے ہوا تھا۔

جملہ انبیا کا دین ایک ہی ہے

یہ نہ سمجھے کہ جس نے (اپنی) قدرت کو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر کیا تھا، اسی نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے اپنی قدرت کو ظاہر کیا ہے۔ اور یہ کہ حقیقت میں معبود ایک ہی ہے۔ دین بھی (سب انبیاء علیہم السلام کا) ایک اور خود انبیاء علیہم السلام بھی باہم ایک ہیں سب کی دعوت بھی ایک ہی ہے سب کے ہاتھوں سے قدرت (الٰہیہ) کا ظہور ہوا، اور قدرت ہی نے ان کو (ان کاموں کا) اشارہ کیا، پھر جس شخص کے ہاتھوں سے قدرت الٰہیہ کا ظہور ہوا اور وہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ دوسروں کو اپنے مقابلہ کی دعوت بھی دے، (اور کوئی اس کے کاموں کا مقابلہ نہ کر سکے) تو وہی اپنے وقت کا سردار اور اس امت کا نبی ہوتا ہے، سب پر اس کا حق لازم ہوتا ہے (اگر اس شخص کے زمانہ میں کوئی پہلا نبی آجائے تو اس کو بھی اپنی شریعت پر عمل جائز نہ ہوگا بلکہ اس وقت کے نبی کا اتباع لازم ہوگا) پس انبیاء علیہم السلام صرف صورت اور جسم میں الگ ہوتے ہیں حقیقت اور مقصد میں الگ نہیں ہوتے

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الی قولہ ویھدی الیہ من ینیب (اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے واسطے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی وصیت نوح علیہ السلام کو کی تھی اور جس کو آپ کی طرف (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی وصیت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو (یہ کہہ کر) کی کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ پیدا کرنا مشرکین کے اوپر وہ (دین) گراں ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں (مگر) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور جو شخص اللہ کی طرف رجوع ہوتا (اور متوجہ ہوتا) ہے اس کو ہدایت کر دیتے ہیں پس انبیاء علیہم

السلام میں کوئی تفرقہ اصلاً نہیں (مقصود سب کا ایک ہے) اور زبردست قدرت والا (خدا) بھی ایک ہے، اس نے اپنی قدرت مختلف صورتوں اور مختلف شکلوں میں ظاہر کی ہے، مگر اپنی ذات سے وہ ایک ہے، نہ وہ کسی خاص مکان میں ہے نہ اس کے اجزا ہیں، نہ وہ کسی چیز میں اترا ہوا ہے نہ کسی سے ملا ہوا، لیکن وہ اپنے بندوں کے سامنے اپنے افعال اور قدرت سے جلوہ آرا ہے، اس نے اپنے تک پہنچنے کے لئے بہت سے راستے بنائے اور ان راستوں کے لئے رہنما بنائے، ہر رہنما کی ایک خاص علامت ہے، اور ہر راستہ کا خاص دروازہ اور اس پر ایک خاص پردہ پڑا ہوا ہے وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب کسی بشر کے لئے یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے (بلا واسطہ) ہمکلام ہو سکے بلکہ وحی کے ذریعے سے (ہمکلام ہوتا ہے) یا پردہ کے پیچھے سے،

حدود سے آگے بڑھنا جائز نہیں

اس دربار کے راستہ میں حدود مقرر اور نشانات لگے ہوئے ہیں جن سے آگے بڑھنا بدون اجازت کے ممکن نہیں۔ پھر جس کو حد مقررہ سے آگے بڑھنے کی اجازت دیدی جاتی ہے اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا اور اندر لے لیا جاتا ہے، اس (دربار) میں داخل ہونا بدون شرح صدر کے ممکن نہیں۔ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

شرح صدر کی تفسیر

شرح صدر کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا وہ ایک نور[1] ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈالدیتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نور کی علامت کیا ہے، فرمایا خیالی گھر (دنیا) سے دور ہو جانا اور دائمی گھر (آخرت) کی طرف متوجہ ہونا، اور موت کے آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کرنا" اسی نورانی شرح صدر سے دلوں کے دروازے

---

[1] وهو المراد بنسبة الاحسان فی اصطلاح الصوفیۃ فافہم فلعلک تجدہ اقرب الی الصواب ۱۲ ع

کھلتے ہیں، اور رحمت (نبوت) بھی اللہ سبحانہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس کے دل پر چاہتے ہیں اس کو کھول دیتے ہیں ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا اللہ جس رحمت کو لوگوں کے لئے کھول دے اس کو روکنے والا کوئی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجسم رحمت ہیں (چنانچہ ارشاد ہے) وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین اور ہم نے تو آپ کو تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، پس جس طرح آسمان کے دروازے بارانِ رحمت سے کھل جاتے ہیں، اسی طرح وحی کے دروازے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھل گئے جو تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت اور پرہیزگاروں کے (بارگاہ الٰہی میں) داخل ہونے کے لئے دروازہ ہیں۔ اب سمجھو! کہ قدرت (الٰہی) کا جو حصہ بھی کسی ظاہری مخلوق میں ظاہر ہوا ہے اس کے پردہ میں ظاہر کرنے والا دوسرا ہے (یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ) تو جو شخص ظاہر سے آگے بڑھ کر پردہ والے تک پہنچ گیا اس پر ملکوت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور یہ ان لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے جو پاکیزہ میدان میں سیر کرنے والے ہیں۔ اولئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خلدون یہی وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان

چراغ وجود سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جنت الفردوس کی وراثت کی طرف (مخلوق کو) دعوت دی ہے، آپ وہ عجیب اسرار اور نادر باتیں، فصیح زبان عمدہ استعارے ٹھیک ٹھیک مثالیں، مناسب اشارے باریک راز، واضح کشف، کامل احکام، وسیع سیاسیات، جامع آداب، پاکیزہ اخلاق لائے ہیں جو آپ کے سوا کوئی نہیں لایا اب جس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں

وہ صورت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اور روحانی جمال پر نظر کرتا اور آپ کے روحانی انوار کو ناسوتی جسمانی آفاق کے تمام جوانب پر خاص عزت و وقار اور ہیبت و سکون اور تبسم و شادمانی کے ساتھ پھیلا ہوا دیکھتا، اور ان تمام ظاہری و باطنی صفات کو از خود نہیں بلکہ ان کے ظاہر کرنے والے (خدا) سے قائم سمجھتا۔ تاکہ ان لوگوں کے درجہ سے نکل کر (آگے بڑھ) جائے جو ظاہر پر ٹھہر کر پیدا کرنے والے سے محجوب (اور دور) رہ گئے "یہ شخص سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ظاہر و باطن اور تمام حرکات و سکنات میں محض (ظاہری) انتظام کرنے والے ہیں۔ آپ کے اندر اپنی کوئی طاقت نہیں آپ سراسر اس ذات میں مٹے ہوئے ہیں جس نے (دینی و دنیوی) انتظامات کے لئے آپ کو قائم کیا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح (صاف صاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ ط (اور جب آپ نے (جنگ بدر میں ایک مٹھی بھر کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے ایک (ظاہری) فعل میں اس کام سے آپ کو (کیونکر) الگ رکھا ہے (یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے پھینکا اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ نے نہیں پھینکا مطلب ظاہر ہے کہ لوگوں کی نظروں میں تو آپ کا فعل تھا مگر حقیقت میں کرنے والا اور تھا یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس بات کے بتلانے کی اس لئے ضرورت تھی) تاکہ کسی کو آپ کے جسم ناسوتی پر جو (خدا کا) تابع ہے اور ظاہری شکل وصورت پر جو خدا کی بنائی ہوئی ہے (ذاتی) قدرت وطاقت کا گمان نہ ہو جائے اور کوئی آپ ہی کو صاحب تصرف نہ سمجھنے لگے، حالانکہ آپ صرف منتظم (اور ظاہری) مدبر ہیں۔

اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نظر سے دیکھے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کام لے رہے ہیں

آپ خود تصرف نہیں کرتے اور اس بات کی حقیقت سمجھ لے کہ ظاہر ہونے والی چیز کیا ہے۔ ظاہر کرنے والا کون ہے، پھر ہر ایک کو اس کے درجہ پر رکھے تو حق کھلم کھلا بدون کسی شبہ اور تاویل کے اس پر واضح ہو جائے گا، اور مکروہ بات کو صحیح سے الگ ممتاز پائے گا۔ یہ شخص خدا کی ہدایت سے سرفراز ہوگا آدمیوں کی ہدایت سے نہیں۔ اور ان لوگوں میں سے ہوگا جو تقدیر کے راز پر مطلع ہو چکے اور سنی سنائی باتیں ماننے سے جن میں دھوکہ کا احتمال ہے علٰحدہ ہو چکے ہیں قل اولو جئتکم باھدی مما وجدتم علیہ آباءکم (فرما دیجئے کیا اگر میں اس بات سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے زیادہ سیدھا راستہ بتلاؤں کیا پھر بھی تم اسی پر رہو گے) اس آیت میں ایک کھلی مثال دیگئی ہے کہ مشاہدہ کے ہوتے ہوئے

مشاہدہ کے ہوتے ہوئے سنی سنائی بات پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے

سنی ہوئی باتوں پر جمنا اور مشاہدہ سے آنکھیں بند کر لینا غلطی ہے۔ اس آیت میں تدبیر و نصیحت کے ساتھ معرفت حق کی طرف پہنچایا گیا ہے تاکہ اس طریقہ سے لوگ اہل حق کو پہچان لیں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ جو شخص بدون اللہ کی ہدایت کے ایسی باتوں پر چل رہا ہے جن سے طبیعت مانوس ہے وہ اپنی خواہش اور جہالت کی پیروی کر رہا ہے کیونکہ اس کو اپنے باپ دادا کے طریقہ کی حقیقت اصلا معلوم نہیں یہ اس پر صرف اس لئے چلتا ہے کہ طبیعت اس سے مانوس ہے اور یہ سراسر نادانی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص زنا اور چوری سے مانوس ہو جائے تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ زنا اور چوری اس لئے اچھے کام ہیں کہ میں ان سے مانوس ہوں ہرگز نہیں۔

ہدایت کی حقیقت

اللہ کی ہدایت وہ ہے جو تمہارے سامنے تمام معاملات کی حقیقت کو کھول کر رکھدے یہ وہ ہدایت ہے جو عقل کے قلم سے دل کی تختیوں پر منقش ہوتی ہے (یعنی یہ ہدایت عقل او ضمیر سے کام لینے والے کو حاصل ہوتی ہے، جب آدمی انصاف کے ساتھ تعصب کو برطرف کرکے تلاش حق کے لئے اپنی عقل وضمیر کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد کی جاتی ہے اور ایک نور دل میں ڈالدیا جاتا ہے جو حق و باطل کو اس کے سامنے الگ کرکے اس طرح رکھدیتا ہے کہ دودھ الگ پانی الگ ہوجاتا ہے ۱۲) اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو منقش کردیا ہے اور اپنی طرف سے ان کے اندر ایک روح ڈال کر مدد کی۔

روحانیت والے ہی انبیاء کو پہچان سکتے ہیں

جس کی مدد اس روح سے کی جاتی ہے وہی ان لوگوں کو پہچانتا ہے جن کی امداد روح سے کی گئی ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس سے قوت دی گئی تھی، اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایک روح اتاری گئی یعنی قرآن شریف جو خود بھی زندہ رہنے والا ہے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے والا بھی ہے جس نے یہ بات جان لی، اور اس کا مزہ چکھ لیا وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی اللہ کی طرف سے تائید کی گئی ہے، اور جو تمام کتابوں پر ایمان لاتے ہیں ان ہی کی شان میں فرمایا گیا ہے والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون۔ اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون؁ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں یہی ہدایت پر ہیں اپنے رب[1] کی

[1] یعنی ان کی ہدایت انسانی نہیں کیونکہ انسانی ہدایت میں تعصب وگروہ بندی ضرور ہوتی ہے وجہ بے تکلف اپنی اور دوسری قوموں کی کتاب کی عظمت و تصدیق نہیں کرسکتا یہ اللہ کی ہدایت کی شان ہے کہ اس نے حقیقت کو کھولکر رکھدیا تو جتنی سچی کتابیں اور سچے رہنما پہلے آئے تھے وہ سب انکی نگاہوں میں معظم ہوگئے

طرف سے اور یہی کامیاب ہیں، اور ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے اس کو چھوڑ کر سوائے خواہشات نفسانی اور خیالات نادانی کی پیروی کے کچھ بھی نہیں ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءك من العلم انك اذا لمن الظلمین ۰ اگر تم ان لوگوں کی خواہشوں (اور ان کے خیالات) کی پیروی کرنے لگو بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم (لدنی اور کشف الٰہی یعنی خدا کی ہدایت اور اس کی وحی اور کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آچکا تو یقیناً تم اس وقت ان لوگوں میں داخل ہو گئے جو اپنا سخت نقصان کرنے والے ہیں، جنہوں نے اپنے نفس کو مرتبۂ کشف سے اتار کر ان لوگوں کے درجہ میں گرادیا جو اپنی خواہشوں پر چلنے والے اور اپنی غلط رایوں کی اندھیریوں میں بھٹک رہے ہیں، کیونکہ ان کی رائیں اور ان کی ذہنیتیں طبیعت کے میل سے بھری ہوئی اور مادیت کی تاریکیوں کے پردوں سے ڈھکی ہوئی ہیں۔

جو شخص جس قوم کی شمار بڑھائے گا انہی میں سے گنا جائے گا

جو شخص جس جماعت کی تعداد بڑھائے گا، انہی میں گنا جائیگا، انہی کے ساتھ قیامت میں اٹھے گا جو شخص جس قوم سے موافقت کریگا انہی میں داخل ہوگا پس حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں، اور کشف کے بعد تاریکی میں الجھنے کے سوا کچھ نہیں فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا ذالك مبلغھم من العلم۔ اس شخص کی طرف سے منہ پھیر لو جس نے اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیا اور دنیوی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا یہیں تک ہی اس کے علم کی پہنچ ہے (حیات دنیا سے آگے اس کا علم بڑھتا ہی نہیں اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ حیات دنیا حیات اخروی سے غافل کرنے والی ہے، اور جو شخص اصلی زندگی کیلئے تیاری کرنے سے پہلو تہی کرے گا۔

وقت سے پہلے تیاری کرلو

وہ دنیوی زندگی سے جدا ہو کر پشیمان ہوگا۔ جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا، اور ایسے وقت میں نصیحت مانے گا جب نصیحت

کچھ نفع نہ ہوگا۔ یقول یلیتنی قدمت لحیاتی فیومئذ لایعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد ؕ اس وقت یوں کہیگا کہ اے کاش ! میں نے اپنی (اصلی) زندگی کیلئے پہلے سے کچھ (سامان) کرلیا ہوتا پس اس دن خدائے تعالیٰ کے عذاب کے برابر نہ کوئی عذاب کرنے والا ہوگا نہ اس کی جکڑ کے برابر کوئی جکڑنے والا، یہاں تک کہ اس شخص کو معلوم ہوجائے گا کہ زندگی (اصل میں) آخرت ہی کی زندگی ہے۔ اگر پہلے سے اس بات کو جان لیتا تو آخرت اس کے حق میں زندگی کا گھر بن جاتی۔

آخرت ان ہی کے واسطے حیات ہے جو اس کے ماننے والے ہیں

کیونکہ وہ تو جاننے والوں ہی کے لئے حیات ہے

(اور جو اس کے منکر ہیں ان کے حق میں تو موت سے بدتر ہے لایموت فیھا ولا یحییٰ (ایسا شخص نہ مردوں میں ہے نہ زندوں میں) اسی لئے اللہ تعالیٰ نے (جہاں آخرت کا حیات ہونا بتلایا ہے وہاں) یہ قید بھی لگادی ہے لوکانوا یعلمون (پوری آیت یوں ہے)

وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لوکانوا یعلمون اور بیشک دار آخرت ہی سراپا زندگی ہے اگر پہلے سے جان لیتے) حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر یہ لوگ پہلے سے جان لیتے تو دار آخرت ان کے حق میں سراپا زندگی بن جاتا۔ مگر ان کے جہل نے ان کو پردہ میں رکھا اور صورتوں (شکلوں) کی تاریکیوں میں پھنسادیا جسم کے جیلخانہ میں جو طول وعرض وعمق کی دیواروں سے محصور ہے مقید کردیا کہ عمر بھر جسم کی پرورش اور اس کی راحت رسانی میں لگے رہے، اپنی عقل اور روح کی آواز کو نہ سنا، جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ دنیا کی زندگی زندگی نہیں یہ تو خواب وخیال کی طرح گذر جائیگی، اصلی زندگی وہاں کی ہے جہاں سے انسان کی عقل وروح آئی اور ایک دن جسم سے علیحدہ ہوکر پھر وہیں پہنچنے والی ہے ۱۲) پس یہ لوگ (چونکہ جسم ہی کی تاریکیوں میں الجھے رہے روحانیت کی روشنی سے انھوں نے آنکھیں بند رکھیں اس لئے) جسم ہی کی طرف ڈھکیل دیئے جائیں گے۔ اور اسی میں (ان کو) عذاب دیا جائیگا۔ پس اجسام کا دوبارہ زندہ ہونا

ضروری ہے صاحب شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہی بتلایا ہے کہ اجسام دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اور ان میں روحیں لوٹائی جائیں گی جن کو خدا نے توفیق دی ہے وہ اس پر ایمان رکھتے اور دل کھول کر اس کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ شارع علیہ السلام نے بتلا دیا ہے کہ جس چیز کا ابتداً پیدا کرنا ممکن ہے اس کا دوبارہ پیدا کرنا (کسی طرح) محال نہیں ہوسکتا، یہ بات تو مشاہدہ ہے کہ نئی ایجاد کرنے سے ایجاد کردہ چیز کو دوبارہ بنا دینا بہت آسان ہے قل یحییھا الذی انشاءھا اول مرۃ (لوگ پوچھتے ہیں کہ ہڈیوں کے بوسیدہ ہوجانے کے بعد کون زندہ کرے گا؟ کہدو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

عقائد اسلامیہ کا انکار ہٹ دھرم کے سوا کوئی نہیں کرسکتا

اللہ تعالیٰ کی معرفت (اور اس کی قدرت کو جاننے) اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کو پہچاننے، اور قیامت کے ماننے سے صرف وہی شخص رکتا ہے جس پر شیطان اور ہوائے نفسانی نے غلبہ کرکے حق سے اس کو ہٹا دیا اور بہکا دیا ہے، پھر اللہ نے بھی اس سے نفرت کی اور رسوا کرکے ہمیشہ کیلئے جہنم میں اس کا ٹھکانا بنا دیا۔ ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسولہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالا بعیدا ہ اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم ہ افلا یتدبرون القراٰن ام علی قلوب اقفالھا ہ جو شخص اللہ سے اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور آخرت کے دن سے انکار کرلے وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا، ان لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہے جس نے ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کردی ہیں۔

قرآن اپنی حقانیت کی دلیل خود ہے

کیا یہ لوگ قرآن کو سمجھتے نہیں یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟ کہ بالکل

بہرے گونگے اندھے ہی بن گئے کسی بات کو سمجھتے ہی نہیں (قرآن اپنی باتوں کے سمجھانے میں کسی خارجی دلیل کا محتاج نہیں وہ اپنے ہر دعوے کے لئے خود ہی دلیل ہے منکروں کو چاہیئے کہ اسلام کی جس بات میں ان کو شبہ ہو اس کو بحث ومناظرہ کے بجائے خود قرآن سے حل کریں تعصب کو الگ رکھ کر قرآن کو سمجھ کر پڑھیں پھر اپنے ضمیر کو ٹٹولیں کہ وہ قرآن کی نسبت کیا فیصلہ کرتا ہے یقیناً ضمیر اندر سے یہی کہیگا کہ قرآن جو کچھ کہتا ہے بالکل حق ہے جس میں شک وشبہ کی اصلا گنجائش نہیں ۱۲)

قرآن شریف سمجھنے کا طریقہ اور ادب

اور بھلا وہ قرآن کو کیا سمجھے گا جس نے قرآن کی حقیقت ہی نہیں سمجھی، نہ اس کے نازل ہونے اور نازل کرنے والے کو جانا نہ اس کو پہچانا جس پر وہ نازل ہوا ہے (اور ان کا جاننا پہچاننا اسی پر موقوف ہے کہ تعصب سے الگ ہو کر قرآن کا مطالعہ کیا جائے بار بار اس میں غور کیا جائے) قرآن ایک بحر محیط (بڑا سمندر) ہے جس کے کناروں پر عنبر اور اگر ہر قسم کی خوشبوئیں ہیں، اور اس کے درمیانی جزیروں کے اندر قسم قسم (کے جواہرات) کی کانیں ہیں۔ قرآن کا ایک ظاہر ہے۔ ایک باطن ایک حد ہے ایک دروازہ، انہی چار بنیادوں پر قرآن کا سمجھنا موقوف ہے۔ ظاہر تو یہی عبارت ہے جو نازل کی گئی نزل بہ الروح الامین ○ جس کو امانت دار فرشتہ (روح القدس) لیکر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر) اترا، اور باطن وہ ہے جس کو تفسیر کہا جاتا ہے جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل (اے اللہ عبد اللہ بن عباس کو دین کی سمجھ دے اور اس کی تفسیر قرآن کا علم دے) اور حد وہ درجہ ہے جہاں توقف کرنا (ٹھہر جانا) ضروری ہے یہی وہ موقعہ ہے جو تشبیہ اور تعطیل کو الگ الگ کر دیتا ہے (کہ یہاں

پہنچکر انسان نہ تو خدا کو مخلوق کے مشابہ سمجھتا ہے نہ صفات سے خالی اور معطل سمجھتا ہے) اور مطلع (دروازہ) وہ ہے جس سے اہل کشف الہام غیبی اور روحانی روشنی کے ذریعہ مراد قرآنی کی حقیقت کو (دور سے) جھانک کر دیکھ لیتے ہیں۔ مراد قرآن کی حقیقت پر صرف وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کو کشف اور مشاہدہ سے حصہ ملا ہو جس کا دل (تمام روگوں سے) صحیح سالم اور سچا مسلمان ہو کر اللہ کے آگے جھک گیا ہو قال اسلمت لرب العلمین ۔ (جس نے یہ کہدیا ہو کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کیا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے) ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شہید ۔ بیشک قرآن میں اس شخص کے لئے نصیحت ہے جس کے پاس (اچھا) دل ہو یا توجہ کے ساتھ (قرآن کی طرف) کان جھکا دے پس (قرآن سمجھنے کا پہلا درجہ یہ ہے کہ قرآن کی عبارت کو سمجھے، (زبان عربی کے قواعد نحو و بلاغت سے واقف ہو) دوسرا درجہ یہ ہے کہ تفسیر قرآن سے واقف ہو، پھر عبارت قرآن کو اسی طرح جاننا ضروری ہے جس طرح قرآن نازل ہوا ہے، جس میں اصلاً تغیر و تبدل نہ کیا جائے کیونکہ تفسیر کی بنیاد عبارت قرآن ہی ہے، تفسیر عبارت ہی پر مبنی ہے، عبارت کی موافقت سے باہر نہیں ہو سکتی، تاکہ قرآن کا مطلب معطل (وبیکار) نہ ہو جائے، اور اس راستہ سے نہ ہٹ جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں منقول ہے (اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ تفسیر عبارت قرآن کے موافق ہو اور عبارت اپنی اصلی حالت پر ہو ورنہ اگر عبارت کو بدل دیا گیا یا تفسیر کے لئے عبارت قرآن کے موافق ہونا ضروری نہ سمجھا گیا تو مطلب کچھ سے کچھ

لہ خدا کا شکر ہے کہ عبارت قرآن تو ایسی محفوظ ہے کہ اس کے بدلنے کی کسی کو مجال نہیں البتہ بعض جاہل مفسر آجکل ایسے پیدا ہو گئے جو تفسیر کا عبارت کے موافق ہونا ضروری نہیں سمجھتے اس لئے ان کی تفسیریں اس راستے سے الگ ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ سے منقول ہے مسلمانوں کو ایسی تفسیروں سے بچنا چاہیے اور صرف ان علماء کی تفسیروں پر اعتماد کرنا چاہیے جن کا تبحر علمی علماء کی جماعت میں مسلم ہے ۱۲ منہ

ہو جائے گا اور ہر شخص جو چاہے گا اپنی رائے سے مطلب بتالے گا) تیسرا درجہ درمیانی ہے (یعنی اس حد کو معلوم کرنا) جو قرآن کی ظاہری عبارت اور باطنی تفسیر کو جامع اور تشبیہ و تعطیل (وغیرہ) سے مانع ہے یہی وہ حد ہے جو جامع بھی ہے اور مانع بھی۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ قرآن کو اس روشن نور کے ذریعہ سے مطالعہ کرے جو متقیوں کے سوا کسی کے پاس نہیں پایا جاتا، اس نور کے ذریعہ سے قرآن کو سمجھنا (حقیقت میں) اللہ تعالیٰ کی تعلیم (سے سمجھنا ہے) چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں یاایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وامنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمشون بہ ط واتقوا اللہ ط ویعلمکم اللہ ط اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دیگا اور تمہارے اندر ایسا نور پیدا کر دے گا جس کو تم لئے لئے پھروگے (نیز ارشاد ہے) اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ تم کو (خود) تعلیم دیں گے، پس اللہ سبحانہ فہم

اصل معلّم حق تعالیٰ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ معلّم ہیں

(وعقل) کے معلّم ہیں (کہ عقل میں سمجھنے کی قوت پیدا کرتے اور اس کو سمجھنے کے قابل بناتے ہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکام اور حکمت کے معلّم ہیں، آپ قرآن سمجھنے کے راستوں سے واقف ہیں اور دوسروں کو اپنے ارشاد کے ذریعہ اس مقام تک پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ آپ بندوں اور خدا کے درمیان واسطہ ہیں کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ۝ (اللہ کے انعامات کا شکریہ ادا کرو جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تمہارے ہی میں سے ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیات کی تلاوت کرتے اور تم کو پاک کرتے اور کتاب و حکمت سکھلاتے اور وہ باتیں بتلاتے ہیں جن کو تم نہیں جانتے تھے) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بواسطہ (ہدایت الٰہی کے) ہادی ہیں اصلی ہادی نہیں (اصلی ہادی اللہ تعالیٰ ہیں چنانچہ ایک جگہ تو یوں ارشاد فرماتے ہیں) وانک لتھدی الی صراط مستقیم بیشک آپ سیدھے راستہ کی ہدایت کرتے ہیں (دوسری آیت میں ارشاد ہے) انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء ط آپ جس کو چاہیں ہدایت (سے کامیاب) نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت (سے کامیاب) کرتا ہے اصل میں اللہ ہی ہادی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ بتلانے کے معلم ہیں اور اللہ سبحانہ اصلی معلم ہیں (چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے) ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو وہ باتیں بتلاتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے، دوسری جگہ ارشاد ہے، علم الانسان مالم یعلم (اللہ نے انسان کو وہ باتیں بتلائیں جو وہ نہیں جانتا تھا) وعلمناہ من لدنا علما ط (اور ہم نے اپنے بندہ کو اپنے پاس سے ایک علم سکھلایا غرض کہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم فرمایا ہے کہیں اللہ تعالیٰ خود اپنے کو معلم فرماتے ہیں، حاصل سب کا یہی ہے کہ اصلی معلم اللہ تعالیٰ ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بواسطہ معلم ہیں ایک جگہ ارشاد ہے) الرحمٰن علم القراٰن ہ خلق الانسان علمہ البیان ہ رحمٰن نے قرآن سکھلایا انسان کو پیدا کیا اس کو بولنا بات کرنا سکھلادیا، (یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کو معلم فرمایا ہے، اس جگہ ایک اور بات بھی سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ

قرآن شریف مخلوق نہیں

اللہ تعالیٰ نے علم کو الگ بیان کیا ہے (اول تو یہ فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن سکھلایا پھر یہ فرمایا کہ انسان کو پیدا کیا، یوں نہیں فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن اور انسان کو پیدا کیا) اس میں بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ کا علم جو اس کی صفت ہے وہ مخلوق نہیں (ہاں مخلوق سے اس کو تعلق ہے کہ اللہ نے اپنے علم کو عقل کے قلم سے دلوں کی تختیوں پر لکھدیا ہے. بل ھو

ایات بینات فی صدور الذین اوتو العلم۔ (بلکہ یہ قرآن روشن آیتوں کا مجموعہ ہے ان لوگوں کے دلوں میں جن کو علم دیا گیا ہے پس قرآن مخلوق نہیں بلکہ قرآن اللہ تعالیٰ کی صفت علم ہے جو خدا کے ساتھ ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو مخلوق سے تعلق ہے اسی طرح قرآن کو بھی مخلوق سے تعلق ہے مگر اس تعلق کی وجہ سے خدا کی صفت مخلوق نہیں ہو سکتی پس قرآن بھی مخلوق نہیں)

عقل علم الٰہی سے فیض حاصل کرتی ہے

غرض عقل اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے فیض حاصل کرتی ہے، اور وہ علم ازلی یہی قرآن ہے جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم جبریل علیہ السلام کے سکھلانے سے حاصل ہوا اور جبریل کا سکھلانا اللہ تعالیٰ کا سکھلانا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھلانا جبریل علیہ السلام کا سکھلانا ہے۔ پس یوں کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھلانا اللہ تعالیٰ کا سکھلانا ہے (گفتۂ او گفتۂ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود) فرشتے رسولوں کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں اور رسول ہمارے اور فرشتوں کے درمیان واسطہ ہیں، اور سب کو سکھلانے والے ہدایت کرنے والے اللہ ہی ہیں۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیان کرنے والے ہیں، مگر آپ ہدایت کی طرح بیان کرنے میں بھی بواسطہ معلم ہیں، آپ مخلوق کو وہ باتیں بتانے کے لئے مقرر کئے گئے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے بلایا ہے، ظاہری احکام میں آپ کو ایک قسم کی حکومت حاصل ہے، مگر حقیقت میں حکومت اللہ سبحانہ کی ہے کہ وہی سب کچھ کرنے والے ہیں (چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے) لتبین للناس مانزل الیھم (ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے بھیجا تاکہ لوگوں کے سامنے وہ کلام بیان کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا اور دوسری جگہ ارشاد ہے، یرید اللہ لیبین

لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تمہارے واسطے (احکام) صاف صاف بیان کردیں اور تم کو ان لوگوں کے راستے دکھلادیں جو تم سے پہلے تھے (یہاں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کو بیان کرنے والا اور ہدایت کرنے والا بتلایا) غرض جس چیز کو کسی وقت ظاہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احکام ظاہری مقرر کرنے کے لئے منسوب کیا گیا ہے (دوسری جگہ) اس کی حقیقت کو بھی توحید قائم رکھنے کے لئے بتلا دیا گیا تاکہ کوئی شخص انہی باتوں پر نہ ٹھہر جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوئی ہیں اور ظاہر کرنے والے سے غافل نہ ہو جائے، بلکہ سمجھ لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کمالات ظاہر ہو رہے ہیں یہ (دراصل) اُس ذات کی طرف سے ہیں جو ان کمالات کا ظاہر کرنے والا ہے، تاکہ تمام کمالات کی ابتدا و انتہا اسی کی طرف ہے (چنانچہ ارشاد ہے) وانک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم (بیشک آپ کو حکمت والے جاننے والے خدا کی طرف سے قرآن دیا جا رہا ہے) پس آپ تو قرآن اترنے کی جگہ ہیں نہ آپ اس کو نازل کرنے والے ہیں نہ آپ کے اختیار میں اس کا نازل کرنا وماکنت ترجوان یلقی الیک الکتٰب الا رحمۃ من ربک آپ کو تو اس کا گمان بھی نہ تھا کہ کتاب آپ تک پہنچائی جائے گی یہ سب کچھ محض آپ کے پروردگار کی رحمت سے ہوا، اور کاش کوئی مجھ کو بتلائے تو! کہ لکھنے کے بعد کتاب میں اس سے زیادہ اور کیا بات پیدا ہوئی کہ وہ کتابت کا محل بن گئی کتابت کو اس نے قبول کرلیا۔ یہ تو نہیں کہ کتابت اس کی صفت ہوگئی اور ہمیشہ سے اس میں یہ صفت موجود تھی، بلکہ کتابت کو (دراصل) کاتب کی صفت ہے، جو لکھنے کے وقت اسی سے ظاہر ہوئی، کتاب سے ظاہر نہیں ہوئی۔ اور صفت بننے کے وقت بھی اس کی نسبت کاتب کی طرف ہوگی، نہ کتاب کی طرف۔ جب یہ سمجھ گئے کہ کتابت کاتب کی صفت ہے کتاب کی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کتاب ہے

تو اب سمجھو کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن اسی طرح لکھدیا ہے جس طرح کاتب تختی میں (حروف والفاظ) لکھا کرتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ظاہر میں تختی پر قلم سے لکھا جاتا ہے اور قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی لوح پر جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے جمایا گیا، یہاں جبریل بمنزلہ قلم کے تھے اور جو کچھ لکھا گیا وہ قدیم اور (خدا تعالیٰ کا) کلام ازلی ہے، لیکن قلم اور تختی یعنی جس نے ظاہر میں لکھا اور جس جگہ لکھا گیا وہ دونوں مخلوق (حادث) ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھی مخلوق ہے، اور جبریل علیہ السلام بھی مخلوق ہیں، اور جو کچھ جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے وہ قدیم ہے، پس اب (سمجھ لو کہ) قرآن قدیم ہے اور یہی اللہ کا علم ہے اور اس میں کچھ بھی اشکال کی بات نہیں کہ وہ بندوں کے دل میں اس طرح لکھ دیا جائے جس سے وہ اس کو یاد کرلیں جان لیں نہ اس طرح کہ ان میں پیوست ہوجائے یا کہیں سے منتقل ہوکر آجائے، کیونکہ (اصلی) حافظ (و نگہبان قرآن کا) خود اللہ سبحانہ ہے بندہ حافظ نہیں (چنانچہ ارشاد ہے) انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحٰفظون ٥ بیشک ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم خود ہی اس کے محافظ ہیں، روایات میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سبحانہ نے قلم[1] کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا لکھ! اس نے پوچھا کیا لکھوں؟ ارشاد فرمایا کہ مخلوق کے متعلق میرے علم کو لکھ! اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا علم مخلوق کے متعلق جو کچھ ہے وہ لکھا ہوا ہے (پھر بھی علم الٰہی کو کوئی مخلوق نہیں کہتا تو قرآن اگر دلوں میں لکھا جاتا ہے تو اس سے اس کا مخلوق ہونا کیونکر لازم آگیا؟) اور ایمان بھی لکھا ہوا ہے (چنانچہ

---

[1] قلم ایک فرشتہ کا نام ہے جو لکھنے کے کام پر مامور ہے ۱۲

ارشاد ہے) کتب فی قلوبھم الایمان ○ (اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھدیا) بل ھوایات بینت فی صدور الذین اوتو العلم (بلکہ وہ تو روشن آیتیں ہیں ان لوگوں کے سینہ میں جن کو علم دیا گیا ہے پس قرآن ہمارے سینوں میں محفوظ ہونے پر بھی آیات بینات ہی ہے مخلوق نہیں ہوگیا گو ہمارے سینے اور ہمارے دل مخلوق ہیں) اور اس کتابت کی کیفیت

قرآن شریف دلوں میں کس طرح محفوظ ہوتا ہے اس کی کیفیت نہ پوچھو :

اور دلوں میں اس کے جم جانے کی صورت کو نہ پوچھو؟ کیونکہ اس کے بیان کرنے کیلئے ملکوت کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازہ کو کھولنا پڑے گا، کیونکہ کتابت کے لئے تختی کی بھی ضرورت ہے اور سیاہی اور قلم کی بھی اور ایک لکھنے والا اور اس کا ارادہ اور علم بھی چاہیئے، اور یہ سب باتیں علوم مکاشفہ سے تعلق رکھتی ہیں جن کو بیان نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ان کا جان لینا اولیاء کا آخری درجہ ہے اور انبیاء علیہم السلام کا پہلا درجہ ہے۔

رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے قلم اور تعلیم و کتابت و خلقت انسان کا

کشف عطا ہوا چنانچہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے قلم کی حقیقت کا کشف دیا گیا جبکہ آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو پہلی بار اصلی صورت میں دیکھا اور جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو (بغل میں لیکر محبت سے) دبایا اور کہا پڑھئے! آپ نے جواب دیا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، یہ حدیث مشہور ہے، پس وحی سے پہلا کشف جو آپ کو ہوا کتابت، اور قلم، اور تعلیم اور پیدائش انسان کی معرفت کا کشف تھا اور یہ بہت بڑا علم ہے، اسرار کا خزانہ ہے یہی ان تمام علوم کی جڑ ہے جو اس کے بعد

حاصل ہوتے ہیں غرض جبرئیل علیہ السلام نے پھر آپ سے کہا پڑھئے! تو آپ نے فرمایا کیا پڑھوں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا اقراء باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق ٥ اقراء و ربك الاکرم الذی علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم یعلم پڑھئے اپنے پروردگار کے نام سے (شروع کرکے) جس نے پیدا کیا (تمام مخلوقات کو) اس نے انسان کو بندھے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھئے اور آپ کا پروردگار بڑی عظمت والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی، انسان کو وہ باتیں بتلائیں جو وہ نہیں جانتا تھا، اگر تم کو بصیرت سے کچھ حصہ ملا ہے تو ہمارے کلام کے متفرق اجزاء میں وہ باتیں ملیں گی جن سے اس وحی کا مطلب سمجھ جاؤ گے، کیونکہ ہمارے کلام میں اس کی طرف کچھ اشارہ اور تنبیہہ موجود ہے، مگر یہ علم صاف صاف بیان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسرار کی گہرائیوں میں اترنا خطرناک، اور اسرار کے دروازہ کو کھولنا دشوار، اور جن راستوں میں مخلوق چلنے کی عادی نہیں ان کو سمجھا دینا بہت مشکل ہے، اسرار کا سمندر بڑا گہرا ہے جس میں بہت لوگ غرق ہو جاتے ہیں سوا اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ بچا لے اور نیک بندوں کا وہی محافظ ہے تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے

اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے ہدایت حاصل کرو

پس ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے دروازہ سے حاصل کرو

ان علینا للھدی ٥ وان لنا للاخرۃ والاولی (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہدایت کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ابتداء و انتہا سب ہمارے ہاتھ میں ہے) جو شخص قاعدہ کے موافق راستہ طے کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ خود ہدایت کردیں گے، اور اگر تم جسم کی تاریکیوں میں اُلجھے ہوئے عادت کی قید میں پھنسے ہوئے، باپ دادا اور ان استادوں کی تقلید پر جمے رہو گے، جن کو یقین کے نور سے روشنی نہیں پہنچی تو تم کو لوح سے لکڑی کی تختی، اور قلم سے کلک کے قلم اور ہاتھ سے گوشت

پوست کے ہاتھ، اور کاتب سے صورت وشکل والے جسم، کے سوا اور کچھ سمجھ میں نہ آئے گا، اس صورت میں تم کو ان باتوں کے سمجھنے کی حرص نہ کرنا چاہیئے جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، کیونکہ تم ان کے سمجھنے کے قابل نہیں ہو، بلکہ ان لوگوں کے راستہ پر چل رہے ہو جو اجسام کی ظلمتوں میں پھنسے ہوئے ہیں جن کو اجسام اور ان کے متعلقات کے سوا کچھ معلوم نہیں، (ان کی طرح) تم (بھی) جسم کے سایہ میں ہو جس کے تین حصّے ہیں طول وعرض وسمک (لمبائی، چوڑائی، بلندی) اور یہ تینوں حصّے ظلمت ہی ظلمت ہیں۔

معلومات مشاہدہ میں منحصر نہیں

تم نے تمام معلومات کو احساس (اور مشاہدہ) کے تحت[1] میں منحصر سمجھ لیا ہے، اور جو چیز مشاہدہ سے باہر ہو کہ نہ مقدار کے تحت میں آسکے، نہ پیمائش کو قبول کر سکے، اس سے بالکل ناآشنا ہو حالانکہ وہ اتنا بڑا عالم ہے جس کے سامنے یہ اجسام ایسے ہیں جیسے بدن کے آگے سایہ، بہت عظیم الشان عالم ہے وہیں سے تمام احکام اور تقدیریں نازل ہوتی ہیں۔

عالم مثال اور عالم ارواح بہت بڑا عالم ہے

اے ظاہری صورتوں پر فریفتہ ہونے والے بیدار ہو جا اگر تو اللہ سبحانہ کے متعلق دھوکہ میں ہے، جن چیزوں کی طرف تو جا رہا ہے اور خدا کو بھی انہی جیسا سمجھ رہا ہے یہ تجھ کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتیں جب تیرے اعتقاد کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جناب میں باز پرس ہوگی اس وقت تیرا یہ اعتقاد کسی کام نہ آئے گا، نہ عذاب سے بچائے گا، نہ آگ کی لپیٹ سے

لہ چنانچہ سائنس پڑھنے والے ہر چیز کو مشاہدہ سے ہی سمجھنا چاہتے ہیں مگر آج تک کسی نے روح انسانی کا مشاہدہ سے پتہ نہ لگایا ۱۲ ظ

نجات دے گا، کیونکہ تو نے اللہ سبحانہ کی بڑی سلطنت کو بیکار سمجھا (کہ سوائے محسوسات کے اور کسی چیز کا قائل نہ ہوا) اللہ کی قدرت کو کمزور قرار دیا، اللہ کی حکمت سے ناواقف بنا رہا تھا، تو نے اللہ کی آیتوں میں تدبر (و تامل) سے کام نہ لیا، بلکہ ان کو کھیل بنایا، تو غیب پر ایمان نہ لایا، بلکہ جو بات تیری سمجھ میں نہ آئی اس کو جھٹلا دیا تھا، تو نے تمام چیزوں کی حقیقت کو اپنے ناقص علم اور خیال فاسد میں منحصر کر دیا، (کہ جس حقیقت کو تیری عقل مانے وہ تو درست باقی سب کو غلط قرار دیتا تھا، بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ ولما یأتہم تاویلہ ط کذلک کذب الذین من قبلہم بلکہ جس بات کو یہ لوگ نہ سمجھے اس کو جھٹلانے لگے اور ابھی ان کے سامنے اس کا نتیجہ نہیں آیا، (جب نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت آنکھیں کھلیں گی)، اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گذر چکے، (اے نادان، تو اجسام میں مشغول ہو کر خالق اجسام سے اسی طرح اندھا بنا ہوا ہے جیسا وہ لوگ اندھے ہو گئے جو اجسام کو دیکھ کر ان کے علاوہ کسی زائد چیز کے وجود کو نہیں مانتے جس سے اجسام کا ظہور ہوا اور رنگ برنگ کی صورتیں اور شکلیں جلوہ گر ہوئی ہیں، کیونکہ ان کی عقل اس نور (آفتاب) تک نہیں پہنچی (جس نے تمام عالم اجسام کو چمکا رکھا ہے[1]) نہ ان کو اس بات کا پتہ لگا کہ یہ نور غایت درجہ ظاہر ہونے کی وجہ سے ہی اجسام میں چھپ گیا، اور بہت زیادہ روشن ہونے کے سبب سے ہی لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا، (کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو چیز بہت زیادہ ظاہر

[1] مطلب یہ ہے کہ دن میں جتنے اجسام ہمکو نظر آتے ہیں وہ خود نظر نہیں آتے بلکہ پہلے آفتاب کی روشنی سے ہماری آنکھیں کھلتی ہیں اس کے بعد دوسری چیزیں نظر آتی ہیں مگر عام لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جن چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں ان کے اندر آفتاب کی روشنی ہم کو پہلے نظر آتی تھی پھر یہ چیزیں نظر آتی ہیں ۱۲ ظ

ہوتی ہے اس کی طرف التفات کم ہوتا ہے، مگر اے نادان! کیا یہ لوگ اس نور میں اور ان اجسام میں جو اس کی وجہ سے روشن ہو رہے تھے، اور اس چیز میں جس نے یہ نور پھیلا رکھا تھا اس وقت بھی فرق کرنے پر مجبور نہ ہوں گے جب یہ نوران چیزوں سے جدا ہو جائے، اور تمام عالم تاریک ہو جائے گا، کہ ایک چیز بھی نظر نہ آئے گی اس وقت ان کو انکار کی اصلاً گنجائش نہ ہوگی نہ وہ اس نور کو جھٹلا سکیں گے، یہی حال تیرا ہے! کہ تو اس وقت صرف اجسام اور ان کی صورتوں میں پھنسا ہوا ہے، تیری نظر اس خالق اجسام تک نہیں پہنچتی جس نے ہر چیز کو اپنے وجود کی تجلی سے چمکایا ہے جس وقت وہ اپنی تجلی کو روک کر ہر چیز کو فنا کر دے گا اس وقت تیری آنکھیں کھلیں گی کہ جن چیزوں کو تو نے موجود سمجھا تھا وہ خود موجود نہ تھیں بلکہ خالق جل وعلا کے وجود کی تجلی نے ان کو وجود دیا تھا، اس وقت تجھے اپنی حماقت پر افسوس ہوگا کہ اصلی موجود سے آنکھیں بند کر کے عمر بھر معدوم ہی کو موجود سمجھتا رہا اگر اب بھی نہ سمجھا ہو تو میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ بتلا! تو روح کے متعلق کیا کہتا ہے؟ کیا روح اور جسم دونوں ایک ہی ہیں یا یہ بدن ہی خود روح ہے اور روح بعینہ بدن ہے یا روح جسم کے علاوہ کوئی چیز ہے جو بدن میں تدبیر وتصرف کرتی ہے! میں تو نہیں[1]

---

[1] انسان ذرا سوچے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ روح بدن سے علیحدہ دوسری چیز ہے کیونکہ بعض دفعہ انسان اپنے ہاتھ پیروں سے ایک کام کرتا یا زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اور بعد میں پشیمان ہوتا ہے کہ یہ کام کیوں کیا یہ بات زبان سے کیوں نکالی! کوئی بتلائے کہ یہ شرمندگی اور ندامت کیا اس کے ہاتھ پیروں کو ہوتی ہے یا ضمیر کو؟ پھر یہ ضمیر کیا ہے؟ روح ہی کا نام تو ضمیر ہے نیز بعض دفعہ انسان تنہائی میں بیٹھا ہوا اپنے آپ باتیں کرتا ہے کہ فلاں کام اس طرح کرنا چاہیے وہ کام کرنا چاہیے کیا وہ اس وقت اپنے بدن سے باتیں کرتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اپنے ضمیر کی آواز سنتا ہے، انسان جب کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں میں ویسا ہوں اس وقت یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ ایسا ہے بلکہ اس وقت وہ اپنے ضمیر کی تعریف کرتا ہے وہی روح ہے اور دراصل انسان وہی ہے بدن انسان نہیں مگر افسوس کہ انسان نے خود کو کبھی نہیں پہچانا کہ روح کیا ہے اور کیسی ہے نہ اب تک اس کو دیکھا ۱۲ ظ

سمجھتا کہ تو روح کے وجود کا انکار کر سکتا ہے۔ اور اس کو جسم کے علاوہ دوسری چیز نہیں مانتا اگر تو یہ کہے کہ روح (اس ظاہری بدن کے سوا دوسری چیز تو ہے مگر وہ) بھی ایک جسم ہے جو اس بدن سے زیادہ لطیف اور پاکیزہ) اور اس بدن کے اندر رکھی ہوئی ہے تو (یہ بھی غلط ہے کیونکہ) اس صورت میں تم نے اجسام کے اندر باہم تداخل و حلول کو جائز کر دیا (حالانکہ یہ ناممکن ہے)

روح کے متعلق تحقیق

دوسرے تم نے روح اور جسم کا فرق باطل کر دیا حالانکہ انسان اپنے ضمیر کو ٹٹولے تو اس کا دل خود کہیگا کہ روح جسم نہیں بلکہ جسم سے الگ کوئی اور چیز ہے، نیز تم نے حدیث صحیح کو بھی جھٹلا دیا (جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے) ان اللہ خلق الارواح قبل الاجسام بالفی عام۔ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو اجسام سے دو ہزار برس پہلے پیدا فرمایا ہے۔ اگر ارواح بھی اجسام ہیں تو اس حدیث کا مطلب کیا ہوگا؟ تمہارے قول پر تو حدیث کا مآل ایک محال اور متناقض بات کی طرف ہوگا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام کو خود اجسام سے ہی دو ہزار برس پہلے پیدا کیا کیونکہ تمہارے نزدیک تو ارواح بھی اجسام ہیں تو اب حدیث کا مطلب اس کے سوا کیا ہوگا کہ اجسام خود اپنے سے دو ہزار برس پہلے پیدا ہوئے اور یہ بات کسی کی عقل میں نہیں آسکتی کہ شے اپنے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہو جائے یہ تو بالکل لغو اور غلط مضمون ہوگا اور حدیث کو ایسے مطلب پر ہرگز محمول نہیں کیا جا سکتا) بلکہ لازم ہے کہ حدیث کو ایسے معنے پر محمول کیا جائے جو سمجھ میں آسکے جس سے کچھ فائدہ حاصل ہو، اور وہ یہی ہے کہ ارواح و اجسام الگ الگ دو چیزیں ہیں، پس شریعت کی شہادت سے بھی ثابت ہو گیا کہ روح جسم نہیں، اور جسم اس کو کہتے ہیں جو دو

جوہروں سے یا زیادہ سے مرکب ہو اور روح جسم نہیں تو بدرجۂ اولیٰ وہ جوہر بھی نہیں، اور جب وہ جوہر اور جسم نہیں تو عرض ہونا تو یقیناً محال ہے، کیونکہ اعراض کا وجود بغیر اجسام و جواہر کے نہیں ہو سکتا (دوسرے ذوق اس بات کا گواہ ہے کہ روح جسم پر حاکم ہے اس میں تدبیر و تصرف کرتی ہے اور حاکم محکوم سے افضل ہونا چاہیئے اور عرض جسم سے افضل نہیں بلکہ جسم سے کمتر ہے ۱۲) اور جب روح نہ جسم ہے نہ جوہر نہ عرض تو اس کا مرکب ہونا اور جسم کو چھونا جسم سے قریب اور متصل یا جدا ہونا بھی باطل ہو گیا (کیونکہ یہ تمام صفات جسم کے لئے ہوا کرتی ہیں جو چیز جسم نہ ہو وہ قرب و بعد و اتصال و انفصال سے موصوف نہیں ہوا کرتی) اب اگر کبھی یوں کہا جائے کہ (زندگی میں) روح بدن سے ملی ہوئی ہے، اور موت سے جدا ہو جاتی ہے۔ تو یہ کہنا ایک طرح پر صحیح ہے کہ (زندگی میں) روح کی تدبیر اور تصرف بدن سے ملا ہوا ہے، اور موت کے وقت روح کے جدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اعضا جسمانی روح کی تدبیر و تصرف کو قبول نہیں کرتے (نہ اس کی تجلیت بدن میں رہتی ہے) اور جب روح کا جسم ہونا، عرض ہونا باطل ہو گیا تو عقلاً لازم ہے کہ جسم و جوہر و عرض کی تمام صفات اس سے منتفی (اور الگ) ہوں، جیسے اوپر ہونا نیچے ہونا، سامنے ہونا پیچھے ہونا، مقابل ہونا، دائیں ہونا بائیں ہونا اندر ہونا، کسی کی طرف ہونا، کسی کے پاس ہونا، یا متحرک و ساکن ہونا، ظاہر و مخفی ہونا، پیمائش یا مقدار سے موصوف ہونا، کیفیت اور مکان سے مقید ہونا ان کے علاوہ اور جس قدر اوصاف اجسام و جواہر کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں (وہ روح کے لئے ثابت نہیں ہو سکتے) اور اگر کسی وقت (کوئی بات) سمجھانے کیلئے

لہ روح کے جسم نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جوہر مجرد بھی نہ ہو البتہ اگر تجرد کو صفات خاصۂ واجب الوجود سے کہا جائے تو پھر روح کو جوہر مجرد نہ کہہ سکیں گے وفیہ مجال الکلام وسیع ۱۲ ط

ان اوصاف کو روح کے لئے بیان کیا جاوے گا تو اس میں تاویل کی ضرورت ہو گی،

روح کے وجود سے صانع پر استدلال

پس اے دھوکہ کھائے ہوئے (نادان) تجھے (خود اپنے اندر) ایک ایسی موجود شے کا وجود تسلیم کرنا ضروری ہو گیا جو اپنے وجود میں ان تمام اجسام و جواہر و اعراض سے الگ ہے جو حواس سے مشاہدہ کئے جاتے ہیں، اور یہ بھی ماننا پڑا کہ اصلی موجود وہی ہے (جسم کا وجود بھی اسی کے ساتھ وابستہ اور تمام حالات و کیفیات کا ظہور بھی اسی کے وجود پر موقوف ہے) اب تو اجسام کے علاوہ کسی دوسرے وجود کا انکار کیونکر کر سکتا ہے؟ (اگر اب بھی کوئی یہ کہے کہ میں تو اسی چیز کو مانوں گا جو آنکھوں سے یا حواس سے معلوم ہوتی ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ پھر تو نے روح کے وجود کو کیسے مانا؟ کیا روح کو تو نے آنکھوں سے دیکھا ہے یا حواس سے پہچانا ہے؟ ہر گز نہیں، آنکھوں کو یا تیرے حواس کو وہاں تک رسائی نہیں مگر جسم میں اس کے آثار موجود ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا اسی طرح سمجھ لے کہ یہ تمام عالم اپنے تغیر وانقلاب سے ایک دوسرے وجود کو بتلا رہا ہے جو عالم میں تدبیر و تصرف کر رہا ہے، کسی چیز میں بھی اپنا ذاتی وجود نہیں بلکہ کوئی اور طاقت کام کر رہی ہے جس کو سمجھنے والا دل کی آنکھوں سے دیکھنے والا سمجھتا اور دیکھتا ہے ۱۲) اگر آنکھیں کھل جانے کے بعد بھی تو اندھا ہی بنا رہا، ہٹ دھرمی اور انکار ہی کرتا رہا، تکبر اور ضد پہ جما رہا اور محض اپنی نفسانیت سے سنی سنائی باتوں کے پیچھے لگا رہا تو تیرے حق میں ہر دلیل بیکار اور تجھے سمجھانا خبردار کرنا فضول ہے۔

اتمام حجت

حجت تمام ہو چکی، (اور اس ہٹ دھرمی کی وجہ سے) قریب ہے، کہ تو جہنم میں پہونچیگا، پھر جب جسم کے اوپر سے روح کی روشنی

جاتی رہے اور موت کے وقت روح اس بدن کی تدبیر کو چھوڑ دے گی، اس وقت تجھے اس بات کی حقیقت معلوم ہو گی جس کو تو اب جھٹلا رہا ہے، حالانکہ میں صاف طور پر تجھے سمجھا چکا، اس وقت ان باتوں کو دیکھ کر جنھیں اس وقت ماننے کے لئے تو آمادہ نہیں ہوتا، بلکہ غافلوں نادانوں کی تقلید پر جم کر لپشت کے پیچھے ڈال رہا ہے، تو یوں کہے گا قد جاءت رسل ربنا بالحق بیشک ہمارے پروردگار کے رسولوں نے سچ کہا تھا، اللہ تعالیٰ نے تیرے اور تجھ جیسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے هل ینظرون الا تاویله ط یوم یأتی تاویله یقول الذین نسوہ من قبل قد جاءت رسل ربنا بالحق ط فهل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا او نرد فنعمل غیر الذی کنا نعمل ط (کیا یہ لوگ قرآن کی باتوں کے نتیجہ کا انتظار کرتے ہیں جس دن حقیقت سامنے آجائے گی اس وقت یہ لوگ جو پہلے سے اس کو بھولے ہوئے تھے بیساختہ کہہ اٹھیں گے کہ بیشک ہمارے رب کے رسولوں نے سچ کہا تھا تو کیا یہاں کچھ سفارشی بھی ہیں جو ہماری سفارش کردیں (کہ آج ہم کو سزا نہ ملے) یا ہم کو (دنیا میں) واپس کر دیا جائے تاکہ جو کچھ اب تک کرتے رہے اس کے خلاف (نیک) عمل کر لیں مجھ کو سخت اندیشہ ہے کہ تو ان لوگوں میں نہ ہو جائے جنھوں نے اپنی جان کو خسارہ میں ڈالا۔ اور تجھے یہ خسارہ اسی وقت نظر آئے گا جب اپنی نیند سے بیدار ہوگا،

آدمی موت کے وقت خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں

کیونکہ آدمی (دنیا میں) سو رہے ہیں مرنے کے وقت آنکھیں کھلتی ہیں، اس وقت اس خواب (دنیا) کی تعبیر سامنے آتی ہے، جن چیزوں کے ظاہر پر تو اپنے خیال میں جما ہوا تھا اس وقت ان کی حقیقت اچھی طرح کھل جاتی ہے، اب تجھ کو اپنے خیال کا الٹا نظر آئے گا

اور جن چیزوں کی طرف تو مائل تھا سب تیرے سامنے سے غائب ہو جائیں گی
وبدا لهم من الله مالم يكونوا يحتسبون ۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے متعلق ان پر
وہ باتیں ظاہر ہوں گی جن کا ان کو گمان بھی نہ تھا ۔

ستبدی لك الايام ماكنت جاهلا[1] ويأتيك بالاخبار من لم تزود

عنقریب زمانہ تیرے سامنے وہ باتیں خود ظاہر کر دے گا جن سے تو ناواقف تھا اور تیرے پاس ایسا شخص خبریں لے کر آئے گا جس کو سفر خرچ دے کر خبریں لانے کے لئے، تو نے نہیں بھیجا تھا اس وقت موت تجھ سے یوں کہیں گی۔
لقد كنت في غفلة من هذا فكشفنا عنك غطاءك فبصرك اليوم حديد ط تو اس دن سے بڑا غافل تھا سواب ہم نے تیرے سامنے سے پردہ اٹھادیا ہے آج تو بڑا گھور گھور کر دیکھ رہا ہے، یہ وہ وقت ہو گا جب کہ موت کی بیہوشی اس حقیقت کو سامنے کر دے گی جس سے (دنیا میں) تو پہلو بچاتا اور بیرخی کر کے جاہلوں کی تقلید پر جما ہوا تھا۔

اتمام حجت

پھر صور پھونکا جائے گا جو سینگ کی شکل پر ہے جس میں تمام مخلوق کی جانوں کی برابر سوراخ ہیں، اس کی آواز سے تمام جہان والے بیہوش ہو جائیں گے، ہر شخص کے لئے صور میں ایک سوراخ ہے اگر کوئی پہلے نہ مرا ہو گا تو صور پھونکنے کے وقت مرجائیگا صور پھونکنے والے اسرافیل (علیہ السّلام) ہوں گے اس کے بعد تمام روحیں اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے اور بادلوں اور فرشتوں کے جھرمٹ میں اللہ تعالیٰ کی تجلی ظاہر ہو گی" اس وقت ان سب باتوں کی حقیقت تیرے سامنے ظاہر ہو جائے گی، کیونکہ تجھ سے

---

[1] حدیثوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

وعدہ کیا گیا ہے کہ اس حقیقت کو تجھ پر ظاہر کیا جائے گا. مگر موت کی بیہوشی طاری ہونے سے پہلے تجھ جیسے (غافل) پر یہ باتیں منکشف نہیں ہو سکتیں جلسے تو (دنیا میں) بھاگتا ہے. صور ایک دفعہ تو مخلوق کو موت دینے کے لئے پھونکا جائے گا دوسری مرتبہ مخلوق کو زندہ کرنے کے لئے پھونکا جائے گا، تاکہ سب کھڑے ہو کر دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے کیا (معاملہ) کرنا چاہتے ہیں یہ دن تمام مخلوق کو ایک جگہ اکٹھا کر دے گا تمام مخلوق کے اجزا (باہم مل جائیں گے. اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق سب کو دوبارہ زندہ کر دیں گے، سب آدمی آدم علیہ السلام کے قدمِ مبارک پر اٹھائے جائیں گے چونکہ وہ سب انسانوں کے باپ ہیں، اس لئے انہی کی صورت و شکل پر جمع کیا جائے گا. اور اسی حالت میں سب آدمی اپنے باپ ماں سے ملائے جائیں گے خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا اللہ نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا عالم انسان کی یہی دو بنیادیں ہیں ایک باپ ایک ماں، یعنی آدم وحوا (علیہما الصلوٰۃ والسلام) وبث منہما رجالاً کثیرا ونساءً پھر ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں پھیلا دیں یعنی ان کی اولاد سے بہت سی اولاد پھیلی، غرض انسان سب کے سب آدم وحوا میں پہنچکر جمع ہو جاتے انہی کی طرف منسوب ہوتے ہیں. آدم علیہ السلام کے خاکی پتلے کو اللہ تعالےٰ نے اپنے دست قدرت سے گوندھا، خمیر بنایا اور تیار کر کے برابر کیا، اس میں خود ہی روح پھونکی، اور فرشتوں کو ان کے سامنے صف باندھ کر سجدہ کرنے کا حکم دیا فسجد الملئکۃ کلہم اجمعون چنانچہ سب فرشتوں نے جمع ہو کر اس حالت میں سجدہ کیا کہ آدم علیہ السلام ان کے سامنے تھے کیونکہ ان میں اللہ تعالےٰ نے وہ روح پھونکی تھی جو اللہ کے امر سے (ایک خاص چیز) تھی اور روح پھونکتا ہی آدم (علیہ السلام) کے وجود کو

(مع جسم و روح کے) پیدا کرنا تھا یہ نہیں کہ اللہ نے روح کے ذریعہ سے ان کو پیدا کیا ہے (اور روح خود بخود موجود تھی۔ جیسا بعض نادان کافروں کا عقیدہ ہے) کیونکہ عالم وجود میں قدیم کوئی نہیں بجز اللہ تعالیٰ وحدہ کے،

اللہ تعالیٰ کے سوا قدیم کوئی نہیں اور صفاتِ الٰہی اللہ تعالےٰ سے جُدا نہیں

ہم یہ بھی نہیں کہیں گے (کہ) ایک تو اللہ تعالیٰ قدیم ہیں اور (دوسرے) ان کی صفات قدیم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات ان سے الگ نہیں کہ ان کو جدا کر کے بیان کیا جائے نہ خدا کی عین ہیں کہ ان کو مستقل طور سے بیان کیا جائے اور خدا کے لئے ثابت نہ کیا جائے، بلکہ صفات حق تعالیٰ کے ساتھ ہیں نہ عین ہیں نہ الگ ہیں" اور جو چیزیں اس قسم کی ہیں (کہ ان کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آسکتی، ان کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے، (کہ ان میں زیادہ بحث نہیں کی جاسکتی بلکہ شریعت میں جو کچھ وارد ہو چکا ہے اس پر ایمان لانا چاہئے اور تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرنا چاہیئے) غرض اس دن تمام مخلوق صف بندی کر کے جمع کی جائے گی فرشتے اور روح (القدس) ایک صف میں ہوں گی۔

جن اور شیطان کی تحقیق

اور جن ایک صف میں ہوں گے، یہ مخلوق آگ کے خالص حصہ سے پیدا ہوئی ہے، اور شیاطین کی صف جنوں اور فرشتوں سے الگ دونوں کے درمیان ہوگی ان کے آگے عزازیل ہوگا جو آدم علیہ السلام کو بہکانے والا ان کا دشمن ان کا مدمقابل ہے یہ سب شیاطین سے بڑا ہے، کیونکہ عزازیل (ابلیس) کی اپنے لشکر میں وہی شان ہے جو آدم علیہ السلام کی شان اپنی اولاد میں ہے جیسا آدم ابوالبشر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آدمیوں کی اصل ہیں (اسی طرح ابلیس علیہ اللعنۃ شیاطین کی اصل ہے

آدم علیہ السلام کی اولاد میں جو بچہ بھی خواہ لڑکی ہو یا لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ عزازیل (شیطان) بھی اپنی اولاد میں اس کا ایک مدمقابل ظاہر کرتا ہے پس شیطان کی اصلی اولاد تو تمام انسانوں کی برابر ہے اور اولاد کی اولاد ان فرشتوں کی شمار کی برابر ہے جو بندوں کے نیک اعمال لکھتے ہیں، جن میں ایک دائیں طرف کا فرشتہ ہے ایک بائیں طرف کا، اس کے علاوہ اور بہت سی گہری باتیں ہیں جو تمہارے سامنے اس دن ظاہر ہوں گی جب دن نتیجہ سامنے آئے گا، پس ہلاکت ہے اس شخص کی جو اس وقت تک غفلت اور) نیند ہی میں رہا، اور مبارکباد ہے اس شخص کو جو (پہلے ہی) جاگ گیا، اور بدون موت کے جاگنا دشوار ہے۔

موت کی حقیقت

پس دنیا ہی کی زندگی میں موت کے درجہ پر پہنچنا چاہیئے کیونکہ موت کی حقیقت یہ ہے کہ اجسام اور صورتوں میں دل نہ لگائے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے دل کو اس کی طرف پھیر دے، اسی سے لو لگائے رکھے، جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوگا اللہ کی ذات کو اپنے پاس ہی پائے گا۔ ذلك خير للذين يريدون وجه الله، واولئك هم المفلحون یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی ذات کو چاہتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں، نہ وہ لوگ جو اپنے جیسے آدمیوں میں پھنسے ہوئے ہیں

اللہ تعالیٰ سے بیرخی کرنے کے درجات

جو شخص اللہ سے ہٹا ہوا اور دوسروں میں لگا ہوا ہے وہ مخلوق کے چہروں کو تک رہا ہے اور وہاں تو اُوپر تلے تاریکی ہی تاریکی ہے اس کا منہ خدا سے پھرا ہوا ہے، اور جتنا یہ خدا سے ہٹا ہوا ہے اتنا ہی اس کا چہرہ ٹیڑھا ہے، اگر آنکھ جھپکنے کی برابر ہٹا ہوا ہے تو اس کا منہ ایسا ٹیڑھا ہوگا جیسا آنکھ میں تھوڑا سا

بھینگا پن ہو، اگر اس سے زیادہ ہٹا ہوا ہے تو ایسا ٹیڑھا ہوگا جیسا آنکھ پوری بھینگی ہو اور اگر گردن بھی کچھ مڑی ہوئی ہے تو ایسا ٹیڑھا ہوگا جیسا لقوہ والے کا منہ ہوتا ہے اور اگر پوری ہی بیرخی ہے کہ دین سے پشت پھیر دی ہے، وہ ایسا ہوگا جیسا پشت دیکر بھاگنے والا یہی وہ ہے جس کو پشت کی طرف سے (قیامت کے دن) نامۂ اعمال دیا جائیگا یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کو بھول گئے تھے تو اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے ہی غافل کر دیا[له] (پس سمجھ لو کہ) جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوگا وہ اپنے نفس سے بیرخی کرے گا (اور جو اپنے نفس ہی سے بیرخ ہوگیا وہ دوسری چیزوں پر کیا خاک توجہ کریگا؟) تو اس شخص کو موت کی حقیقت حاصل ہوگئی (گو ظاہر میں زندہ ہو۔

رجوع الی اللہ کی حقیقت کیونکہ موت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس محسوسات اور صورتوں پر التفات کرنا چھوڑ دے، عالم ملکوت کی طرف نظر رکھے، پھر اللہ کے راستہ میں چلنا شروع کرے، اور اس کی طرف رجوع کرکے عہد کو پورا کرے، اس کی ربوبیت (اور خالق ہونے) کا اقرار کرے، اس کے حقوق کو بجالانے میں لگا رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ برے اخلاق سے جدا ہو جائے، اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو جائے جب یہ باتیں حاصل ہو جائیں گی اس وقت اللہ سبحانہ کی طرف رجوع صحیح ہوگا، اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائے اللہ اس کو راضی کر دے گا، اور اس سے راضی ہو جائیگا (انہی کے بارہ میں ارشاد ہے) یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ ط اے اطمینان والی جان اپنے پروردگار کی طرف واپس ہو جا اس حالت میں کہ تو خود بھی راضی ہے اور خدا بھی تجھ سے راضی ہے، جو شخص دنیا میں اللہ سبحانہ کی طرف رجوع ہوگا، وہ آخرت میں (اور مرنے کے وقت) بھی خوشی سے اللہ کی طرف جائے گا، زبردستی نہ جائے گا"

موت کے اقسام کیونکہ موت دو قسم کی ہے ایک طبعی موت، وہ تو یہ ہے کہ جان کو زبردستی

له کہ ان کو اپنے بھلے برے کی اصلا خبر نہیں جان بوجھ کر اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں ۱۲ ظ

بدن سے نکالا جائے کیونکہ وہ اس کی محبت و عشق میں الجھی ہوئی ہے، بدن ہی سے مانوس ہے، یہ زبردستی کر کے ہی نکالی جا سکتی ہے، تو لا محالہ اس کے نکالنے میں سخت اوزار اور کانٹوں سے کام لیا جائے گا یہاں تک بدن سے اس کا جوڑ پیوند الگ اور علاقہ بالکل منقطع ہو جائے، یہ تو طبعی موت ہے۔ ایک موت ارادی ہے۔ وہ یہ ہے کہ نفس بدن سے مانوس ہونا چھوڑ دے، اس کی محبت و عشق اور اس کے کاموں میں مستغرق (و منہمک) ہونے سے الگ ہو جائے، بدن سے آخرت کے فائدہ کا کام لے یہ موت ارادی ہے جس کو یہ موت حاصل ہو گئی وہ اس کے بعد کبھی نہیں مرتا[لہ] کیونکہ موت کا اندیشہ اور اس کی تکلیف اتنی ہی ہوتی ہے جتنے نفس کے محبوب ہوں، موت کا عذاب اسی مقدار سے ہوتا ہے جتنا نفس کو شہوات سے تعلق اور لذات کی طرف میلان اور عشق ہو، جس کے ذریعہ وہ اپنے مرغوبات حاصل کرنے کی کوشش کرتا، اور دنیوی مقاصد کو پورا کرتا ہے، اگر تکلیف کا سبب (پہلے ہی) زائل ہو جائے (کہ نفس کی خواہشوں کو موت سے پہلے ہی مار دیا جائے، تو تکلیف بھی زائل ہو جائے گی اور موت کے وقت اس کا کچھ بھی اثر (ظاہر) نہ ہوگا جب[لہ] تکلیف کچھ نہ ہوگی تو کوئی اندیشہ بھی نہ ہوگا جب اندیشہ نہ ہوگا تو چین ہی چین ہے۔ جب چین ہی چین ہے تو خوشخبری سننا اور بشارت ہی بشارت ہے، اور جب بشارت ہی بشارت ہوگی تو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا مشتاق ہوگا، الا ان اولیاء اللہ لا خوف

لہ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ؛ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

لہ یعنی روح کو کلفت کا احساس نہ ہوگا گو بدن کو تکلیف ہو کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کے قوی جسمانیہ مضبوط ہوتے ہیں موت کے وقت اس کے بدن کو کلفت محسوس ہوتی ہے لیکن اگر اس کو پہلے سے موت ارادی حاصل ہے تو روح کو کلفت نہ ہوگی کیونکہ وہ تو دوسرے عالم میں جانے کی مشتاق ہے وہ تو خود رسے توڑ کر بدن سے نکلنا چاہے گی اور خوش ہو کر یوں کہے گی ؎ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم ؛ راحت جاں طلبم وز پے جاناں بردم ؛ نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے ؛ تا در میکدہ شادان و غزلخواں بردم۔

علیھم ولا ھم یحزنون سن لو! اللہ کے دوستوں کو نہ کچھ اندیشہ ہوگا نہ رنج ان کے پاس آئے گا۔ اور جو اللہ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہیں گے، پس یہ شخص جہاں جا رہا ہے اس کا (پہلے ہی سے) مشاہدہ کر چکا ہے، اور جس نے اس چیز کا مشاہدہ کر لیا جو اس کے لئے تیار کی گئی ہے وہ شہید ہے، اور شہید مرتا نہیں (اس کی موت بھی حیات ہے بل احیاء عند ربھم

مجاہدۂ نفس کی شہادت جہاد کفار کی شہادت سے افضل ہے۔

اور جو شہادت نفس کے مجاہدہ، اور اس کی لذتوں اور خواہشوں کے مارنے سے حاصل ہو وہ رتبہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک اس شہادت سے بڑھی ہوئی ہے جو کفار سے لڑنے اور تلواروں کے توڑنے سے حاصل ہوتی ہے (چنانچہ ارشاد ہے) جعنا من الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر۔ اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے (چھوٹا جہاد تو کفار کو مارنا تھا اور بڑا جہاد نفس کو مارنا یعنی دنیوی لذّتوں خواہشوں کی مٹانا ہے) وہ جہاد تو خطرہ سے خالی نہیں، کیونکہ اس میں بہت کم لوگوں کی نیت (اللہ کیواسطے[لہ] سالم ہوتی ہے) اس میں تو شہادت کے حاصل ہونے کا گمان ہی ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا، اور یہ شخص (جس کی موت ارادی حاصل ہے) جب اس درجہ پر پہنچ گیا اس کی شہادت یقینی ہے، موت ارادی ثواب ہی ثواب ہے، اور طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے، جس کو موت ارادی حاصل ہے وہ طبعی موت سے پہلے جاگ جاتا ہے، اور جو جاگ گیا وہ بلاشبہ

لہ بعض لوگ محض اپنی بہادری دکھلانے اور ناموری چاہنے کے لئے میدان میں اترتے ہیں یہ لوگ شہادت کا درجہ نہیں پا سکتے ۱۲ ظ

(دوسرے عالم کو) دیکھ لیتا ہے، (چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہے) الرؤیا الصادقۃ جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ (سچا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے یعنی ایسے لوگوں کا خواب جو موت طبعی سے پہلے ہی آنکھیں کھول چکے اور آخرت کے انوار کا مشاہدہ کر چکے) اور جس کی آنکھیں کھل گئیں وہ یوں کہتا ہے لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا (کیونکہ اس کو پردہ اٹھنے اور موت آنے سے پہلے ہی موت ارادی حاصل ہے طبعی موت آنے کے بعد اس کے یقین میں کچھ زیادتی نہ ہوگی بلکہ جتنا یقین پہلے تھا وہی نظروں کے سامنے آجائے گا) پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یقین طلب کرو اپنے نفسوں کو مار کر، اور دلوں کو زندہ کر کے، تاکہ فردوس اکبر (بڑی جنت) اور عظیم الشان سلطنت تک پہنچ جاؤ۔

دُعا ومناجات (بدرگاہ قاضی الحاجات)[۱]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے کیجئے جن کے اعضاء بدن پر آپ نے مراقبہ (اور اپنی یاد داشت) کی سخت بیڑیاں ڈالدیں، اور ان کی باطنی قوتوں پر مشاہدہ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باریکیاں جمادی ہیں، پس اٹھتے بیٹھتے آپ کا انس ان کے اوپر نگہبان بنا کھڑا رہتا ہے، تو وہ شرمندگی سے

---

[۱] یہاں آٹھ دعائیں درج ہیں میرا خیال ہے کہ اس کتاب میں حضرت شیخ کے آٹھ وعظوں کو ضبط کیا گیا ہے، حضرت شیخ کے ہر وعظ کے بعد ایک دعا کی ہوگی ضابطین نے سب کو آخر میں لکھ کر جمع کر دیا واللہ اعلم ۱۲ ظ

اپنے سروں اور چہروں کو سجدہ کے لئے جھکا دیتے اور غایت عاجزی و ذلت سے آپ کے دروازہ پر اپنے نازک رخسارے بچھا دیتے ہیں پھر آپ نے ان کو اپنی رحمت سے غایت مقصود تک پہونچا دیا۔ صل علی محمد وعلی آل محمد وسلم۔

۲ اے اللہ! ہم کو درازیٔ صحبت، اور ہمیشہ کی خدمت، اور (اپنے) احترام کی حفاظت، اور یاد داشت کی پابندی اور طاعت کا انس، اور مناجات کی حلاوت اور مغفرت کی لذت، اور دل کی سچائی، اور سچا توکل اور خالص محبت اور عہد کی پابندی، اور وصال (وقرب) کا اعتقاد، اور لغزش سے بچنا اور مقصود کو پہنچنا اور نیک عمل کے ساتھ خاتمہ عطا فرمائیے صل علی محمد خیر البشر وسلم۔

۳ اے اللہ! اے وہ (قادر مطلق) جس نے اپنی محبت کو عاشقوں کی رگ رگ میں پیوستہ کر دیا، اور شک (وشبہ) کے زور کو حسن یقین سے دبا دیا اے اللہ! ہم کو صدیقوں کے دفتر میں درج کر دیجئے، اور بڑے درجے والے رسولوں کے راستہ پر ہم کو چلاتے رہیئے یہاں تک کہ ہم اپنے دلوں کو (آپ کے) اُنس کی لطافتوں سے درست کرلیں اور (آپ کی ہم نشینی کے تحفوں سے سرفراز ہو کر) بڑی بڑی غنیمتوں پر کامیاب ہو جائیں، اے اللہ! ہم کو بڑے (اعلیٰ درجہ کے تقوائے کا لباس پہنا دیجئے اور تمام بدعتوں اور خطرناک گہرائیوں سے پناہ دیجئے، ہم آپ کے سامنے سچی احتیاج، اور معذرت ظاہر کر کے گناہوں سے استغفار کرتے ہوئے ان سے دور رہنے کا اقرار کرتے ہیں، اے اللہ! آپ نے ہم کو مانگنے کا حکم دیا تو ہمارے دل احتیاج ظاہر کرتے ہوئے فوراً آپ کے پاس پہنچ گئے، اور باطنی آنکھیں آپ کے غلبۂ قدرت کو دیکھنے لگیں، اے اللہ! ہم کو باطنی فتنوں کے بوجھ سے بچائیے اور ہم کو ان نیک بندوں کے راستوں پر چلائیے جو بڑی ہمت والے ہیں۔

وصل علی محمد وعلی آل محمد الاطہار وسلم۔

۴ اے اللہ! اے وہ (معبود برحق) جس نے اپنے دوستوں کو آگے بڑھنے والی سواریوں پر سوار کیا اور گریہ وزاری اور اشتیاق کے بازوؤں سے ان کو رفعت دی، اور (اپنے) خوف خشیت اور حسن اخلاق کے بستر پر بٹھلایا اور ان کے گناہوں پر آنکھوں کے بادلوں کو (برسایا) اور آفتاب معرفت کے انوار ان کے دلوں میں ایسے چمکا دیئے جیسا آفتاب اشراق کے وقت چمکتا ہے، ان کے دلوں سے تاریک پردے اٹھا دیئے اور اپنے سامنے (بارگاہ قرب میں) بٹھلایا، کیونکہ ان کے دل (ترانہ محبت) گا رہے ہیں، ارادہ جما ہوا، اطمینان ملا ہوا اور ہمتیں بڑھی ہوئی ہیں،

صل علی محمد وعلی آل محمد سید سادات البشر وسلم۔

۵ اے اللہ! ہمارے لئے وہ چیزیں سستی کر دیجئے جو آپ کا مقرب بنائیں، اور وہ چیزیں گراں کر دیجئے جو آپ سے دور کریں، ہم کو اپنا محتاج بنا کر غنی کر دیجئے، اور اپنے سے مستغنی کر کے محتاج نہ بنایئے، اپنے کرم کے صدقہ سے ہمارے کاموں میں خلوص دیجئے، اپنے ارادہ ومشیت کے طفیل ہم کو ایسا کر دیجئے کہ آپ ہی پر بھروسہ کریں، اپنی مدد کے وسیلہ سے ہم کو ایسا بنا دیجئے کہ آپ ہی سے مدد چاہا کریں، اے اللہ اہل عزت کی عزت اور درجہ والوں کے درجے اور حرمت والوں کی حرمت کے طفیل اور اس ذات کے صدقہ میں جس کی شان میں آپ نے فرمایا ہے۔ الم نشرح لک صدرک ہمارے سینوں کو ہدایت و ایمان سے کھول دیجئے، جیسا ان کا سینہ کھولا تھا، اور ہمارے (سب) کاموں کو آسان کر دیجئے جیسا ان کے کام آسان کر دیئے تھے، ہمارے واسطے اطاعت کا سہل

راستہ آسان فرما دیجئے اور ہم سے غفلت اور بھول چوک پر مواخذہ نہ فرمایئے، اور فرصت کے دنوں میں ہم سے وہ کام لے لیجئے جو آپ کا مقرب بنادیں اور آپ کو ہم سے راضی کردیں صل علی محمد وعلی آل محمد وسلم

۶ے اے اللہ! ہماری زبانوں کو اپنے ذکر سے جاری کردیجئے، اور ہمارے دلوں کو اپنے سوا سے روک دیجئے، ہماری روحوں کو اپنے قرب کی ٹھنڈی ہوا سے تازہ کردیجئے، ہمارے باطن کو اپنی محبت سے بھر دیجئے، ہمارے دلوں میں بندوں کے لئے بھلائی کی نیت جمادیجئے، ہماری جانوں کو اپنی علم و معرفت سے مانوس کردیجئے، ہمارے سینوں کو اپنی تعظیم سے لبریز کردیجئے! اور ہمارے تمام (ظاہر و باطن) کو اپنی درگاہ کی طرف متوجہ کرلیجئے، اپنے ساتھ ہمارے باطن کو اچھا رکھئے اور ہمیں ان لوگوں میں کردیجئے جو اچھی بات لیتے بری بات چھوڑ دیتے عافیت کی قدر جانتے اور اس پر شکر کرتے ہیں، اور آپ کی ذمہ داری پر راضی ہوگئے تاکہ آپ ان کے کارساز ہوجائیں ہم کو اپنی عظمت کی تعظیم کی توفیق دیجئے اور اپنی بزرگ ذات کے دیدار کی لذت عطا فرمایئے! اے بزرگی و جلال والے! آپ بہت برکت والے بلند مرتبہ والے ہیں، اے وہ کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ پاک ہیں۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ یکتا ہیں کوئی آپ کا ساجھی نہیں اور بیشک محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بندے اور رسول ہیں۔

۷ے اے اللہ! میں آپ کی ذات کی یکتائی اور ناموں کی وحدت اور صفات کی بے نظیری کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہوں کہ ہم کو اپنے جلال کا کچھ حصہ، اور اپنے کمال کی کچھ فرحت عطا فرمایئے، تاکہ آپ کی معرفت میں

ہمارا وجود وسیع ہو جائے، اور ہمارا مشاہدہ آپ پر جم جائے اور اپنے مشاہدہ میں ہم ان دلائل سے خبردار ہو جائیں جو ہمارے اندر ہیں۔ اے اللہ ہمارے وجود کی (تاریک) رات میں اپنی معرفت کا آفتاب چمکا دیجئے اور ہماری آنکھوں کی کناروں کو اپنی حکمت کے ظہور سے منور فرمایئے اور ہماری زینت (جسمانی) کے آسمان کو اپنی محبت کے ستاروں سے مزین کر دیجئے، ہمارے افعال کو اپنے فعل میں فنا، ہماری خطا کو اپنے فضل کے دریا) میں غرق، اور ہمارے ارادہ کو اپنے ارادہ میں محو کر دیجئے۔ اے اللہ ہمکو ہر مقام میں اپنا غلام بنائے رکھئے، کہ آپکی بندگی پر جمے رہیں، آپ کی عظمت کے لئے (تمام دنیا سے فارغ ہو جائیں، آپ کی ربوبیت (کے حقوق ادا کرنے) میں لگے رہیں، آپ کے بارے میں ہم کو کسی کی ملامت کا اندیشہ نہ ہو اور آپ پر کوئی الزام بھی نہ آنے دیں، اے اللہ ہم کو اپنی مرضی پر راضی رکھئے، اور جو تقدیر نازل ہو اس میں ہم پر مہربانی کیجئے، اور آپ کے آسمان سے جو رحمت نازل ہو اس کے لئے ہم کو زمین بنا دیجئے اور اپنی محبت میں ہمارا سب کچھ فنا کر دیجئے، اے اللہ اپنے متعلق ہمارے مطلوب کو صحیح راستہ پر لگا دیجئے اور اپنے سوا کسی اور کا فکر ہم کو نہ دیجئے، اور ہمارے آگے پیچھے جو برائی بھی ہو اس کو دور کر دیجئے، اے اللہ! ہم ان چھپے ہوئے بھیدوں کے وسیلہ سے درخواست کرتے ہیں، اے وہ! کہ اس کے سوا دلوں میں کوئی نہیں پہنچ سکتا درود نازل کیجئے۔ سرداروں کے سردار اور تمام ارادوں کی مراد اپنے حبیب مکرم نبی معظم محمد نبی امی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل واصحاب پر اور سلام بھی بھیجئے۔"

ٹ اے اللہ! میں الف معطوف اور اس نقطہ کے وسیلہ سے جو تمام حروف کا مبدا (وبنیاد) ہے اور بہا کی با، تالیف کی تا، رشتار کی ثا، رجلالت کی جیم، حیاۃ کی حا، خوف کی خا، دلالت کی دال، ذکر کی ذال، ربوبیت کی را، زلفی کی زا، رسنا کی سین

شکر کی شین صفا کی صاد ضمیر کی ضاد طاعت کی طا ظلمت کی ظا عنایت کی عین غنا کی غین وفا کی فا قدرت کی ق کفایت کی کاف لطف کے لام آمر کے میم نہی کی نون الوہیت کی ہمزہ ولا کی واؤ یقین کی یا اور لا الٰہ الا انت وحدك لاشريك لك وان محمد اعبدك ورسولك صلى الله عليه وسلم کے لام الف کے وسیلہ سے درخواست کرتا ہوں مخلوق میں آپ کی حمد (وثنا) پھیلی ہوئی ہے بخشش کے ساتھ آپ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، کوئی آپ کے حکم کے خلاف نہیں کرسکتا، نہ کوئی آپ کی سلطنت اور ملک اور حکومت کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ آپ مخلوق سے جو چاہیں لے سکتے ہیں مخلوق آپ سے کچھ نہیں لے سکتی، سوا اس کے جو آپ ہی (دینا چاہیں) اے اللہ! میں آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے وسیلہ سے آپ کی طرف متوجہ ہوتا اور درخواست کرتا ہوں اے اللہ! میں آپ کے اچھے اچھے ناموں اور اس بڑے اسم اعظم کے وسیلہ سے جس کے ساتھ میں نے آپ کو پکارا ہے یہ درخواست کرتا ہوں کہ نبی امی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود نازل فرمایئے اور آپ کی پاکیزہ آل اور پاک صحابہ پر اور تمام انبیاء و مرسلین اور اولیاء وصالحین پر بھی والحمد لله رب العلمين۔

خاتمہ از مترجم

الحمد لله ثم الحمد لله۔ کہ اس مبارک کتاب کا ترجمہ ماہ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ میں شروع ہو کر ماہ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ کی ۲۷ تاریخ کو بروز یکشنبہ بعد نماز عصر اصل کتاب کے ختم تک تمام ہوا اور دعاو مناجات کے ختم تک ۲۹ رجب المرجب ۱۳۵۱ھ کو قبل نماز عصر پورا ہوا اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو اپنی

ذات پاک کے لئے خالص فرما کر بوسیلہ سردار دو جہاں فخر کون ومکان سید انس وجاں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقبولیت کا درجہ عطا فرمائیں اور ناچیز مترجم اور اس کے اہل وعیال اور عبد المنان غفرلہٗ ناشر اور اس کے تمام اہل وعیال اور تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یہ ترجمہ حضرت مکرمی المحترم مولانا المحتشم مولوی محمد ابراہیم صاحب راندیری دام فضلہٗ وعلاہ کے ایماء سے کیا گیا ہے۔ ناظرین ہم سب کے لئے دعائے فلاح دارین فرمائیں اور ناچیز مترجم کو اور ناشر عبد المنان غفرلہٗ کو دعاء خیر سے نہ بھولیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی افضل الموجودات خلاصۃ الکائنات سیدنا ونبینا وحبیبنا ومولانا محمد ازکی الصلوٰۃ واکمل التحیات وعلی الہ واصحابہ الذین نالوا بحبہ ونصرتہ اعلی الدرجات والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ ونعمتہ تتم الصالحات ومحتاج رحمت بارگاہ احد

بندہ کمترین **ظفر احمد** عفا اللہ عنہ تھانوی عثمانوی

بمقام رنگون[لہ] مدرسہ محمدیہ راندیریہ

رجب ۱۳۵۱ھ

لہ اور نظر ثانی بمقام دار العلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈوالہ یار سندھ ۲ محرم ۱۳۸۳ھ کو کی گئی ۱۲منہ

کتبہ احقر محبوب کریم صدیقی ۱۶-۶ فیڈرل بی ایریا کراچی ۱۴/۹

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ الآیۃ

چوں ارشاد مزبور دال ست بر فضیلت لین جلود و قلوب بالذکر یعنی تاثر و تعمیہ ظاہر و باطن بالطاعات و ہمین ست

حاصل تصوّف بر طبق تفسیر ائمہ ثقات۔ و

رسالہ

رُوح تصوّف

کہ مقتبس ست از رسالہ البنیان المشید ترجمۃ البرہان المؤید مشتمل بود بر اصول فن یعنی حقایق احوال و مقامات افادۃً لاھل التحقیقات والتحققات بقلم جناب فاضل اجل علامہ اکمل مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی جمع کردہ شد

ناشر

محمد عبد المنّان غفرلہٗ مکتبہ تھانوی دفتر رسالہ الابقاء

مسافر خانہ۔ بندر روڈ۔ کراچی ۱

ایم۔ اے جناح روڈ

دیباچہ روح تصوّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ جب یہ احقر رجب ۱۳۵۱ھ میں کتاب البرہان المؤید کے ترجمہ سے فارغ ہوا جو حضرت غوث اعظم قطب معظم سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد رفاعی قدس اللہ سرہٗ کے مواعظ کا مجموعہ ہے پھر ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں حضرت سیدی حکیم الامۃ مجدد الملت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت بابرکت میں اس ترجمہ کو پیش کیا حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اس کتاب میں حضرت شیخ نے مقامات سلوک کی جو تحقیق اور تعریف بیان فرمائی ہے وہ بہت عجیب اور پُر مغز ہے اس کو اس میں سے منتخب کر کے الگ شائع کر دیا جائے تو بہتر ہے تاکہ طالبان حقیقت کو سہولت کے ساتھ یہ مضامین یکجا مل جاویں، حضرت والا نے اس کا نام بھی خود ہی روح تصوف تجویز فرمایا چنانچہ یہ وہی منتخب حصہ ہے جو اس وقت ناظرین کے سامنے ہے۔ میں نے اس کتاب میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ مقامات سلوک کی حقائق کے علاوہ بعض اہم اور ضروری مسائل یا اصطلاحات تصوف کی تحقیق بھی جو ان مواعظ میں موجود تھی انتخاب میں لے لی ہے اس طرح یہ انتخاب گویا کتاب کے ضروری مسائل اور مہتم بالشان تحقیقات کا خلاصہ ہو گیا۔

میں نے اس انتخاب میں کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ ہی کے الفاظ کا ترجمہ لیا جائے اور اصل کتاب میں اپنی طرف سے بین القوسین جو تشریح کی ہے انتخاب میں اس کو نہ لیا جائے تاکہ انتخاب طویل نہ ہو البتہ کہیں کہیں مختصر جملے صرف توضیح مطلب کے لئے بین القوسین اب بھی آپ کو ملیں گے جن کی ضرورت کو آپ

خود ہی محسوس کرلیں گے اور ان جملات بین القوسین میں بعض وہ ہیں جو حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم نے اس انتخاب پر نظر ثانی فرماتے ہوئے اضافہ فرمائے ہیں۔ حضرت اقدس نے اس انتخاب کو ملاحظہ فرمانے کے بعد چند جملے بطور تقریظ کے بھی اخیر میں تحریر فرمائے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس رسالہ کو دیکھا اس میں وہ باتیں پائیں جن تک بہت لوگوں کی رسائی نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو ہر صغیر و کبیر کے لئے نافع بنائیں۔ آمین۔ والسلام

ظفر احمد عفا اللہ عنہ تھانوی عثمانی

۶۔ ج ۲ ۱۳۵۶ھ بمقام تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

روح تصوّف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمدا یرضاہ لذاتہ۔ والصلوٰۃ والسلام علی سید مخلوقاتہ و رضی اللہ عن الصحابۃ والاٰل واتباعھم من اھل الشرع والحال۔ والسلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین

توحید کی حقیقت جو شخص اپنے خالق کو پہچاننے کے درپے ہو۔ اگر اس کی معرفت کسی ایسے موجود پر ختم ہو گئی جس تک اس کا ذہن پہنچ سکتا ہے تو یہ شبہ ہے (یعنی خالق کو مخلوق پر قیاس کرتا ہے) اور اگر خالص عدم تک پہنچکر مطمئن ہو گیا تو وہ معطل ہے (جو خالق کو صفات کمال سے خالی سمجھتا ہے) اور اگر ایسے موجود پر دل کو قرار ہوا جس کی معرفت سے عاجز ہوتے کا دل نے اقرار کرلیا تو یہ موحد ہے۔

اخلاص

دین اخلاص کا نام ہے جب تم لا الہ الا اللہ کہو تو ایسے اخلاص سے کہو جو

اغیار سے اور تشبیہ[1] و کیفیت اور (عرفی) تحتیت و فوقیت اور قرب و بعد کے خطرات سے پاک ہو۔

عقل انسان کی شرافت جوہر عقل سے ہے، اور عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دے (یعنی اس کو ایک حد پر روکے رکھے۔ اگر کسی کی عقل نفس کو باندھنے والی اور اس کو ایک حد پر ٹھہرانے والی نہ ہو تو وہ بے عقل ہے۔

عقل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان جھوٹی انانیت (بڑائی اور تکبر) اور بیہودہ دعوے اور اس قسم کی ڈینگیں مارنے سے الگ ہو جائے کہ میں نے یہ کھولا اور وہ باندھا۔ اس کو دیا اور اس سے چھینا۔ اس وقت (تدریجاً) اس کی اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے۔

مرد کامل کی تعریف جو شخص ہر سانس پر اپنے نفس سے بازپرس نہ کرے اور اس کو متہم نہ سمجھے وہ ہمارے نزدیک مردوں کے دفتر میں نہیں لکھا جاتا۔

صوفی کی حقیقت صوفی وہ ہے جس کا باطن دنیا کی تمام کدورتوں سے پاک ہو چکا ہو اور (اس پر بھی) اپنے کو دوسروں سے کسی درجہ میں بھی زیادہ نہ سمجھے۔

توحید ہمارا پروردگار وہ ہے کہ کوئی عقل اس کو خاص کیفیت (اور صورت) سے نہیں سمجھ سکتی اور نہ کوئی نگاہ اس کا ادراک (و احاطہ) کر سکتی ہے۔

نفس کی بدترین خواہش یہ ہے کہ غیر خدا پر نظر کرے۔ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے دل لگائے۔ عاقل غیر خدا سے دل لگا کر کیا پائے گا؟ غیر خدا کی تاثیر کا قائل ہونا قلیل ہو یا کثیر، کلی ہو یا جزئی شرک ہے (اس کے قائل ہونے سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے متصرف و موثر ہونے سے ذہول ہو)

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی مشابہت اور انسان کی کیفیات سے اور عرفی بلندی و پستی اور دوری و نزدیکی سے پاک سمجھو ۱۲ ظ

دھوکہ کی پہچان جس کو اپنے گمان میں، قرب الٰہی زیادہ حاصل ہو مگر خوف زیادہ نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ دھوکہ میں ہے (یہ خوف وہ ہیبت ہے جو عظمت سے ناشی ہو)

ولایت تواضع اورادب کا نام ہے ولایت فرعونیت یا نمرودیت نہیں ہے فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہا تھا مگر پیشوائے اولیا، سردار انبیا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لست بملک میں بادشاہ نہیں ہوں، آپ نے بڑائی اور امارت و سرداری کے لباس کو اتار کر پھینک دیا تھا۔

ادب کی حقیقت جس شخص کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے نفس پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں اور اس کے امر و نہی کی تعمیل نہ کرے وہ ادب سے کوسوں دور ہے مشائخ طریق کا ادب کرو کیونکہ جو شخص مشائخ کے دلوں کی حفاظت نہیں کرتا، (ان کے تکدر و کلفت کی پروا نہیں کرتا) اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتے مسلط کر دیتے ہیں جو اس کو تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں۔ اپنے سے بڑے کی صحبت کا ادب یہ ہے کہ اس کی خدمت کرو، اپنے برابر کا ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایثار و ہمدردی کرو۔ چھوٹوں کا ادب یہ ہے کہ ان پر شفقت کرو ان کی تربیت اور خیر خواہی کرو، عارف باللہ کا ادب یہ ہے کہ اس کی صحبت میں موافقت سے رہو (مخالفت نہ کرو) مخلوق کے ساتھ خیر خواہی سے رہو اور اپنے نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ عداوت اور دشمنی سے رہو

شکر نعمت کا شکر یہ ہے کہ نعمت کی قدر و منزلت پہچانے، شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے۔ شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے ساتھ راستہ پر جما رہے۔ شکر یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے جیسا اس کا حق ہے ڈرتا رہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے، اس کو یاد رکھا جائے بھولا نہ جائے اس کی قدر کیجئے نا قدری نہ

کی جائے۔ شکر یہ ہے کہ جس کام سے منعم تعالیٰ شانہ ناراض ہوا اس سے بچے شکر یہ ہے کہ منعم پر نظر کرے نعمت پر نظر نہ کرے یعنی بالذات شکر یہ ہے کہ منعم کی طلب میں لگا رہے اور دنیا ومافیہا کو چھوڑ دے۔

زہد خدا کی طلب زہد کے ساتھ ہی درست ہوتی ہے اور زاہد وہ ہے جو دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی پروانہ کرے کہ کس نے اس کو لیا۔ زہد آرزو کم کرنے کا نام ہے۔ موٹا کھانا اور عبا پہننے کا نام نہیں۔

معرفت جو اپنے نفس سے اور تمام اغیار سے الگ ہوگیا جس سے طبیعت کے کروفر (سازوسامان تکبر و عجب) پر لات ماردی وہ جہل کی قید سے چھوٹ گیا (اور عارف ہوگیا) حقیقت (معرفت کی) وہ نہیں جیسا تم سمجھتے ہو کہ اونی جُبّہ ہو اور (سر پر) کلاہ ہو اونچے کپڑے ہوں بلکہ (معرفت یہ ہے کہ) (رنج وغم کا جبہ ہو، سچائی کا تاج ہو، توکل کا لباس ہو (اگر ایسا ہو تو) بس تم عارف ہو گئے۔ عارف کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ حکم کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے اور راستہ سے ہٹنے نہیں پاتا۔ اس کا دل وجد کی چنگاریوں پر لوٹتا رہتا ہے، اس کا وجد ایمان ہے، اس کا سکون یقین ہے۔

احسان (یعنی اخلاص) یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں گویا اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے صادق و مصدوق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یونہی فرمایا ہے۔ احسان ہم پر لازم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں جیسا اس کو دیکھنے والا اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

عبدیت سچی عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالہ کردے۔ درویش جب اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام لیتا ہے مشقت میں پڑ جاتا ہے اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کردیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے۔

کامیاب اور ناکام خسارہ میں وہ ہے جس نے اپنی عمر طاعت خداوندی کے خلاف دنا فرمانیوں میں گذار دی۔ زاہد وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہیں صاحب اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا جوانمرد وہ ہے جو اللہ سے پیچھے نہ اترا (یعنی مخلوق پر متوجہ نہ ہوا) قوی وہ ہے جس نے اللہ سے قوت حاصل کی۔

توحید خالص یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو کیونکہ وہ یکتا ہے۔ جب تم نے یا اللہ کہا تو اللہ کو اسم اعظم سے یاد کیا مگر تم اس کی ہیبت اور عظمت سے (ہنوز) محروم ہو کیونکہ تم نے اپنی شان کے موافق کہا ہے اس نام کی شان کے موافق نہیں کہا۔

غنا اور افلاس سب سے بڑی غنا (اور تونگری) اللہ تعالیٰ سبحانہ سے (دل کا) مانوس ہونا ہے اور سب سے بڑا افلاس یہ ہے کہ ہمیشہ مردوں ہی سے مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے) دلوں کے پردوں میں سب سے موٹا پردہ وہ مخلوق کی طرف جھکنا ہے (موٹا اس لئے کہا کہ اس میں سے حق کا مشاہدہ نہیں ہوتا کثیف پردہ کی یہی شان ہوتی ہے)۔

طریق معرفت بندہ کے لئے اپنے پروردگار کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو پہچانے جس نے اپنے آپ[1] کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس نے یہ جان لیا کہ میں خدا کا ہوں (یہ ہے اپنا پہچاننا) وہ اپنا سب کچھ خدا پر قربان کر دے گا۔ (یہ حق ہے خدا تعالیٰ کو پہچاننے کا)

طریق رسوخ ذکر ذکر اللہ کی پابندی کرو کیونکہ ذکر وصال (حق) کا مقناطیس ہے قرب کا ذریعہ ہے۔ جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے اور

---

[1] پس جو لوگ اللہ کی معرفت سے محروم ہیں وہ خود اپنی حقیقت سے بھی جاہل ہیں اور اس سے بڑھ کر کون نادان ہو گا جس کو اپنی بھی خبر نہ ہو اب خود فیصلہ کر لو کہ علم کیا ہے اور عالم کون ہے ۱۲ ظ

جو اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تک پہنچ گیا (مگر) ذکر اللہ صحبت (عارفین) کی برکت سے دل میں جمتا ہے (کیونکہ) آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

صحبت مشائخ کی ضرورت اس علم سے کیا فائدہ جس پر عمل نہیں؟ اور اس عمل سے کیا نفع جس میں اخلاص نہیں، اور اخلاص ایک خطرناک راستے کے کنارہ پر ہے۔ (اب بتلا) تجھے عمل کے لئے کون اٹھائیگا؟ ریا کے زہر کا جو تیرے اندر بھرا ہوا ہے کون علاج کرے گا؟ اور اخلاص (حاصل ہو جانے) کے بعد تجھے بے خوف خطر راستہ کون بتلائیگا؟ جاننے والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (اور یہ جاننے والے مشائخ ہیں اور ان سے پوچھنا حقیقۃً وہ نافع ہے جو ان کی صحبت کے ساتھ ہو)

طریق وصول جس نے اپنے کو ارادت میں ثابت قدم رکھا وہ مراد (محبوب) بن گیا جس نے اپنے کو طلب میں مضبوط رکھا وہ مطلوب بن گیا۔ جو دروازہ پر پڑا رہا وہ دہلیز پر پہنچ گیا اور جس کی نیت اندر پہنچکر بھی اچھی رہی (کہ اب بھی غیر حق سے یعنی انوار ملکوت وغیرہ سے دل نہ لگایا) وہ بارگاہ وصال میں صدر نشین ہو گیا۔

طریق کمال ذکر جب تم تقدیر سے معارضہ (اور ناگواری) کی رسی کو تسلیم و رضا کی تلوار سے کاٹ دو گے اس وقت تم اللہ کو (اچھی طرح) یاد کرو گے (پس کمال ذکر حاصل کرنا چاہو تو تقدیر سے ناگواری چھوڑ دو جبھی محبت جلوہ گر ہو گی)

طریق صفائے عقل عقل علم کی چوٹی ہے مخلوق کو علم کا شرف بدون عقل کے حاصل نہیں ہو سکتا (اور) عاقل وہ ہے جس کو حکمت دین کی سمجھ (حاصل) ہو۔ جو عقل دین کا احاطہ نہ کرے وہ عقل نہیں اور جو دین عقل پر غالب نہ ہو وہ دین نہیں مگر (تمہارے پاس) وہ ریاضت و مجاہدہ کہاں ہے؟ جو آئینۂ عقل سے

غفلت کا غبار ہٹا دے۔ رہنمائے اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی احوال واخلاق اور قول وفعل میں کہاں ہے؟ (جو دل کے پردے کھولدے) پہلے یہ سکے لاؤ پھر یہ سامان خریدو۔

سخاوت کی ضرورت سخاوت کی ڈور کو مضبوط تھامو کیونکہ وہ زہد کی علامات میں سے ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ تو زہد کا دروازہ ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ سخاوت کامل ہو جائے تو بس وہی پورا زہد ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہونے والے کا پہلا قدم سخاوت ہے۔

سماع کی حقیقت ان حضرات نے سماع سنا اور ان کے دل خوش ہو گئے مگر وہ اچھی بات سنتے ہیں تو اس کا اتباع کرتے ہیں بری بات سنتے ہیں تو اس سے الگ رہتے ہیں ان حضرات نے حلقے مقرر کئے اور ذکر کی مجلسیں کھولیں اور ذکر سے ان کو وجد ہوا ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے ان کی روحیں بلند ہو گئیں ان پر حالت ذکر وسماع میں اخلاص کی بجلیاں چمکنے لگیں اب تو ان کو دیکھے گا کہ موجودات کی حالت سے بیخبر ہو گئے اور غائب سے خبردار ہو گئے پھر وہ ان شاخوں کی طرح ہلنے لگے جو ہوا سے ہلتی ہیں خود نہیں ہلتیں یہ حضرات وجد میں لاالہ الا اللہ کہتے ہیں اور خدا کے سوا کسی چیز میں ان کا دل مشغول نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کہتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں کبھی ہو کہتے ہیں اور اسی میں محو حیراں ہو جاتے ہیں نہ کسی دوسرے (کی یاد) میں۔ جب گانے والا ان کو گانا سناتا ہے تو اس سے (محبت کا) تذکرہ سنتے ہیں جس سے ان کی ہمتیں اللہ کی یاد میں بلند ہو جاتی ہیں۔ ہاں جھوٹے (صوفی) سے مواخذہ کیا جائیگا اس پر سماع حرام ہے۔ اس کو تاکید کیجائیگی کہ جب تک سچا (حال پیدا) نہ ہو جائے مجالس سماع میں حاضر نہ ہو یہ کہاں اور وہ کہاں؟ وہ تو فرشتوں[1] میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں (کیونکہ) انھوں نے اپنے (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

نفس پر قابو پالیا ہے ان کا نفس مرچکا ہے وہ روح کے بازوؤں سے اڑتے ہیں جو ان کو (اللہ تعالیٰ کے) پاس لیجاکر قریب اور بہت قریب کردیتی ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں انھوں نے اخلاص حاصل کیا اور غلامیٔ (نفس) کی قید سے چھوٹ گئے آزادی کا درجہ پالیا خدا کے سوا کوئی ان پر قابو یافتہ نہیں سچ یہ ہے کہ آزاد بلکہ پورے آزاد یہی ہیں خواہ راحت میں ہوں یا تکلیف میں۔ میں ایسے سماع کو لیکر کیا کروں ؟ جس میں بغیر دل (کی حرکت) کے لوگ اچھلتے ناچتے ہیں نفس کی گندگی نے سر سے پیر تک ان کو گھیر رکھا ہے اس ناقص حالت میں صرف ناچنے کودنے سے یہ لوگ ذاکرین میں کیونکر شمار ہوسکتے ہیں ؟ ورب تال تلا القرآن مجتھداً بین الخلائق والقرآن یلعنہ (جب نفس کے لئے تلاوت قرآن کرنے سے بھی انسان ملعون ہوجاتا ہے تو ایسے سماع سے کیونکر ملعون نہ ہوگا) اللہ کے کچھ فرشتے عرش کے نیچے خوبصورت نوجوان ہیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور (گاتے اور) ناچتے ہیں اللہ کی یاد سے ان کو نشاط ہوتا ہے۔ یہ وہ روحیں ہیں جو اللہ کے لئے اللہ کی (یاد کے) ساتھ ناچتی ہیں اور تو بیچارہ اپنے نفس کے لئے نفس کو ساتھ لئے ہوئے ناچتا ہے وہ حقیقت میں ذاکر ہیں' اور تو خسارہ اور فتنہ میں ہے ، حضرات صوفیہ ذکر سے حرکت میں آنے کو اسی وقت رقص کہتے ہیں جب اس کا محرک روح کی طرف سے ہو ورنہ ناچنے کودنے والے کہاں ؟ اور ذاکرین کہاں ؟ ذاکرین کی طلب سراسر حق ہے اور ان ناچنے والوں کی طلب سراسر گمراہی ہے ؎

سارت مشرقة وسارت مغربا ؎ شتان بین مشرق و مغرب

لہ (حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۸۹) اب ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ آجکل کا سماع بزرگوں کے سماع پر منطبق ہوسکتا ہے یا یا نہیں حالانکہ وہاں فساق وفجار اور بیہودہ قوالوں کا تو ذکر کیا مزامیر اور باجہ وغیرہ کا بھی گذر نہ تھا ہاں بعض اہل اللہ سے صرف دف کے ساتھ سماع ثابت ہے جس کی بعض مواقع میں فقہاء نے بھی اجازت دی ہے ۱۲۔ظ اور جنھوں نے دف سے تجاوز کیا ہے ان کی اجتہادی غلطی ہے ۱۲ حضرت حکیم الامۃ ۱۲

دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ناچنے والے تو جھوٹے ہیں، اور ذاکرین کو خدا تعالیٰ یاد فرماتے ہیں (وہ ملعون اور یہ محبوب ہیں) اور ملعون و محبوب میں بڑا فرق ہے، جب تم ذکر کی مجلسوں میں قدم رکھو تو مذکور کا دھیان رکھو (یعنی اللہ تعالیٰ کا) اور ہوش کے کانوں سے سنو۔ سچا وجد خدا کو پانا ہے۔ اپنی خواہش سے کوئی کام نہ کرو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے سماع سے نفرت ہے کیونکہ میں تو اس درجہ پر پہنچ چکا ہوں بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو درویش اس درجہ کو نہیں پہنچا میں اس کے لئے سماع کو پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں بہت فتنے اور بلائیں ہیں جو سخت گناہوں میں پھنسانے والی ہیں اور اگر کسی کو ایسی ہی مجبوری[1] ہو تو گانے والا دیندار مخلص ہو جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سنائے اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ کرے اور بزرگوں کا تذکرہ کرے اس سے آگے نہ بڑھے اور مرشد عارف کے ذمہ یہ لازم ہے کہ سماع سے خاص اثر لیکر اللہ تعالیٰ کی اجازت و قدرت سے اہل مجلس کے دلوں پر بھی وہ اثر پہنچائے (توجہ سے اور تعلیم سے)

مردِ کامل کی پہچان مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیت کرے نہ وہ جو نری باتوں ہی سے تربیت کرے، اور جو حال و مقال دونوں کا جامع ہو (کہ حال سے بھی تربیت کرے اور مقال سے بھی وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔

آدابِ ذکر ذکر کے آداب میں سے سچا ارادہ۔ کامل عجز و انکسار اور تمام عالم سے یکسو ہو جانا اور عبدیت کے قدم پر مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہونا اور جلالِ الٰہی کا لباس پہن لینا ہے یہاں تک کہ ذاکر کو اگر کوئی کافر بھی دیکھے تو اس کو یقین ہو جائے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کو ماسوا سے الگ ہو کر یاد کر رہا ہے، جو اس کو دیکھے اس کی

---

[1] مثلاً قبض شدید میں مبتلا ہو جس سے قلب کیفیات محبت و طلب سے خالی اور کورا ہو جاتا ہے اس وقت اگر کوئی تدبیر نافع نہ ہو تو شرائط مذکورہ کے ساتھ نہ سماع کی اجازت ہے کیونکہ قبض شدید سے بعض دفعہ ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے ایسے وقت میں فقہاء نے بھی تداوی بالحرام کو جائز کیا ہے سمعتہ من حکیم الامۃ مترجم ۱۲ ظ

ہیبت طاری ہوجائے، اور اس کی ہیبت کی تجلیوں کا ایسا اثر ہو کہ دوسروں کے برے خیالات کے کباڑ کوڑے کو ہوا میں ذروں کی طرح اڑا دے" اگر کسی ذاکر کی حالت اس درجہ کی نہ ہو تو عام طور پر اس کی اچھی حالت (کا معیار) استقامت (اعمال) وضبط اقوال اور باطنی وظاہری آداب کا جامع ہونا ہے جتنا بھی ہو سکے نیز ما سوائے (حق) سے نگاہ کو روک لینا۔

محبت حق کی علامت اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں، اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت وشفقت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیتے اور نفس میں بلندی ہمت (اور چشم پوشی) پیدا کر دیتے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے کو سب سے کمتر دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھے۔

عارف کی پہچان جب دوسرے خوش ہوں عارف غمگین ہوتا ہے، وہ بے چین ہوتا ہے مگر ناامید نہیں ہوتا، اس کی خوشی تھوڑی ہے، رونا زیادہ ہے اس کو ہر وقت اپنے محبوب کی طلب ہوتی۔ اور اپنے عیوب اور گناہوں کا فکر لگا رہتا ہے۔

وصول کا قریب تر اور سہل تر راستہ میں نے اپنی جان کھپا دی اور کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو اور صدق نیت ومجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح ہونا معلوم نہ کر لیا ہو، مگر سنت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے اور ذلت وانکسار والوں کے اخلاق پر چلنے اور سراپا حیرت واحتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ کو قریب تر روشن تر اور محبوب تر نہیں پایا۔

طریق سلوک بزرگو! خشیت (وخوف) سے محاسبہ پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوام شغل (حضور دائمی) حاصل

ہوتا ہے، بس آجکل سب سے زیادہ قابل رشک وہ مومن ہے جو اپنے زمانہ[1] سے واقف ہو اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے، اور نیک بندوں جیسے کام کرتا رہے۔

توحید مطلب | ادھر اُدھر دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا اور شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا اور جس کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو جس کی ایک بڑی فرد متذبذب مذکور ہی اس کے سارے اوقات نقصان ہی میں ہیں۔

عارف کی شان | عارف دانا خدا کے خوف اور اس کے مراقبہ کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی پابندی رکھتا ہے، جب بات کرنا چاہتا ہے تو منہ سے نکالنے کے پہلے سوچ لیتا ہے اگر اس میں کچھ بھلائی ہوتی ہے کہدیتا ہے ورنہ زبان کو بند ہی رکھتا ہے جو اللہ کو پہچان لے گا اللہ کے ساتھ اس کا ادب بڑھ جائے گا جو اللہ کا مقرب ہوگا اس کے اندر خوف خدا زیادہ ہوگا۔

آثار محبت | جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اپنے نفس کو تواضع سکھلاتا ہے دنیا کے تعلقات (زائدہ) کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے اور ہر حالت میں اللہ کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے اسی کی یاد میں لگا رہتا اور اللہ کے سوا کسی چیز کی خواہش اپنے دل میں نہیں چھوڑتا۔

آثار عبدیت | عبدیت کا حق یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح یکسو ہو جائے عبدیت یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے (جو خدا سے مانع ہوتی ہو) عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی کی طلب سے ارادہ کو روک لے، عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں پر کسی قسم کی رفعت اور فوقیت

---

[1] تاکہ اس زمانہ کی آفات سے محفوظ رہ سکے نیز مجاہدات میں اپنے زمانہ کی قوت و صحت کا لحاظ رکھے پہلے زمانہ کے بزرگوں کی ریس نہ کرے ۱۲ منہ [2] جس کو شیخ پر اعتماد نہ ہو ادھر اُدھر مارا پھرتا ہے کہ شاید یہاں مقصود مل جائے یا وہاں سے ۱۲ ظ

نہ پائے، عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر رہے (اپنے کو خاک سے زیادہ نہ سمجھے) عبدیت خوف وخشیت کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے عاجز بن جانے کا۔"

بندہ اس وقت تک پورا غلام نہیں بنتا جب تک آزادی کے درجہ پر نہ پہنچ جائے یعنی (خدا کے سوا) اوروں کی غلامی سے پوری طرح آزاد نہ ہو جائے۔

شریعت اور طریقت الگ الگ نہیں ہیں

تم ایسا مت کہو جیسا بعض (جاہل) صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہل باطن ہیں اور وہ اہلِ ظاہر ہیں (کیونکہ یہ دین (ظاہر و باطن دونوں کا) جامع ہے۔ اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے، اور ظاہر باطن کا ظرف ہے اگر ظاہر نہ ہو تو باطن کہاں چھپے گا؟ اگر ظاہر نہ ہو تو باطن کا وجود ہی نہ ہو گا (کیونکہ دل بدون جسم کے موجود نہیں ہو سکتا بلکہ اگر جسم نہ ہو تو دل برباد ہو جائے گا اور دل بدن کا نور ہے، یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علم باطن رکھا ہے اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور دل کی اصلاح بدون اصلاح ظاہر کے نہیں ہو سکتی نہ ظاہر کی اصلاح بدون اصلاح باطن کے ہو سکتی ہے صوفیہ کا وہ (عمل) باطن کونسا ہے جس کے حاصل کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا اور اہل ظاہر کا) وہ (عمل) ظاہر کونسا ہے جس کے باطن کو درست کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا؟ پس ظاہر و باطن میں تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے مشائخ طریقت اور شہسواران میدان حقیقت تم سے کہتے ہیں کہ علماء کا دامن پکڑلو میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ (یعنی علم فقہ) عطا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور اگر کسی جاہل کو ولی بناتے ہیں تو اس کو عالم بنا دیتے ہیں، ولی

دین کے احکام سے جاہل نہیں ہو سکتا وہ نماز پڑھنے روزہ رکھنے زکوٰۃ دینے حج کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریقہ خوب جانتا ہے ایسا شخص اگر ان پڑھ بھی ہو جب بھی عالم ہے اس کو جاہل وہی کہے گا جو علم مقصود سے جاہل ہے۔

ترک اسباب کی ضرورت نہیں غفلت اور گناہ سے بچو میں یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت وصنعت وحرفت وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہو جاؤ، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت اور گناہ سے بچو. میں یہ نہیں کہتا کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو۔ اچھے کپڑے نہ پہنو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ خدا کو بھول جاؤ (قیمتی) کپڑے پہنکر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اتراؤ نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ زینت وآرائش کا اظہار نہ کرو کہ غریبوں کے دل ٹوٹ جائیں مجھے اندیشہ ہے کہ اس سے تمہارے دلوں میں عجب اور غفلت پیوستہ ہو جائیگی میں تو یہ کہتا ہوں کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی صاف ستھرا رکھو کہ دل کی صفائی کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لباس کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔

مقاصد شریعت کے حقائق کا بیان

علم کی ایسی تعظیم کرو کہ اس کے واجبی حقوق ادا ہوتے رہیں اور علم نام ہے حقائق اشیاء دریافت کرنے کا شریعت اور عقل کے ذریعہ سے۔

ایمان کا حق ادا کرو جس کی حقیقت زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین کرنا ہے۔

اسلام نام ہے شریعت کی پیروی اور (تقاضائے) طبیعت سے بے رخی کا۔

سچی معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانو۔

لہ پس مشرک عارف نہیں ہو سکتا ۱۲ ظ

نیت کو پاک کرو جس کی حقیقت دل میں کسی بات کا آنا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔

ادب کو پختہ کرو جس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کے موقع میں رکھا جائے۔

وعظ۔ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔

نصیحت نام ہے حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانے کا۔

محبت۔ نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔

دعا۔ کی حقیقت ہے۔ اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ میں پیش کرنا۔

تصوف۔ نام ہے ترک اختیار کا رک اپنی تجویز کو فنا کردے)

عبودیت۔ کی حقیقت ہے دنیا کو چھوڑ دینا، دعویٰ نہ کرنا، مشقت برداشت کرنا، مولیٰ سے محبت کرنا۔

قرب۔ کی حقیقت ہے اللہ کے سوا ہر چیز سے (دل کا) الگ ہو جانا۔[1]

صدق۔ کی حقیقت ہے ظاہر و باطن کا باہم موافق ہو جانا۔

عافیت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے رزق بدون مشقت کے ملتا رہے اور عمل بدون ریا کے ہوتا رہے۔

استقامت۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔

حلال۔ وہ ہے جس کا دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

طاعت۔ یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال و احوال میں اللہ کی رضا طلب کرے۔

---

[1] قال السعدی رحمہ تعلق حجاب است و بیحاصلی چو پیوندہا بگسلی واصلی ۱۲ ظ بامر سیدہ حکیم الامۃ

صبر۔ یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالےٰ کے حکم پر جمائے رکھے ۔
عزلت وخلوت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے لوگوں سے ملنا چھوڑ دے۔ یعنی دل ان میں مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔
ولی۔ وہ ہے جس نے نفس وشیطان اور دنیا اور اپنی خواہش سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (تعالےٰ شانہ) کی طرف پھیر دیا اور دنیا وآخرتؔ (دونوں) سے اعراض کرکے اللہ تعالےٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہ ہو۔
قانع۔ وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو۔ اور قدر ضرورت پر اکتفا کرے
خوف۔ یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کرکے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔
امید۔ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اچھے وعدے (یاد کرنے) سے دل میں سکون وراحت پیدا ہو۔
ریاضت۔ یہ ہے کہ حالت مذمومہ کو (مجاہدہ کرکے) حالت محمودہ سے بدلا جائے ۔

بعض رذائل نفس کی حقیقت کا بیان

حسد۔ یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے ۔
کبر۔ یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے ۔
جھوٹ۔ کی حقیقت یہ ہے۔ خلاف واقع بات گھڑنا۔ اور ایسی فضول بات کہنا جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو۔

لہ یعنی آخرت کی طلب بھی نفس کے لئے نہیں کرتا بلکہ صرف رضائے حق کے لئے کرتا ہے ۱۲ ظ

غیبت۔ یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب (اس کے پیچھے) بیان کیا جائے جو بوجہ بشریت کے اس میں ہے۔

غضب۔ کی حقیقت ہے خون کا جوش میں آنا بدلہ لینے کے ارادہ سے۔

ریا۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی[1] حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس (کے اعمال) کو دیکھ رہے ہیں۔

ظلم۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی نفس کی ہر خواہش میں اس کی پیروی کرے۔

علامت مداہنت۔ جو شخص اپنے ہمسایوں کا محبوب ہو اور اس کے میل جول والے سب اس کی تعریف کرتے ہوں تو سمجھ لو کہ وہ مداہن ہے (یعنی برے کاموں پر روک ٹوک نہیں کرتا۔)

(بقیہ عنوان سابق)

احتساب شرعی کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک ہوشیاری، دوسرے نرمی بہت نرمی کے ساتھ نصیحت شروع کرنا چاہئے۔ سختی سے کام نہ لے حکومت کا ڈھنگ اختیار نہ کرے کہ اس سے (مخاطب کے) نفس کا جوش بڑھتا ہے اور وہ ناصح کی مخالفت اور ایذا کے درپے ہو جاتا ہے۔

تصوّف کی حقیقت غیر اللہ سے منہ پھیر لینا اور اللہ کی ذات میں غور نہ کرنا۔ اللہ پر بھروسہ رکھنا اور ہر حالت کی باگ تفویض (و رضا) کے ہاتھ میں دیدینا اور دروازۂ کرم کے کھلنے کا منتظر رہنا۔ اللہ کے فضل پر اعتماد کرنا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا ہے۔

[1] پس اگر بدون ارادہ کے طبعی طور سے خوشی ہو تو وہ ریا نہیں۔ قالہ سیدی حکیم الامۃ ۱۲ ظ

طریق حصول انس اللہ تعالیٰ سے اسی کو انس حاصل ہوتا ہے جس کی طہارت کامل ذکر پاکیزہ ہوگیا ہو کہ جو چیز اللہ سے غافل کرتی ہو اس سے وحشت ہونے لگے

کشف ایک مقناطیسی قوت ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ چشم بصیرت کی روشنی کو عالم غیب کی طرف کھینچ لی جاتی ہے۔ پھر چشم بصیرت کا نور عالم غیب سے اس طرح متصل ہو جاتا ہے جیسا صاف آئینہ سے شعاع نظر ملتی ہے جبکہ آئینہ نظر کے سامنے ہو پھر چشم بصیرت کا نور عالم غیب کی روشنی لئے ہوئے اس کے صاف دل پر منعکس ہوتا ہے پھر ترقی کر کے خزانۂ عقل میں چمکتا ہے اور اندر ہی اندر اس سے ایسا مل جاتا ہے کہ عقل کی روشنی میدان قلب میں پہنچنے لگتی ہے جس کے اثر سے لطیفۂ سر کی پتلی میں دل کی روشنی چمکنے لگتی ہے۔ اب لطیفہ سر ان چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے جہاں نہ ظاہری نگاہ پہونچ سکتی ہے نہ (دوسروں کی) سمجھ اس کا تصور کر سکتی ہے" (اور یہ کشف الہٰی ہے جو معین مقصود ہے نہ کہ کشف کونی جو قابل التفات نہیں مثل دوسرے حواس کے)

فکر اور تصوف تمام طاعات و عبادات میں افضل عبادت یہ ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے (اللہ تعالیٰ سے) انس کی علامت یہ ہے کہ تمہارے دلوں کے اور علام الغیوب کے درمیان پردے اٹھ جائیں محبت کی شاخیں دلوں میں پھیلتی ہیں پھر عقل کے موافق پھل دیتی ہیں، شہرت کا طالب بدبخت کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ تصوف اس کا نام نہیں کہ (لوگوں سے یوں کہو کہ تم) مجھ سے محبت کرو، میری تعظیم کرو، میری زیارت کرو۔ جس کو کامل معرفت حاصل ہے وہ دنیا داروں کے دروازہ پر کھڑا نہیں ہوتا۔ مخلوق سے مانوس ہونا حق تعالیٰ سے جدا ہونا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور سے عزت کا طالب ہوگا ذلیل ہوگا

جو درجہ یقین سے محروم ہے وہ متقیوں کے درجہ سے گر گیا جو اللہ کے واسطے (سب سے) الگ ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کو (سب سے) ملا دے گا (یعنی سب اُس کی طرف متوجہ ہوں گے) اللہ کی طرف یکسو ہو جانا اہل حال کی خاص حالت ہے جو اللہ کے ساتھ ان کو حاصل ہے۔

مقام قرب کی تحقیق

اے عزیز! اس مقام میں نہ وصال ہے نہ فراق نہ حلول ہے نہ انتقال، نہ حرکت ہے نہ سکون۔ نہ چھوتا ہے نہ پاس ہوتا نہ سامنا ہے نہ مقابلہ نہ برابری ہے نہ مماثلت۔ نہ جنسیت ہے نہ تشکل، نہ کوئی جسم ہے نہ تصور۔ نہ تاثر ہے نہ تبدل و تغیر، یہ تو سب تیرے حدوث کی صفات ہیں۔ حق سبحانہ ان تمام صفات و کیفیات سے منزہ ہے یہ تو اسی کی بنائی ایجاد کی ہوئی ہیں پھر وہ ان کے ذریعہ سے یا ان کے اندر یا ان کے پاس اور دور ہو کر کیونکر ظاہر ہو سکتا ہے یہ چیزیں خود اسی سے ظاہر ہوئی ہیں وہ اُن سے ظاہر نہیں ہوا۔ وہ تو ان شکلوں، صورتوں، کیفیتوں سے پاک اور ورالورا ہے نہ وہ ان میں چھپا ہوا ہے نہ ان سے ظاہر ہوا نہ کسی کا فکر اس تک پہونچا نہ کسی کی نظر نے اس کو گھیرا۔ گفتگو کا دائرہ حقیقت حال کے بیان سے تنگ ہے۔ کیا کہا جائے؟ کیا بیان کیا جائے؟ خدا کی قسم زبانیں گونگی عقلیں حیران اور دماغ پریشان، دل سوختہ ہیں، حیرت اور دہشت[1] کے سوا

لہ ۵ دور بینان بارگاہ الست | غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست
عنقا شکار کس نشود دام باز چیں | کینجا ہمیشہ باد بدست دام را
مصلحت نیست مرا سیری زاں آب حیات | ضاعف اللہ بہ کل زماں عطشی حافظ
اندریں راہ انچہ می آید بدست | حیرت اندر حیرت اندر حیرت است
اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم | وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
مجلس تمام گشت و بپایاں رسید عمر | ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

کسی کے پاس کچھ نہیں رَبِّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّرًا (اے اللہ! اپنے بارہ میں میری حیرت کو اور زیادہ کیجئے) یہاں ظہور حقیقت مراد ہے نہ کہ ظہور دلالت کہ اس کا تحقق تو منصوص ہے۔

دنیا و آخرت کی تحقیق اس عالم میں جو چیز انسان کے مشاہدہ میں آگئی وہی دنیا ہے اور عالم غیب و ملکوت کا جو حصہ مخفی ہے وہ آخرت ہے جس کی طرف موت کے بعد بندہ کو لوٹایا جائیگا اور سب سے زیادہ ظاہر انسان کے نزدیک اس کا بدن ہے کیونکہ وہ تمام عالم سے زیادہ اس کے قریب ہے اور دنیا کو دنیا اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بندہ کے قریب ہے۔ پس جو حالت سب سے زیادہ اس کے قریب ہے وہ اس کی دنیا ہے اور جو سب سے زیادہ دور ہے وہ آخرت ہے اور چونکہ وہ دور ہے اس لئے اس کا انکشاف موت کے بعد پر رکھا گیا۔"

شرح صدر کی تحقیق اس راستہ میں حدود مقرر ہیں۔ نشانات لگے ہوئے ہیں جن سے آگے بڑھنا بدون (خاص) اجازت کے ممکن نہیں جس کو حد مقررسے آگے بڑھنے کی اجازت دیدی جاتی ہے اس کے لئے دروازہ کھولدیا جاتا اور اس کو اندر لے لیا جاتا ہے۔ اس دربار میں داخل ہونا بدون شرح صدر کے ممکن نہیں اور شرح صدر ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں جس کی علامت ہے خیالی دنیا سے دور ہوجانا اور دائمی آخرت کی طرف متوجہ ہوجانا اور موت سے پہلے موت کیلئے تیاری کرنا۔ ایسی نورانی شرح صدر سے دلوں کے دروازے کھلتے ہیں

موت کے اقسام موت دو قسم کی ہے ایک طبعی کہ جان کو زبردستی بدن سے نکالا جائے کیونکہ وہ (طبعًا) اس کی محبت و عشق میں ہوئی اور اسی

سے مانوس ہے یہ زبردستی کرکے ہی نکالی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا جوڑ پیوند الگ اور علاقہ بالکل منقطع ہوجائے یہ تو طبعی موت ہے، دوسری موت ارادی ہے کہ نفس زندگی ہی میں بدن سے مانوس ہونا چھوڑ دے، اس کی محبت و عشق سے اور اس کے کاموں میں منہمک و مستغرق ہونے سے کنارہ کش ہوجائے بدن سے آخرت کے فائدہ کا کام لے یہ موت ارادی ہے جس کو یہ موت حاصل ہوگئی وہ کبھی نہیں مرتا کیونکہ موت کی (حقیقی) تکلیف اسی مقدار سے ہوتی ہے جتنا نفس کو شہوات جسمانیہ سے تعلق اور لذات کی طرف میلان و عشق ہو، اگر ایسی تکلیف کا سبب پہلے ہی زائل ہوجائے تو تکلیف بھی زائل ہوجائے گی اور اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا (گو صوری تکلیف ہو مگر وہ ناگوار نہیں ہوتی جیسے ہوشی سے اپریشن کی اجازت دیتے ہیں) جب تکلیف کچھ نہ ہوگی تو کوئی اندیشہ بھی نہ ہوگا جب اندیشہ نہ ہوگا تو چین ہی چین ہے۔ جب چین ہی چین ہے تو خوشخبری اور بشارت ہی بشارت ہے اور جب بشارت ہی بشارت ہوگی تو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اور جو اللہ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہیں گے اور ایسا شخص شہید ہے اور شہید مرتا نہیں۔ اس کی موت تو حیات ہی حیات ہے) پس موت ارادی ثواب ہی ثواب ہے، اور طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے، جس کو موت ارادی حاصل ہے وہ طبعی موت سے پہلے جاگ جاتا ہے اور جو جاگ گیا وہ بلاشبہ دوسرے عالم کا) مشاہدہ کر لیتا ہے (اور یہ دولت یقین سے حاصل ہوتی ہے)

پس اپنے نفسوں کو مار کر اور دلوں کو زندہ کرکے اللہ سبحانہ سے یقین طلب کرو تاکہ فردوس اکبر اور عظیم الشان سلطنت تک پہنچ جاؤ۔

رزقنا اللہ و ایاکم برحمتہ وکرمہ حق الیقین وختم

لہ ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ؛ ثبت ست بر جریدہ عالم دوام ما

لنا ولکم با لحسنیٰ والعاقبۃ التی للمتقین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سید المرسلین۔ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین تم روح التصوف والحمد للہ الذی بنعمتہ وعزتہ وجلالہ تتم الصالحات۔

ظفر احمد عفا اللہ عنہ بمقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

خانقاہ امدادیہ ۵ ج ۲ ۱۳۵۶ھ

یقول عبدہ اشرف علی قد سرحت فیہ النظر۔ فوجد فیہ مالم یصل الیہ اکثر البشر۔ نفع اللہ تعالیٰ بہ الاصغر والاکبر۔ لسابع جمادی الاخریٰ ۱۳۵۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عطر التصوف[لہ]

الملقب بہ

رئیس البرہان

و

اساس البنیان

علم۔ نام ہے حقائق اشیاء دریافت کرنے کا شریعت اور عقل کے ذریعہ سے۔

ایمان۔ کی حقیقت زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین کرنا ہے۔

اسلام۔ نام ہے شریعت کی پیروی اور (تقاضائے) طبیعت کے بیرخی کرنے کا۔

معرفت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانے (یعنی اس کی ذات کو بھی واحد جانے، صفات کو بھی یکتا و بے نظیر پہچانے مطلوب و

لہ اس کتاب میں ص[illegible] لغایت ص[illegible] پر بعض اصطلاحات تصوف کو حضرت شیخ نے نہایت مختصر اور پر مغز الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم نے اس مقام کو سن کر ارشاد فرمایا کہ ان حقائق کو کتاب کے اخیر میں بطور ضمیمہ کے ملحق کر دینا چاہئے تاکہ سالک کو ان کے تلاش کی زحمت نہ ہو کیونکہ یہ حقائق بہت کارآمد ہیں جن کے نہ جاننے سے بعض لوگوں کو بہت خلجان رہتا ہے، امام غزالی رحمہ نے احیاء العلوم وغیرہ میں ان حقائق کو بیان فرمایا ہے مگر وہ اس قدر تفصیل کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کے ذہن میں خلاصہ نہیں آتا تفصیل ہی کے چکر میں رہ جاتا ہے اس لئے ان حقائق و معانی کو کتاب سے علیحدہ کرکے مستقل طور پر لکھا جاتا ہے اس کا لقب اور عنوان حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم ہی کا تجویز فرمودہ ہے ۱۲ ظ

مقصود بھی صرف اسی کو بنائے۔ فاعل و موثر حقیقی بھی صرف اسی کو سمجھے"[1]

نیت۔ کی حقیقت دل میں کسی بات کا آنا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔

ادب۔ کی حقیقت ہے۔ ہر چیز کو اس کے موقع میں رکھنا۔

وعظ۔ نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔

نصیحت۔ کی حقیقت ہے زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا۔

محبت۔ نام ہے، محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔

دعا۔ کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ (جناب باری تعالےٰ) میں پیش کرنا۔

تصوف۔ نام ہے۔ ترک اختیار کا (کہ بندہ اپنی تجویز و ارادہ کو رضائے حق میں فنا کر دے)

عبودیت۔ (غلامی) کی حقیقت دنیا کو چھوڑ دینا۔ دعویٰ نہ کرنا۔ مشقت برداشت کرنا۔ مولےٰ سے محبت کرنا ہے۔

قرب۔ کی حقیقت اللہ کے سوا ہر چیز[1] سے الگ ہو جانا ہے۔

صدق۔ کی حقیقت ظاہر و باطن کی باہم موافقت ہے۔

عافیت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے۔ رزق بدون مشقت کے ملتا رہے۔ اور عمل (صالح) بدون ریا کے ہوتا رہے۔

استقامت۔ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔

حلال۔ (روزی) وہ ہے جس کے کمانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

---

[1] قال السعدی ۔ تعلق حجاب است و بے حاصلی ۔ چو پیوند ہا بگسلی واصلی

طاعت۔ یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال و احوال میں اللہ کی رضا طلب کرے۔
صبر۔ یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھے۔
عزت و خلوت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دے۔ یعنی دل ان کے ساتھ مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔
ولی۔ وہ ہے جس نے نفس و شیطان اور دنیا اور اپنی خواہش سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (تعالیٰ شانہ) کی طرف پھیر دیا۔ اور دنیا و آخرت دونوں سے بے رخی کر کے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہ ہوا۔
قانع۔ وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور قدر ضرورت (سامان) پر کفایت کرے (زیادہ کی ہوس نہ کرے)
حسد۔ کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔
کبر۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔
کذب۔ (جھوٹ) کی حقیقت خلاف واقع بات گھڑنا۔ اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا ہے جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو۔
غیبت۔ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب (پیچھے) بیان کرنا جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے۔
حرص۔ کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے۔
غضب۔ (غصہ) کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادہ سے
ریا۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس (کے اعمال) کو دیکھ رہے ہیں۔
ظلم۔ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اس کی ہر خواہش میں

خوف۔ یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کرکے اللہ تعالےٰ سے ڈرے۔
رجا۔ (امید) یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے اچھے وعدے (کو یاد کرنے) سے دل میں سکون (اور راحت) پیدا ہو۔
ریاضت یہ ہے کہ حالت مذمومہ کو حالت محمودہ سے بدلا جائے۔
عارف[1]۔ وہ ہے جس نے (سب کو چھوڑ کر سب سے قطع نظر کرکے) اللہ کی طرف ہجرت کی اور مخلوق سے (اس کا) دل خالی ہو گیا۔
ناکام۔ وہ ہے جس نے اپنی عمر طاعت خداوندی کے سوا دوسرے کاموں میں گذار دی۔
کامیاب (اور صاحب اقبال) وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔
زاہد۔ وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالےٰ سے غافل غافل کرتی ہیں۔
جوانمرد۔ وہ ہے جو اللہ سے پیچھے نہ اترے (یعنی اللہ سے لو لگا رہے اس کے سوا کسی چیز پر توجہ نہ کرے)
توحید خالص یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو کیونکہ وہ یکتا ہے۔
غنا۔ (تونگری) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جائے۔
افلاس۔ یہ ہے کہ ہمیشہ مُردوں ہی سے مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے)
خشیت (خوف) سے محاسبہ پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مراقبہ اور مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوام شغل حاصل ہوتا ہے۔
عبدیت[2]۔ یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح یکسو ہو جائے۔ عبدیت یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے۔ عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی

---

[1] یہ تعریفات ص۱۱۸ لغایت ص۱۲۱ پر مذکور ہیں ۱۲ ط [2] یہ تعریفات ص۱۲۶ پر مذکور ہیں۔

اور بزرگی کی طلب سے ارادہ کو روک لے۔ عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں سے کسی قسم کی فوقیت اور رفعت نہ پائے۔ عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر ٹھہرا رہے (خاک سے زیادہ اپنے کو نہ سمجھے، عبدیت خوف وخشیت کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیروں کے سامنے جھک جانے کا۔

تم عطر التصوف بامر صاحب التشرف وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علی خاتم فص الرسالۃ وشمس سماء البر والکمال والجلالۃ
سیدنا محمد النبی والہ واصحابہ واتباعہ واحبابہ وکل
من تمسک برفیع جنابہ والحمد للہ رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا الآیۃ

چوں تصوف از اعظم مقاصد دینیہ است و مبادیش
چوں ابواب ست و مقاصدش چوں ابیات و آیت
یالا آمر بود بدخول ابیات از ابواب و رسالہ

مبادی التصوف

از امالی قبلہ و کعبہ حکیم الامت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب
تھانوی قدس سرہ

و ضبط کردہ مولوی اسحاق علی صاحب سلمہ کانپوری مع مایلحقہا
مشتمل بر دہ مبادی اور اعانۃً لطالبی التصوف

ناشر

محمد عبد المنان غفرلہ

مکتبہ تھانوی دفتر رسالہ الابقاء، مسافر خانہ بندر روڈ کراچی
ایم - اے جناح روڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

حضرت اقدس جناب مولانا ومقتدانا واستاذنا ومرشدنا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی نے بتاریخ ۲۰ شوال ۱۳۱۲ھ چند منتخب اشخاص کو حافظ عبداللہ صاحب مرحوم امام جامع مسجد کانپور کے حجرہ میں جو جامع مسجد کے ایک گوشہ میں واقع ہے جمع کیا جہاں تک مجھے یاد ہے اس منتخب جماعت میں جناب مولوی محمد اسحاق صاحب دوانی مدظلہ، حافظ عبداللہ صاحب امام جامع مسجد کانپور، حافظ ابوسعید خانصاحب مالک مطبع نظامی کانپور، قاضی عبدالصمد صاحب۔ ایک شاہ صاحب اور تھے جو کسی اور بزرگ کے مرید تھے لیکن حضرت اقدس سے اعتقاد رکھتے تھے وہ بھی شریک تھے ان کا نام محمد رضا شاہ تھا اور یہ خاکسار اسحق علی عفی عنہ بھی اس جماعت میں برابر موجود رہا ممکن ہے کہ ایک دو صاحب اور ہوں لیکن[1] اب کچھ یاد نہیں پڑتا۔

حضرت اقدس مدظلہم العالی نے اسی حجرہ میں کئی روز تک خلاصہ وزبدہ طریق سلوک بیان فرمایا خاکسار اثنائے تقریر میں برابر پنسل سے یادداست لکھتا جاتا تھا اور بعد اس کے روزانہ صاف کرلیتا تھا چنانچہ اسی زمانہ میں اس طرح یہ رسالہ مرتب ہوگیا تھا جو خاکسار کے پاس برابر محفوظ رہا حضرت والا نے اس کے اخفا کی سخت تاکید فرمائی تھی اور اس پر عمل کرنے کی بابت بہت مبالغہ سے امر فرمایا تھا یہاں تک کہ قبل بیان شروع کرنے کے فرمانے لگے کہ جس کو عمل نہ کرنا ہو یہاں سے اٹھ جائے

[1] یعنی ۱۳۳۰ھ میں جس وقت اس رسالہ کا مقدمہ لکھا گیا ۱۲ منہ

کیونکہ اس کو سننے کے بعد اس پر عمل نہ کرنا مضر ہے لیکن کوئی اٹھ کر گیا نہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر اس وقت پروا نہ کی اور آئندہ اس پر عمل کیا تو نفع نہ ہوگا۔

اب رمضان ۱۳۵۵ھ میں خاکسار کو یہ خیال آیا کہ اگر حضرت اقدس مدظلہم العالی اس پر نظر اصلاحی فرما لیتے تو یہ رسالہ نہایت مستند ہو جاتا چنانچہ اس غرض سے خاکسار نے حضرت اقدس کی خدمت میں یہ رسالہ بذریعہ ڈاک اس استدعا کے ساتھ روانہ کر دیا کہ حضور والا اس کو ملاحظہ فرما لیں شاید خاکسار سے سمجھنے میں یا ضبط کرنے میں کوئی غلطی واقع ہوگئی ہو اور جہاں کہیں مناسب خیال فرمائیں ترمیم اور تصیح فرما دیں تو اطمینان ہو حضرت اقدس نے جو والا نامہ اس کے جواب میں تحریر فرمایا اس میں سے اتنے حصہ کی نقل جو اس کی نظر اصلاحی کے متعلق ہے بغرض اسناد و توثیق ذیل میں ثبت ہے۔

از اشرف علی ـــــ السلام علیکم

میں نے بہت دلچسپی کے ساتھ نظر غائر سے دو تین دن کے اندر یہ رسالہ دیکھ لیا جگہ جگہ مناسب ترمیم بھی کر دی عذفاً وزیادۃً وتبدیلاً جیسی ضرورت معلوم ہوئی چنانچہ ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ میں نے مناسب سمجھ کر ایک ضمیمہ بھی مع تمہید بڑھا دیا۔ اسی والا نامہ میں حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اس کا شائع ہونا شائقین کے لئے نافع ہوگا اس بنا پر اس کی اشاعت کی ضرورت ہوئی۔ اور حسب ایمائے حضرت اقدس محمد عثمان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو کہ عبدالمنان کے والد صاحب ہیں) کے پاس بغرض اشاعت بھیجدیا گیا ؎

ہر کہ خواند دعا طمع دارم ∴ زانکہ من بندۂ گنہگارم

خاکسار سید اسحاق علی
محلہ نیا کٹرہ الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز رسالہ

حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا۔

(۱) کہ کسی شیخ کی تعلیم سے اول دوازدہ تسبیح شروع کرنا چاہیے اس طرح سے کہ لا الٰہ[1] الا اللہ ۲۰۰ بار آج سے شروع[2] کردیں ایک چلہ گذرنے کے بعد الا اللہ کو ۴۰۰ بار اس پر اضافہ کریں پھر جب اس پر بھی ایک چلہ گذر جائے تو اللہ، اللہ دو ضربی[3] ۶۰۰ بار اس پر اور زیادہ کریں اور جب اس پر بھی ایک چلہ گذر جائے تو اللہ ایک ضربی[4] ۱۰۰ بار اور ہُو، ۱۰۰ بار اور بڑھائیں پھر اس پر بھی ایک چلہ گذر جائے۔

(۲) اس وقت سلطان الاذکار اس ترکیب سے شروع کریں کہ اکڑوں بیٹھ کر آہستہ آہستہ سانس لے کر حبس دم کریں اور دونوں ہاتھوں کے ابہام[5] دونوں کانوں میں اور ہر دو مسبحہ[6] آنکھوں پر اس طرح کہ اوپر کا پپوٹا کھینچکر بلا کسی تکلف کے ذرا نیچے کی جانب ہو جائے اور ہر دو وسطے ناک کے نتھنوں پر اور ہر دو بنصر اوپر ہونٹ پر اور ہر دو خنصر

---

[1] ذکر کرنے کا طریقہ ذکر کر کے سمجھا دیا تھا ۱۲ منہ [2] اس کا بہترین وقت بعد تہجد ہے ۱۲ منہ

[3] ضرب بر لطیفہ روح ضرب بر لطیفہ قلب ۱۲ [4] ضرب قلب پر ۱۲ [5] انگوٹھے ۱۲

[6] کلمہ کی انگلی ۱۲

نیچے کے ہونٹ پر رہیں اور زبان کو تالو سے لگا کر لفظ اللہ خیال سے کہتے رہو جبتک سانس بلا تکلف رُک سکے اور جب سانس لینے کا تقاضا ہو تو صرف نتھنے پر سے انگلیاں ہٹا کر ناک سے آہستہ سانس چھوڑ دو اور تین سانسیں لے کر جب کہ دم قرار پا جائے پھر حبس دم کرو اسی طرح اول روز دس سانسیں حبس کرنا چاہیئے اور پھر رفتہ رفتہ ایک ایک سانس بڑھا کر قدر تحمل تک پہنچانا چاہیئے۔

(۳) جاننا چاہیئے کہ اس کام میں غایت استقلال کی ضرورت ہے بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اگر سو برس میں بھی راستہ کھلے گا تب بھی مستعد رہوں گا اور کشف کا ہرگز ہرگز قصد نہ کرنا چاہیئے ورنہ پھر کشف بھی نہ ہوگا اور عدم اخلاص کا ضرر جُدا۔

(۴) اور جب بباعث ایام گرما یا اور کسی باعث سے گرمی بہت زیادہ محسوس ہونے لگے تو شغل ذیل بعد حبس کے کرو یعنی یہ تصور کرو کہ عرش سے باریک باریک پانی کی پھوار میرے قلب پر پڑ رہی ہے اور کچھ عرصہ تک اسی طرح مراقب بیٹھے رہو اور اس سے تسکین نہ ہو تو قلب پر لفظ اللہ چاندی کے پانی سے لکھا ہوا تصور کرو۔ اس سلطان[1] الاذکار کو مرتے دم تک نہ چھوڑنا یہ بعض آثار کے اعتبار سے ام السلوک ہے ذوق و شوق کے قبیل سے جو کچھ ملے گا اسی سے ملے گا۔

[1] یہ کلمہ نہیں شیخ کی رائے پر ہے ۱۲

(۵) نیز پاس انفاس شروع کردو اور تا عمر نہ چھوڑو، اور حتی الوسع کوئی سانس خالی نہ جائے اور ابتدا ریں قبل جاری ہونے کے ایک وقت معین کرکے پاؤ گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ اس کو کرلیا کرو۔ یہ اختیار ہے خواہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ یا اس کے سوا جو چاہو سو کیا کرو۔

(ف ۱) اس سے قبل خاصۃً مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ چونکہ آجکل گرمی ہے اس لئے تم کو وہ پاس انفاس بتلاتا ہوں جس کی غالب تاثیر سرد ہے تاکہ گرمی میں تکلیف نہ ہو وہ یہ ہے کہ جب سانس اندر جائے تو صلی اللہ علیک یا محمد اور جب باہر آئے تو صلی اللہ علیک وسلم زبان تالوسے لگاکر خیال سے کہا کرو (۱۲)

پاس انفاس میں سانس طبعی طور سے چلنے دینی چاہئے۔ قصداً سانس لینے سے بعض امراض پیدا ہوتے ہیں۔

(ف ۲) حضرت مولانا صاحب فرماتے تھے کہ پاس انفاس کی مجھے خاص طور سے تاکید ہوئی ہے یعنی بطریق وارد)

(۶) ۱۰۰ بار استغفار ـــــــ ۱۰۰ بار کلمہ شریف۔ ۱۰۰ بار درود شریف بعد نماز صبح و بعد نماز مغرب پڑھنا چاہیئے اور سوتے وقت ۱۰۰ بار درود شریف پڑھ کر سو رہنا چاہیئے اور بعد پڑھنے کے حتی الوسع کلام کرنا مناسب نہیں لیکن اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں۔

قرآن شریف بلا ناغہ دیکھ کر تدبر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے

خواہ تھوڑا ہی سا ہو، اگر ممکن ہو تو دلائل الخیرات بھی پڑھ لیا کرو[1]
علاوہ بریں ہمیشہ تا عمر پند نامہ عطار بھی کسی قدر بلا ناغہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اس قدر تو نہایت ضروری ہے اس کے سوا جس شغل وغیرہ سے دلچسپی ہو کیا کرو۔

(۷) فائدہ صبح کا کھانا شکم سیر ہو کر کھالیا کرو لیکن شام کا کھانا ربع معدہ خالی چھوڑ کر کھایا کرو اور بعد عشا بدون سخت پیاس کے پانی نہ پیا کرو اور آٹھویں دن شام کو بالکل نہ کھایا کرو بلکہ فاقہ کیا کرو پھر لطف دیکھنا۔

(۸) تنبیہ۔ شاغل کو گھی دودھ کی قدرے کثرت کرنا چاہیئے تاکہ یبوست کی وجہ سے امراض جسمانی پیدا نہ ہوں۔ اور اگر کوئی عارضہ یا کسی قسم کی تکلیف بوجہ شغل کے محسوس ہو تو فوراً شغل کو چھوڑ کر شیخ کو مطلع کرو اور اگر شیخ قریب نہ ہو تو شیخ کے کسی کامل مرید سے رجوع کرو، حبس وغیرہ میں اکثر ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ ایک شاغل کسی اور کے مرید ہیں جن کو بیعت کی اجازت بھی ہے اپنا حال بیان کرتے تھے کہ میرے منہ سے عرصہ تک خون آتا رہا جب شیخ کو اطلاع دی تو انھوں نے کچھ تدبیر کی۔

(۹) اس طریق میں عورت سے زیادہ صحبت کرنا نشاط طبع کے لئے (جس کو ذوق وشوق میں خاص دخل ہے) غایت مضر ہے

---

[1] مگر اس میں بعض روایات متکلم فیہ ہیں جس کو ایک ایک کی تحقیق نہ ہو احتیاط یہ ہے کہ وہ کسی جگہ ایسی عبارت نہ پڑھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ

بہر حال حتی المقدور پرہیز کرے کیونکہ نشاط کا دارومدار حرارت پر ہے اور زیادہ صحبت اس کی مقلل ہے۔ اور جب نہایت غلبہ خواہش ہو یعنی بغیر اسباب شہوت رغبت شدید ہو اس وقت اپنی بی بی کے پاس جانے میں مضائقہ نہیں۔

تنبیہ:۔ یاد رہے کہ منتہی کو صحبت سے ضرر نہیں ہوتا کیونکہ اس کو کیفیات کی حاجت نہیں رہتی۔

(۱۰) جب جی نہایت گھبرائے کہ مدت تک محنت کی اور کچھ نفع نہیں ہوتا اور طبیعت پریشان ہو اس وقت سنبھلنا چاہیئے اور اشعار ذیل حکیم سنائی کے پڑھنا چاہیئے انشاء اللہ ان سے نفع ہوگا حکیم سنائی وہ بزرگ ہیں جن کی سند مولوی معنوی مثنوی میں لاتے ہیں۔

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع ۔۔۔ عاقل کامل شود یا فاضل صاحب سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب ۔۔۔ لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن
ماہہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش ۔۔۔ صوفئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہا باید کہ تا یک پنبۂ آب و گل ۔۔۔ شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
روزہا باید کشیدن انتظار بے شمار ۔۔۔ تاکہ در جوف صدف باراں شود در عدن

(۱۱) بعد ہر نماز کے اس مناجات کو پڑھنا چاہیئے۔ اگر یہ شخص خلاف چال چلتا ہو تو ادنےٰ کوشش سے انشاء اللہ درست ہو جائے گا۔

جامی یارب ز دو کون بے نیازم گرداں ۔۔۔ وز افسر فقر سرفرازم گرداں
در راہ طلب محرم رازم گرداں ۔۔۔ زاں رہ کہ نہ سوئے تست بازم گرداں

نیز اس کو بھی پڑھنا چاہیئے خصوصاً جب بےچینی ہو تو اس کی کثرت کرنا چاہیئے

عراقی

یارب بتو در گریختم بپذیرم — در سایہ لطف لایزالی گیرم
کس راگذر جادہ تقدیر تو نیست — تقدیر تو کردہ بکن تدبیرم

(۱۲) حکیم سنائی کی مناجات ذیل کو تہجد کے وقت پڑھنا چاہیئے اگر کل نہ ہو سکے تو بعض اشعار بھی کافی ہیں اس سے نبوت کی نسبت غالب رہے گی اور نیز یہ کہ غلبہ رہے گا۔

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی وخدائی — نروم من بجز آں رہ کہ توآں رہنمائی
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ در کار تو پویم — ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی
تو خداوند مبینی تو خداوند بیاری — تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی
تو زن وجفت بجوئی تو خورد خفت نخواہی — احد بے زن وجفتی ملکا کام روائی
نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت — تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی
تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری — تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی
ہمہ راعیب تو پوشی ہمہ راغیب تو دائی — ہمہ رارزق رسانی تو باوجود وعطائی
نہ بدے خلق تو بودی بود خلق تو باشی — نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی
نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقائق — نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بپائی
بری از چون وچرائی بری از عجز ونیازی — بری از صورت وزنگی بری از عیب وخطائی
بری از خوردن وخفتن بری از تہمت گدن — بری از بیم وامیدی از رنج و بلائی
تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری — تو نمایندہ فضلی تو سزا وار خدائی
نتواں وصف تو گفتن کہ تو در فہم نگنجی — نتواں شرح تو دادن کہ تو در شرح نیائی
احد الیس کمثلی صمد الیس کفضلی — لمن الملک تو گوئی کہ سزا وار خدائی

ہریک مقولہ گوئی ۱۲ منہ

لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گوید   مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

(۱۳) فائدہ :- نماز میں اھدنا الصراط المستقیم کو نہایت حضور قلب و خشوع سے ادا کیا کرو اور بعد نماز ربنا لا تزغ قلوبنا الآیۃ پڑھ لیا کرو اور حضرت حاجی صاحب قبلہ مدظلہ العالی[1] کا ارشاد ہے۔

(۱۴) جب قبض و حجاب سے کلفت ہو تو یہ شعر پڑھو۔

باغباں گر پنج روزے صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

اور جب جی بہت گھبرائے اور مایوسی ہونے لگے تو یہ پڑھے۔

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

اگر ممکنات میں سے کسی کی طرف التفات ہونے لگے تو یہ پڑھے۔

باچنیں زلف و رخے بادش نظر بازی حرام
ہر کہ روئے یاسمیں و جعد سنبل بایدش

اور جب خوف ملامت ہو تو یہ پڑھے۔

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کار ملک ست آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

اور جب مجاہدہ و ریاضت پر نظر ہونے لگے یہ پڑھے۔

تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافری ست
راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

---

[1] اس وقت زندہ تھے رحمۃ اللہ تعالے علیہ ۱۲ منہ

اگر کوئی مصیبت مثل بیماری یا فاقہ وغیرہ کے ہو یہ پڑھے۔

نازہا زیں نرگس مستانہ می باید کشید
ایں دل شوریدہ گرآں زلف و کاکل بایدش

اگر ذوق وشوق میں کمی ہونے لگے یہ پڑھے۔

ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند
دور چوں با عاشقاں افتد تسلسل بایدش

اگر نفس کسی شغل وغیرہ کو ٹالنے لگے یہ پڑھے۔

کیست حافظ تا ننوشد بادہ بے آوز چنگ
عاشق مسکیں چرا چندیں تامل بایدش

تحقیقات مفیدہ

(۱۵) اس میں گفتگو ہے کہ نبوت افضل ہے یا ولایت مگر اس پر اتفاق ہے کہ ولی سے نبی افضل ہے کیونکہ وہ جامع ہوتے ہیں نبوت ولایت کے۔ جو لوگ نبوت کی افضلیت کے قائل ہیں نبی کی ولی پر افضلیت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور جو ولایت کی افضلیت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہے اور نبوت میں توجہ الی الحق والخلق پس ولایت افضل ہوئی لیکن تحقیق یہ ہے کہ ولایت تو بیشک توجہ الی الحق ہے مگر نبوت توجہ الی الحق والخلق معًا معنی مرتبہ جامعہ ہے پس

ظاہر ہے کہ نبوت افضل ٹھہری علاوہ بریں اگر ولایت کو افضل کہا جائے تو لازم آتا ہے کہ نبی کو نبوت ملنے سے اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نزول ہوتا ہے کیونکہ نبی قبل نبوت ولی ہوتا ہے پھر نبوت ملتی ہے مگر دونوں فریق میں نزاع لفظی ہے کیونکہ جو لوگ نبوت کو افضل کہتے ہیں نبوت معنی مطابقی پر محمول کرتے ہیں اور جو لوگ ولایت کو افضل کہتے ہیں وہ نبوت کے معنی تضمنی یعنی توجہ الی الحق کے اعتبار سے کہتے ہیں۔

(۱۶) سلوک دو قسم پر منقسم ہے سلوک نبوت اور سلوک ولایت اور ہر ایک کے آثار اور خواص جدا جدا ہیں جو حسب ذیل لکھے جاتے ہیں اولیاء میں سے کسی پر کسی وقت فیض نبوت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیض ولایت کا۔

آثار سلوک ولایت	آثار سلوک نبوّت
(۱) طریق ولایت والے کھانے پینے میں تکلفاً کمی کرتے ہیں۔	(۱) طریق نبوت والے قصداً کمی نہیں کرتے جو ملتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں۔
(۲) خلق سے نفرت کرتے ہیں۔	(۲) خلق کی طرف اضافہ کے لئے رغبت کرتے ہیں لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔
(۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتے جبتک واجب نہ ہو۔	(۳) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرتے ہیں۔

(۴) ان کو اپنے مکاشفات و تحقیقات پر اطمینان ہوتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں اگر خلاف شرع نہ ہو

(۵) ان کا انتہائی مقام رضا ہے

(۶) ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے اور عبادت میں لذت طبعیہ آتی ہے۔

(۷) اہتمام سے دعا نہیں مانگتے۔

(۸) اسباب ظاہری کو ترک کردیتے ہیں۔

(۹) حضرت علی رضؓ کے ساتھ طبعاً زیادہ محبت کرتے ہیں مگر اعتقاد فضیلت ترتیب سے ہوتا ہے۔

(۴) ان پر ادب غالب ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب شرع سے منقول ہوتا ہے اس پر اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ نہیں بڑھاتے اگرچہ وہ زیادہ خلاف شرع نہ ہو۔

(۵) ان کا انتہائی مقام عبودیت ہے۔

(۶) ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا بلکہ ان کو عبادت میں بھی طبعی مزہ نہیں آتا یعنی اگر نہ آوے دلگیر نہیں ہوتے محض حکم ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔

(۷) بمقتضائے ادعونی استجب لکم دعا مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔

(۸) اوروں سے زائد اسباب سے متمسک ہوتے ہیں مگر بدون انہماک کے مقتضا کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ میں دو دو زرہیں پہنی ہیں۔

(۹) ابوبکر وعمر رضؓ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

(۱۰) شیخ کو سارے جہان سے افضل سمجھتے ہیں اور اس پر شیفتہ ہوتے ہیں

(۱۰) افضلیت کا یقین نہیں کرتے محبت کرتے ہیں۔

(۱۱) ان سے شرائع میں کبھی تسامح بھی ہو جاتا ہے اور وہ معذور ہیں۔

(۱۱) یہ شریعت پر بڑی سختی سے عمل کرتے ہیں۔

(۱۲) ان پر سکر غالب ہوتا ہے۔

(۱۲) ان پر صحو (ہوشیاری) غالب ہوتا ہے۔

(ف) تفصیل بالا سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اولیا خلاف شریعت چلتے ہیں کیونکہ ایک تو نصوص کا ظاہر ہے اس پر اصحاب حدیث چلتے ہیں۔ دوسرے نصوص کے معانی محض یا احکام ہیں اس پر فقہا عامل ہیں۔ تیسرے نصوص کے معنی المعنی اس پر بعض احکام میں صوفیہ عامل ہیں لیکن فقہا کا طریق اسلم ہے کیونکہ شرعیات ہی سے علت مستنبط کرکے حکم کو متعدی کرتے ہیں اور صوفیہ کبھی اپنے ذوق سے بھی علت نکال کر حکم کو متعدی کر لیتے ہیں شرعیات سے علت نکالکر حکم کو متعدی کرنے کی نظیر تو صحابہؓ کے زمانہ میں بھی پائی جاتی تھی اور اس کا حجت ہونا صراحتہً ثابت ہے، بخلاف ذوق محض کے کہ اس سے علت نکال کر حکم کو متعدی کرنے کی نظیر معروف نہیں اور محض ظاہراً یتدبرون۔ یتفکرون کے خلاف ہے۔

(۱۳) بعض اوقات بعض مغلوبین جماعت سے بھاگتے ہیں کیونکہ ان کو اخفا مقصود ہوتا ہے مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی

(۱۳) جماعت کی پابندی کرتے ہیں ان کی نظر سے مقصودیت غیر کی بالکل نفی ہو چکتی ہے۔

نظر میں ابھی غیر باقی ہے۔

(۱۴) اگر شریعت ظاہر کے خلاف شیخ حکم کرے تو اسے خلاف شریعت نہیں سمجھتے کسی تاویل سے کر لیتے ہیں مگر غیر قطعیات میں

(۱۴) یہ اگر خلاف ظاہر شرع کوئی حکم شیخ کی طرف سے ہو تو مخالفت کرتے ہیں مگر ادب کے ساتھ۔

(۱۵) ان پر حب عشقی غالب ہوتی ہے۔

(۱۵) ان پر حب ایمانی غالب ہوتی ہے۔

(ف) جناب مولانا اسمٰعیل صاحب عشقی کی ترجیح کی نفی کرتے ہیں اور حب ایمانی کی ترجیح کے قائل ہیں۔ اور جناب قبلہ حاجی صاحب روحی فداہ اس کے عکس کے قائل ہیں۔

(۱۶) اصحاب سلوک ولایت پر کبھی تشبیہ غالب ہوتی ہے۔

(۱۷) سلوک ولایت کی انتہا مقام رضا یا فناء الفنا ہے۔

(۱۶) اصحاب سلوک نبوت پر ہمیشہ تنزیہ غالب رہتی ہے

(۱۷) سلوک نبوت کی انتہا مقام عبودیت ہے۔

(ف) اس امر میں گفتگو ہے کہ انتہا مقام رضا ہے یا فنا۔ الفنا مولانا صاحب مدظلہم العالی کی تحقیق یہ ہے کہ باعتبار مقام تخلق کے رضا ہے اور باعتبار حال کے فناء الفنا ہے۔

تحقیق لطائف ستہ

لطائف ستہ حسب ذیل ہیں (بجز نفس کے کہ وہ عالم خلق سے ہے باقی سب عالم امر سے ہیں)

لطیفہ نفس[۱] - قلب[۲] - روح[۳] - سر[۴] - خفی[۵] - اخفی[۶] -

(ف) مسبوق بالمدۃ والمادۃ عالم خلق سے کہلاتا ہے۔

(ف) غیر مسبوق بالمادۃ و مسبوق بالمدۃ عالم امر سے کہلاتا ہے۔

لطائف ستہ کشف سے دریافت ہوئے ہیں اور ان کے توحد و تعدد میں اختلاف ہوا ہے لیکن ان کے افعال خاصہ سے ظاہراً ان کے تعدد پر استدلال ممکن ہے چنانچہ

(فعل)	نفس[۱]	قلب[۲]	روح[۳]	سر[۴]	خفی[۵]	اخفی[۶]
	غفلت	ذکر	حضور	مکاشفہ ملکوت	مشاہدہ فناء فناء	معائنہ فناء الفناء

(ف) نفس بقیہ لطائف کے مضاد ہے اور باقی لطائف آپس میں متناسب ہیں اور ہر تحتانی رتبۃً فوقانی کے لئے ممد ہے اور فوقانی تحتانی پر مشتمل اسی لئے فوقانی ذاکر و جاری ہونے سے تحتانی بھی ذاکر و جاری ہو جاتا ہے۔

مقامات لطائف

نفس[۱]	قلب[۲]	روح[۳]	سر[۴]	خفی[۵]	اخفی[۶]
زیر ناف	زیر پستان چپ	زیر پستان راست	مابین قلب و روح	مابین دو ابرو	ام الدماغ

حضرت حاجی صاحب قبلہ کی یہی تحقیق ہے اگرچہ بعض نے کچھ اختلاف

بھی کیا ہے اور وجہ اس اختلاف کی اختلاف کشف ہے، کیونکہ جملہ لطائف مثل مرایائے متعاکسہ ہیں جس شخص کو جہاں کسی لطیفہ کا نور نظر آیا اس نے وہیں اس کا مقام سمجھ لیا اور کسی کو مقام اصلی مکشوف ہوا۔

ہر لطیفہ کا رنگ حسب ذیل ہے

نفس[1]	قلب[2]	روح[3]	سر[4]	خفی[5]	اخفی[6]
زرد	سرخ	سفید	سبز	نیلا	سیاہ

(ف) لطائف کی تحقیق مبسوط کا اگر شوق ہو تو رسالہ النور ۶ و ۷ بابت شوال و ذیقعد ۱۳۴۹ھ کا مطالعہ کیا جاوے تحقیق مذکور بصورت ایک رسالہ کے ہے جس کا نام ہے ــــ القطائف من اللطائف ۱۲ منہ

(۱۸) سیر الی اللہ کی انتہا فناء الفناء ہے اور سیر فی اللہ کی انتہا نہیں۔

(۱۹) نفس ایک ہے تین مختلف اوصاف کے اعتبار سے امارہ[1]۔ لوامہ[2]۔ مطمئنہ[3] کہلاتا ہے۔

(۲۰) مراتب الیقین۔ علم الیقین[1]۔ عین الیقین[2]۔ حق الیقین[3]۔

علم الیقین کا مرتبہ یہ ہے کہ کوئی کسی شے کو اعتقاد جازم کے ساتھ جان لے جیسے کسی کو یہ علم ہو جاوے کہ آگ جلاتی ہے۔

عین الیقین یہ کہ اس کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو جائے مثلاً آنکھ سے دیکھ لے کہ آگ کسی شے کو جلا رہی ہے۔

حق الیقین یہ کہ اس کے ساتھ انصاف بھی حاصل ہو جائے مثلاً کوئی شخص اپنا ہاتھ آگ میں ڈال کر دیکھ لے اور ہاتھ جل جائے۔

(۲۱) **نصیحت**۔ کبھی اپنی ریاضت پر مغرور نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اگر کوئی کافر بھی ریاضت کرے تو اس کو بھی انوار نظر آسکتے ہیں اور وہ بھی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے اگرچہ بذریعہ اسم مضلّ ہی کے پہونچے۔ پس معلوم ہوا کہ محض وصول مقصود نہیں بلکہ مقصود قبول ہے۔ اسم مضل کا مظہر جہنم ہے کافر کی رسائی وہاں ہوگی اور مظہر اسم ہادی کا جنت ہے اور مؤمن کی رسائی یہاں ہوگی۔

(۲۲) جہلا کا اشغال نہ بتلانا چاہیئے کیونکہ اس سے کبھی کشف ہونے لگتا ہے اور وہ اس کی تاویل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے کیونکہ کشف اکثر کسی نہ کسی صورت مثالی میں ہوتا ہے جو محتاج تاویل ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ ان کو صرف ذکر تعلیم کیا جائے۔

(۲۳) تجلی مثالی باری تعالیٰ کی یہ ہے کہ کوئی ذات ممکنہ (جو باری تعالیٰ کے کسی وصف میں مناسبت تامہ کے مشارکت ہو) ظاہر ہو جاتی ہے۔

(۲۴) قطب الارشاد صاحب تصرف شرعی ہوتا ہے، اور وہ لوگوں کو ہدایت کرتا ہے اور قطب الاکوان صاحب تصرف تکوینی ہوتا ہے اور اکثر اس سے خرق عادات وغیرہ زیادہ صادر ہوتے ہیں۔

(۲۵) شغل و فکر میں فرق یہ ہے کہ شغل تصور ذکر کو کہتے ہیں اور فکر تصور مذکور کو اور شغل و مراقبہ میں فرق یہ ہے کہ شغل میں فقط محکوم علیہ کا تصور ہوتا ہے اور مراقبہ میں اس کی طرف محکوم بہ کی نسبت کی تصدیق کا۔

التماس

یہ محض ایک آئینی نمونہ ہے مگر صرف اس کا مطالعہ یا مطالعہ پر عمل حصول مقصود کے لئے کافی نہیں ہر محل پر ضرورت ہے شیخ کامل کی تعلیم کی اور اس کے اتباع کی جیسے معالجہ جسمانی میں صرف کتاب کا مطالعہ کافی نہیں ہر حالت میں ضرورت ہے، طبیب ماہر کی رائے اور اس پر عمل کرنے کی واللہ الموفق اختتمت رسالہ مبادی التصوف بید الاحقر اشرف علی عفی عنہ

ضمیمۂ نافعہ

جس زمانہ میں ملفوظات بالا کی تدوین کی گئی ہے اسی کے قریب زمانہ میں اسی جامعیت ونافعیت واختصار و سہولت استحضار کے رنگ میں ایک اور ملفوظ بھی ایک نقشہ کی صورت میں احقر نے منضبط کیا تھا جس کا لقب صاحب ملفوظ نے اب بعد ملاحظہ واصلاح شجرۃ المراد تجویز کیا اور جو النور رسالہ جلد ۱۲ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ میں شائع بھی ہو گیا ہے، ہم رنگ ہونے کی وجہ سے مناسب معلوم ہوا کہ اس کو بھی اس رسالہ کا ضمیمہ بنا دیا جائے چنانچہ ذیل میں منقول ہے۔

(نقشہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کیا جائے)

رسالہ شجرۃ المراد یعنی امور مبحوث عنہا فی التصوف

مقصود

- عمل وہو الطریقہ
  - جلب اخلاق حمیدہ
    - مثل شکر و صبر و اخلاص و تواضع وغیرہ ۱
  - سلب اخلاق رذیلہ
    - مثل ریا و کبر و حسد وحب دنیا وغیرہ ۲
- ثمرہ وہو المعیۃ
  - من العبد
    - حضور و عبدیت ۳
  - من الحق
    - رضا و قرب خاص مجاہدہ ۴

غیر مقصود

- ذرائع
  - معدہ
    - قلت طعام ۵
    - قلت کلام ۶
    - قلت منام ۷
    - قلت اختلاط مع الانام ۸
  - فاعلہ
    - مفیدہ بلا خطر
      - ذکر ۹
      - شغل ۱۰
      - مراقبہ ۱۱
    - مفیدہ مع الخطر
      - تصور شیخ ۱۲
      - عشق مجازی ۱۳
      - سماع ۱۴
- توابع
  - غیر متحملہ الضرر
    - وحدۃ الوجود مع الصحو ۱۵
    - فنا و بقا ۱۶
    - اجابت دعا ۱۷
    - فراست صادقہ ۱۸
    - رویائے صالحہ ۱۹
    - وجد ۲۰
  - متحملہ الضرر
    - تصرف ۲۱
    - کشف کونی ۲۲
    - کشف الٰہی ۲۳
    - وحدۃ الوجود مع السکر ۲۴
- موانع
  - حسن پرستی ۲۵
  - تعجیل ۲۶
  - تصنع ۲۷
  - مخالفت سنت ۲۸

انتہت شجرۃ المراد

وانا الاحقر اسحٰق علی عفی عنہ الکانفوری

۲۹ رمضان المبارک

یوم دوشنبہ ۱۳۵۵ھ

حل الاشکال علی نصرۃ الشیخ مع وجود الاختیار فی الاعمال[۱]

بعد الحمد والصلوٰۃ یہ رسالہ ایک علمی اصلاحی اشکال کا جواب ہے جو دو خط پر مشتمل ہے اول خط میں اس اشکال کا اجمالی جواب ہے۔ دوسرے خط میں تفصیلی۔ چونکہ اشکال بھی جدید ہے واصل بھی۔ بیحد شافی ومفید اس لئے ایک دوست میرے مشورہ سے اس کو شائع کر رہے ہیں۔

فقط کتبہ اشرف علی عفی عنہ

صفر ۱۳۵۶ھ

خط اوّل

حضرت مخدوم والمکرم ذوالمجد والمعظم مجدد الملت مولانا الشاہ

محمد اشرف علی صاحب عمت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدہٗ عرض ہے کہ بندہ نے حضرت والا کے ساتھ اصلاح کا تعلق کیا ہے حضرت نے یہ طریق تجویز فرمایا تھا کہ نفس کی ایک ایک حالت لکھو اور میرے بتلائے ہوئے طریقے پر عمل کرو چنانچہ میں نے اپنے اندر چند امور والہٗ علی الکبر پاکران کی اصلاح کے متعلق درخواست کی تھی۔ حضرت نے تحریراً سوال فرمایا تھا کہ "یہ امور اختیاری ہیں یا غیر اختیاری" میں نے

---

[۱] چونکہ حل اشکال یعنی ازالۃ الشبہ متعلق طریق من وجہ مبادی میں سے ہے اس لئے اس کو اشاعت میں رسالہ مبادی التصوف کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔ ۱۲

جواب میں شق اول عرض کی تھی۔ حضرت والا نے جواباً تحریر فرمایا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے۔ اب کیا سوال باقی رہا۔ بحمد للہ تعالیٰ میں نے وہ امور ترک کئے مگر گاہے گاہے خیال نہ رکھنے کی وجہ سے مرتکب ہو جاتا ہوں جس کا تدارک بعد میں ندامت اور توبہ سے کر لیتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ آئندہ انشاء اللہ العزیز یہ خیال رکھوں گا۔

اب میں حضرت والا سے ایک بات دریافت کرتا ہوں (اور واللہ العظیم و باللہ الکریم حاشا ثم کلا اس سے اعتراض مقصود نہیں ہے بلکہ محض ایک شبہ جو کہ پیش آیا ہے اس کے حل کے لئے) اور وہ یہ کہ شریعت مقدسہ کے جمیع احکام اختیاری ہی ہیں اور میرے اندر اور بھی امراض ظاہرہ و باطنہ (متعلقہ اخلاق نہ کہ عقائد۔ بفضلہ تعالیٰ عقائد تو درست) ہیں پس وہ امور بھی اختیاری ہیں۔ اب ان کے حضرت والا کے سامنے اظہار کر کے طریقہ ان کی اصلاح کا معلوم کرنے کے متعلق یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ اس کا جواب وہی جو کہ اوپر مذکور ہوا کہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہے لہذا باوجود جواب معلوم ہونے کے پھر خواہ مخواہ حضرت والا کو تکلیف دینا یہ غیر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر بایں وجہ مذکور امراض نہ کروں اور خود بخود اپنے طور پر یہ خیال کر کے کہ یہ امر اختیاری ہے لہذا اس کو اظہار کرنے کی ضرورت نہیں (بوجہ جواب مذکور معلوم ہونے کے) بلکہ اپنے اختیار سے توکلاً علی اللہ ہمت کر کے اس کو ترک کروں گا اور اگر غیر اختیاری ہے (مثلاً وساوس وغیرہ) تو اس کا مواخذہ نہیں ہے لہذا اس کے بھی اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ تو یہ خیال گلوگیر ہوتا ہے کہ پھر حضرت والا سے جو اصلاح کے لئے تعلق کیا ہے تو اس کا سلسلہ ہی اب

قائم کیسے رہ سکتا ہے حالانکہ اصلاح کا سلسلہ تو بہت طویل ہے اور بہت مدت تک خط وکتابت وعرض حالت کے بعد اصلاح کا حصول ہوتا ہے پس اس وقت یہی شبہ مستقر ہو کر اظہار امراض سے (توقفاً علی الجواب) مانع ہوا جناب والا سے متوقع ہوں کہ اس کا حل فرما کر احقر کو تشفی بخش کر سرفراز فرمائیں، فقط والسلام مع الاکرام

الجواب

السلام علیکم۔ نفیس سوال ہے جس کا بعونہ تعالیٰ سلیس جواب ہے مگر ایک خاص سوال کے جواب کی طرف متوجہ کرنے کو اس کی توضیح میں اعانت کا دخل ہے اس لئے فی الحال اسی کو کافی سمجھتا ہوں اور وہ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ طبی کتابوں میں تمام اغذیہ وادویہ کے منافع ومضار مصرحاً مذکور ہیں جس کا قبل لحوق مرض مطالعہ کر کے ہر شخص کامل احتیاط کر سکتا ہے اور جو کسی اتفاق سے مرض لاحق ہو جاوے تو طبی ہی کتابوں میں ہر مرض کی علامات دیکھ کر مرض کی تشخیص اور تدبیرات دیکھ کر مرض کا علاج کر سکتا ہے، پھر طبیب کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے سو اس سوال کا کیا جواب ہوگا۔ اسی سے یہ سوال حاضر بھی حل ہو جاوے گا۔ فقط

خط ثانی

حال۔ احقر اس سال دورۂ حدیث میں شریک ہے ایک عرصہ سے خط لکھنے کا خیال کر رہا تھا لیکن ایک عارض مانع بنا رہا وہ یہ کہ احقر کو آپ کے

مصنفات وملفوظات دیکھنے کا بے حد شوق ہے چنانچہ بچپن سے ابتک برابر دیکھتا رہا بحمدللہ بہت مستفید ہوا۔ ان سے ایک خاص بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ ماموراتِ شرعیہ سب کے سب اختیاریہ ہیں چونکہ مامورات اختیاریہ ہیں اس لئے جہاں رکنے کا امر ہے وہ بھی اختیاری ہوئے اس لئے سارے امراض کا علاج یہی ہے کہ اپنے اختیار سے رُکے اب اپنے متعلق بھی ہمیشہ یہی تقریر جاری کرتا رہا، اب سوال یہ ہے کہ مشائخ طریقت سے اس قاعدہ کے معلوم ہونے کے بعد کیا سوال اور علاج کرانا چاہیئے، میرے یہی سمجھ میں نہیں آتا بہت عرصہ سے اس امر پر غور کر رہا ہوں امید کہ جناب والا مطلع فرمائیں گے تاکہ احقر اسی پر عمل کرے آخر اس قاعدہ کلیہ کے علم کے بعد معالج و مشائخ کی ازالہ مرض میں کیا حاجت باقی رہتی ہے امید کہ اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو مطلع فرما دیں گے۔

تحقیق:۔ مامورات و منہیات سب اختیاری ہیں پس مامورات کا ارتکاب اور منہیات سے اجتناب بھی سب اختیاری ہیں لیکن اس میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں کبھی تو یہ کہ حاصل کو غیر حاصل سمجھ لیا جاتا ہے کبھی اس کا عکس مثلاً ایک شخص نے نماز میں خشوع کا قصد کیا اور وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے حاصل ہوگیا مگر ساتھ ہی ساتھ وساوس وخطرات کا ہجوم بھی ہوتا رہا یہ شخص اس کو خشوع کا مضاد سمجھ کر خشوع کو غیر حاصل سمجھا یا ابتدائے عبادت میں وساوس غیر اختیاری تھے مگر اسی سلسلہ میں وہ وساوس اختیاریہ کی طرف منجر ہوگئے اور یہ ابتدا رکے دھوکے میں رہ کر خشوع کو باقی سمجھا حالانکہ وہ زائل ہوچکا اور کبھی غیر راسخ کو راسخ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو چار خفیف حادثوں میں رضا بالقضا کا احساس ہوا یہ سمجھ گیا کہ ملکہ راسخ ہوگیا

پھر کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا اور اس میں رضا نہیں ہوئی یا درجہ مقصود تک نہیں ہوئی مگر یہ اسی دھوکہ میں رہا کہ اس میں رسوخ ہو چکا ہے اب بھی رضا معدوم یا ضعیف نہیں ہے اور حاصل کو غیر حاصل سمجھنے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ شکستہ دل ہوکر اس کا اہتمام چھوڑ دیتا ہے پھر وہ سچ مچ زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے، کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل ہو جاتا ہے اور اس کے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس کا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے، کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل سمجھ لیتا ہے مثلاً شہوت حرام کی مقاومت کی اور وہ زمانہ غلبہ آثار ذکر کا تھا اس لئے داعیہ شہوت حرام کا ایسا مضمحل ہو گیا کہ اس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا پھر ان آثار کا جوش وخروش کم ہونے سے طبعی التفات گو درجہ ضعیفہ میں سہی ہونے لگا یہ شخص سمجھ گیا کہ مجاہدہ بیکار گیا اور شہوت حرام کا رذیلہ پھر عود کر آیا پھر اصلاح سے مایوس ہو کر سچ مچ بطالت وخلاعت میں مبتلا ہو گیا یہ چند مثالیں ہیں غلطیوں کی اور ان کے مضار کی اگر کسی شیخ سے تعلق ہوا اور اس پر اعتماد ہو تو اسکو اطلاع کرنے سے وہ اپنی بصیرت وتجارب کے سبب حقیقت سمجھ لیتا ہے اور ان اغلاط پر مطلع کرتا ہے اور یہ ان مضرتوں سے محفوظ رہتا ہے اور فرضاً سالک اگر ذکاوت وسلامت فہم کے سبب

خود بھی مطلع ہو سکے مگر ناتجربہ کاری کے سبب مطمئن نہیں ہوتا اور مشوش ہونا مقصود میں مخل ہوتا ہے یہ تو شیخ کا اصلی منصبی فرض ہے اور اس سے زیادہ اس کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً وہ ایک اور بھی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہ مقصود یا مقدمہ مقصود کے تحصیل میں اور اسی طرح کسی ذمیمہ یا مقدمہ ذمیمہ کے ازالہ میں طالب کو مشقت شدید پیش آتی ہے گو تکرار مباشرۃ اور تکرار مجاہدت سے وہ مشقت اخیر میں مبدل بہ یسر ہو جاتی ہے لیکن شیخ تبرعاً کبھی ایسی تدابیر بتلا دیتا ہے کہ اول امر ہی سے مشقت نہیں رہتی یہ ایک اجمالی تحقیق تقریب فہم کے لئے ہے باقی ضرورت شیخ کا مشاہدہ اس وقت ہوتا ہے جب کام شروع کر کے اپنے احوال جزئیہ کی اس کو بالالتزام اطلاع کرتا ہے اور اس کے مشورہ کا اتباع کرتا رہے اور یہ اتباع کامل اس وقت ہو سکتا ہے جب اس پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ تعلق انقیاد ہو اس وقت حساً معلوم ہو گا کہ بدون شیخ کے مقصود حاصل ہونا عادۃً متعذر ہے الا نادراً والنادر کالمعدوم پھر اس ضرورت میں تفاوت فہم و استعداد کے اعتبار سے تفاوت بھی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ متقدمین کو کم ضرورت تھی۔

تمّت رسالہ

حلّ الاشکال

رسالہ ہذا اور دیگر تالیفات حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب قدس سرہ

ملنے کا پتہ

مکتبہ تھانوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی

ایم اے جناح روڈ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے

ملفوظات کمالاتِ اشرفیہ

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے چودہ سو پینتیس (۱۴۳۵) ملفوظات وارشادات کا قابل قدر مجموعہ۔ ان ملفوظات میں ایسے ایسے مسائل حل ہوئے ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں اور بڑے بڑے عالم سے بھی حل ہونا مشکل ہے اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ کی مجلس خاص میں بیٹھے سن رہے ہیں چنانچہ مشاہدہ ہے اور ہزاروں کا تجربہ ہے کہ حضرت حکیم الامۃ الامۃ قدس سرہ العزیز کے ملفوظات و مواعظ پڑھنے والوں کی زندگی میں عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور باطن کے وہ عقدے جو لاینحل رحل نہ ہونے والے نظر آتے ہیں دفعۃً کھل جاتے ہیں اور ایمان میں تازگی اور اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے اپنے گناہوں اور غفلت کے تدارک کیلئے بہت ہی آسان صورت نظر آنے لگتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی امیدیں قوی تر ہو جاتی ہیں۔ یہ بات انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہر طالب خود محسوس کریگا، کتابت طباعت کاغذ بہت عمدہ ہے۔ مجلد ڈسٹ کور

حیاتِ اشرف

اس میں حکیم الامۃ کی سوانح عمری ان کے علمی و روحانی کمالات ان کے مجددانہ کارنامے، اصول تربیت و سلوک عارفانہ نکات، زرین اقوال اور دنیا و آخرت کے سنوارنے کا مکمل لائحہ عمل آگیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ایک شیخ کامل اور شفیق مربی کی صحبت کا فائدہ عطا کریگا۔ اس نعمت سے ہر مسلمان کو ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ قیمت مجلد ڈسٹ کور

شریعت اور طریقت

اس کتاب کے جملہ مضامین حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے افادات کا انتخاب ہیں اس میں شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت، بیعت، اخلاق، مجاہدات، اذکار، اشغال، مراقبات، احوال، توجہات، تعلیمات، مسائل مع دلائل و حقائق سالک کے لئے طریق عمل مندرج ہیں۔ جو قرآن مجید احادیث